باب العلم دار التحقیق

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا

"رحمن کے بندے وہ لوگ ہیں، جو زمین میں تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔" (سورہ فرقان آیت ۶۳)

عِبَادُ الرَّحْمٰنِ

فِیْ کُلِّ دَهْرٍ وَّ زَمَانٍ

مایہ ناز علماء و مجتہدین کرام کے مثالی تذکرے

مؤلّف:

یُوسُف عَبَّاس نانجی

ناشر: بَابُ الْعِلْم دَارُ التَّحْقِیْق

فروغ ایمان ٹرسٹ، شمالی ناظم آباد، کراچی، پاکستان

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۞) (سورۂ فرقان، آیت ۶۳)

ترجمہ: ”رحمٰن کے بندے وہ لوگ ہیں، جو زمین میں تواضع کے ساتھ چلتے ہیں۔“

عبادُ الرحمٰن

فِیْ کُلِّ دَهْرٍ وَّ زَمَانٍ

مؤلف:

یوسف عبّاس نانجی

ترتیب و نشر:

باب العلم دار التحقیق

فروغ ایمان ٹرسٹ، شمالی ناظم آباد، کراچی۔ پاکستان

نام کتاب:.............................عباد الرحمٰن

مؤلف:.............................یوسف عباس ناجی

ترتیب و تعلیق:.............................باب العلم دار التحقیق

کمپوزنگ و ڈیزائننگ:.............................ہیئتِ تحریر یہ باب العلم دار التحقیق

تدوین و تصحیح:.............................سیّد ذو الفقار حسین نقوی

ناشر:.............................باب العلم دار التحقیق

اشاعت:.............................مارچ ۲۰۱۰ء

طبع:.............................اوّل

تعداد اشاعت:.............................۱۰۰۰

مطبع:.............................پرنٹ سپوٹ

ہدیہ:.............................۲۰۰ روپے

ملنے کا پتا:

الحسن بک ڈپو

مسجد و امام بارگاہِ باب العلم، بلاک ڈی

شمالی ناظم آباد، کراچی (پاکستان)

مؤلف کا پتا:

E-2 رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد نمبر 1، کراچی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْداً كَلَّا سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ الْعَذَابِ مَدّاً وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْداً وَاتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لِّيَكُونُوا لَهُمْ عِزّاً كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدّاً أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزّاً فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدّاً يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَٰنِ وَفْداً وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْداً لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْداً وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ وَلَداً لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئاً إِدّاً تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدّاً أَن دَعَوْا لِلرَّحْمَٰنِ وَلَداً وَمَا يَنبَغِي لِلرَّحْمَٰنِ أَن يَتَّخِذَ وَلَداً إِن كُلُّ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمَٰنِ عَبْداً لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدّاً (سورۂ مریم آیت ۷۸تا۹۴)

ترجمہ: کیا اسے غیب کا حال معلوم ہوگیا ہے، یا اس نے خدا سے کوئی عہد (وپیمان) لے رکھا ہے؟ ہرگز نہیں، جو کچھ یہ بکتا ہے (سب) ہم ابھی سے لکھ لیتے ہیں اور اس کے لیے اور زیادہ عذاب بڑھاتے ہیں اور (مال و اولاد کی نسبت) بک رہا ہے۔ ہم ہی اس کے مالک ہو بیٹھیں گے، اور یہ ہمارے پاس تنہا (بیک بینی ودوگوش) آئے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی عزّت کی باعث ہوں، ہرگز نہیں (بلکہ) وہ معبود خود ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور (الٹے) ان کے دشمن ہو جائیں گے (اے رسولؐ) کیا تم نے اس بات کو نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ انہیں بہکاتے رہتے ہیں تو (اے رسولؐ) تم ان کافروں پر (نزولِ عذاب کی) جلدی نہ کرو ہم تو بس ان کے لیے (عذاب کے) دن گن رہے ہیں کہ جس دن پرہیز گاروں کو (خدائے) رحمٰن کے (اپنے) سامنے مہمانوں کی طرح جمع کریں گے اور گنہگاروں کو جہنّم کی طرف پیاسے (جانوروں) کی طرح ہنکائیں گے (اس دن) یہ لوگ سفارش پر (بھی) قادر نہ ہوں گے۔ مگر (ہاں) جس شخص نے خدا سے (سفارش کا) اقرار لے لیا ہو اور یہودی لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے (عزیر کو) بیٹا بنالیا ہے، (اے رسولؐ تم کہہ دو کہ) تم نے اتنی بڑی سخت بات (اپنی طرف سے گھڑ کے) کہی ہے کہ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شگافتہ ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں اس بات سے کہ ان لوگوں نے خدا کے لیے بیٹا قرار دیا حالانکہ خدا کے لیے یہ کسی طرح شایاں نہیں کہ وہ (کسی کو اپنا) بیٹا بنائے سارے آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں سب کی سب خدا کے سامنے بندہ ہی بن کر آنے والی ہیں اس نے یقیناً ان سب کو اپنے (علم) کے احاطے میں گھیر لیا ہے۔

(ترجمہ مولانا حافظ سیّد فرمان علی اعلیٰ اللہ مقامہ)

بصد خلوص و مودّت چہاردہ معصومین علیہم السلام
بالخصوص امام العصر، صاحبُ الزّماں
حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے نام

دُعا کرو کہ ظہورِ امامؑ ہو جائے
یہ روز روز کا قصّہ تمام ہو جائے

تاثراتی قطعات

یوسف عبّاس کی تالیفِ گرامی یہ ہے
خود مؤلّف نے رکھا نام ''عباد الرحمٰن''
تذکرہ اِس میں اُن حضراتِ مراجع کا ہُوا
جوکہ علاّم ہیں عُظّام ''عبادالرحمٰن''

ازنتیجۂ فکر: سیّد مختار علی اجمیری، کراچی

رب نے توفیق یہ بخشی تمھیں یوسف عبّاس
تذکرہ خُوب بزرگوں کا لکھا ہے بھائی
بارہؑ ، چودہؑ ہی کا صدقہ ہے '' عبادالرحمٰن ''
شاہِ کربل ؑ کی عطا سے یہ سعادت پائی

ازنتیجۂ فکر: سیّد ذوالفقار حسین نقوی عفی عنہ، کراچی

ترتیبِ مطالب:

تذکرے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ سب تمہارا کرم ہے آقاؐ
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو نظر آئے بغیر، جانا پہچانا ہوا ہے، اور سوچ بچار میں پڑے بغیر پیدا کرنے والا ہے۔(۱) تمام حمد اس اللہ کے لیے ہے، جو حمد کا پیوند نعمتوں سے اور نعمتوں کا سلسلہ شکر سے ملانے والا ہے۔(۲) اس اللہ کی حمد کہ وہ جو کچھ لے اور جو کچھ دے اور جو نعمتیں بخشے اور جن آزمائشوں میں ڈالے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے برگزیدہ بندے اور فرستادہ رسول ہیں۔ ایسی گواہی کہ جس میں ظاہر و باطن یکساں اور دِل و زبان ہم نوا ہیں۔(۳) رحمتیں اور برکتیں ہیں اُنؐ پر اور اُن کی آلِ اطہار علیہم السلام پر۔

ایک عرصے سے دل میں یہ تمنا تھی کہ مذہبِ حقّہ یعنی شیعہ مذہب کے علماء و فقہاء کے بارے میں (غیبتِ صغریٰ سے آج تک) ایسی کتاب سادہ الفاظ میں تحریر کی جائے، جس کے مطالعے سے آج کل کی نوجوان نسل یہ ادراک کر سکے کہ مذہبِ تشیّع اپنے اصل خدوخال میں ہم تک کیسے پہنچا۔ ساتھ ہی ان گراں قدر علمائے کرام کے لیے نمازِ شب میں دُعا کی جائے۔

....

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۸۸۔ ۲۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۔

۳۔ نہج البلاغہ۔ خطبہ ۳۰۔ ترجمہ مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہؒ۔

اس پس منظر میں یہ کاوش ایک مختصر خاکہ ہے، اُن جلیل القدر علماء وفقہاء اور شہدائے عظام کا، جن کے مثالی کارناموں اور شبانہ روز کوششوں کے نتیجے میں بحمداللہ آج ہم مذہبِ حقّہ سے کماحقّہ بہرہ مند ہورہے ہیں یا ہوسکتے ہیں۔ لوگ مجالسِ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام خلوصِ دل سے کرتے ہیں، ان میں سب شریک ہوتے ہیں، ان مجالس میں تعلیمات قرآنی کے ساتھ ساتھ احادیثِ مبارکہ پڑھی جاتی ہیں، اسلامی روایات بیان کی جاتی ہیں۔ ان تمام متفق علیہ احادیث وروایاتِ صحیحہ کو جمع کرنے والے، ان کے بارے میں قرآنِ کریم سے استدلال کرنے والے علماء وفقہاء (مراجع کرام) اور شہید ہونے والوں کا بیان آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ ناچیز راقم الحروف نے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے مختلف نادر کتابوں میں سے ان تمام عالم ودانا ہستیوں کے حالات وکوائف کو جمع کیا ہے، جس کی تفصیلات آپ کتابِ ہٰذا میں ملاحظہ فرمائیں گے، لہٰذا اگر اس میں کوئی خامی، غلطی رہ جائے (اور یقیناً انسانی کاوش میں اس کا امکان ضرور رہتا ہے) تو میں پیشگی معذرت کا خواہاں ہوں اور اُمید کامل ہے کہ آپ ان کوتاہیوں کی نشان دہی ضرور کریں گے، تاکہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے ایڈیشن میں ان کو دُرست کرلیا جائے۔

کتاب کا نام جیسا کہ آپ نے دیکھا، ''عبادُ الرحمٰن فی کلِّ دھرٍ وَّ زمانٍ'' رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ ان تمام علمائے حق نے راہِ حق پر گامزن رہنے کے لیے جو بے انتہا ان تھک محنت کی اور ان میں سے اکثر نے تو اپنی جان و مال اور سب کچھ مذہب حقہ یعنی شیعیت (مذہبِ امامیہ) کے لیے قربان کردیا، تو بلاشبہ یہ خواہشِ نفس کو کچلنے والے، بیدار ضمیر انسان تھے، کیوں کہ انھوں نے اپنی تمام زندگی مال وزر کو اپنا تابع رکھ کر گزاری اور ہمیشہ حق کے فروغ کے لیے کام کرتے رہے۔ حضرت علی علیہ السلام اور دنیائے دَنی، یہ دو متضاد چیزیں ہیں۔ دل میں اگر حبِّ علیؑ ہے تو محبّتِ دُنیا نہیں ہوسکتی، اور اگر (خدانہ خواستہ) محبّتِ دُنیا ہے تو پھر

حُبِّ علیؑ ممکن نہیں۔

جیسا کہ آپ ان شاء اللہ اس کاوش میں پڑھیں گے کہ واقعی بندۂ رحمٰن بننے کے لیے انسان کو اپنی خواہشِ نفس کو کچلنا پڑتا ہے۔نفسانی خواہشات (از روئے قرآن کریم ھویٰ، غویٰ) سے متعلق آیاتِ قرآنی یقیناً ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ دو ضدّین کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ یہ علمِ منطق کا ایک اُصول، قانون ہے۔ یا تو اندھیرا ہوگا یا روشنی ہوگی۔ یا دن ہوگا یا رات ہوگی۔ یا سچ ہوگا یا جھوٹ ہوگا۔ اگر سچ ہوگا تو جھوٹ نہیں ہوگا، جھوٹ ہوگا تو سچ نہیں ہوگا۔ یہ کلّیہ ہے۔نفسانی خواہشات اور حق ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ یہ ایک دل میں جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ یہ مسلّمہ صداقت ہے۔

مولائے کائنات امیرالمومنین، امام المتقین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ۔ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔'' لہٰذا سب سے پہلے ہمیں اپنے نفس کو سمجھنا ہوگا۔ عبد بننے کے مقصد کے لیے ہمیں قربانی دینا پڑے گی۔ یہ تمام ''عباد الرحمٰن'' (اللہ کے بندے) جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہے، ایسے ہی ''عبادُ الرحمٰن'' نہیں بن گئے تھے۔ ''حق اور نفسانی خواہشات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔'' یہ واقعاً بڑا پیارا کلّیہ ہے۔ زندگی میں نفس کی مخالفت کس قدر ضروری ہے، یہ سمجھنے کے لیے درج ذیل آیاتِ قرآنی اور ان کے ترجمے کا مطالعہ کیجیے، تب سمجھ میں آئے گا کہ مولا علی علیہ السلام نے وقتِ ضربت یہ کیوں کہا تھا کہ: ''فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔''

''ربِّ کعبہ کی قسم، میں کامیاب ہوگیا۔''

محترم قارئین کرام! درج ذیل آیاتِ قرآنی تلاوت فرمائیں اور ان کے معنی و تفسیر پر غور کریں:

يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْهَوَی فَيُضِلَّکَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ إِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ.(سورۂ ص، آیت ۲۶)

''اے داوٗدؑ! یقیناً ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا۔ پس تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا کر، اور خواہش کی پیروی نہ کر، پھر وہ تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔''

درج بالا آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خواہشِ نفس (یعنی کہ ھویٰ) انسان کو حق سے دُور کردیتی ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۞ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۞ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۞ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۞ (سورۂ شمس آیات ۷ تا ۱۰)

''اور (قسم ہے) نفس کی اور اس کی، جس نے اُسے درست کیا، پھر اس نے اسے اس کی بدکاریوں اور پرہیزگاریوں کا الہام کردیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اُسے پاک کردیا اور یقیناً وہ نامراد ہوگیا جس نے اُسے دبا دیا۔''

تقلید کی روایت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے ان آیاتِ پُرمعنیٰ کی معنویت آپ سے کیا تقاضا کرتی ہے؟ آپ کا پروردگار آپ کو کیا یاد دلا رہا ہے......؟

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَی. (سورۂ نازعات آیت ۴۰)

''اور رہا وہ جو اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور ان سے اپنے نفس کو بے جا خواہشات سے روکے رکھا۔''

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَی.(سورۂ نازعات آیت ۴۱)

''پس یقیناً جنّت ہی اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔''

محترم قارئینِ کرام! ذرا ان آیات کا جلال و جمال تصوّر کریں اور ان کی روحانی کشش کو محسوس کریں۔

''کافی''میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ''جس شخص نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ اُسے دیکھتا ہے اور جو کچھ وہ بولتا ہے اُسے سنتا ہے اور جو نیکی و بدی وہ کرتا ہے، اُسے بھی جانتا ہے تو یہ بات اُسے بدی سے روکے گی۔ ایسے ہی شخص کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى. (سورۂ نازعات آیت ۴۱)

''تو اُس کا ٹھکانہ یقیناً بہشت ہے۔''

کیا آپ نے اس آیت کی گہرائی اور نورانی مطالب کو محسوس کیا......؟

محترم قارئین کرام! اس آیت پر توجہ فرمائیں:

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ بَلْ أَتَيْنَاهُم بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَن ذِكْرِهِم مُّعْرِضُونَ (سورۂ مومنون، آیت ۷۱)

''اگر حق ان کی خواہشات کی پیروی کرے تو البتہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے، سب برباد ہو جائے۔ بلکہ ہم تو ان کے پاس ان کی نصیحت لائے ہیں۔ پھر وہ اپنی ہی نصیحت سے منہ پھیرنے والے ہیں۔''

تفسیرِ صافی صفحہ ۳۴۴ پر بحوالہ تفسیر قمی تحریر ہے کہ فسادِ آسمان سے مُراد یہ ہے کہ آسمان سے پانی نہ برسے اور زمین کے فساد سے مُراد یہ ہے کہ اس سے نباتات نہ اُگے۔ نیز یہ کہ حق سے مُراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق اور خواہشاتِ نفسانی دونوں کا راستہ جُدا جُدا ہے۔ حق عینِ عدل ہے اور خواہشاتِ نفسانی ظلم۔ کیا آپ نے اس آیت اور تفسیر کا مطالعہ کیا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ حق کو ماننے، قبول کرنے اور اپنانے میں نفس کے سرکش گھوڑے کو کس قدر لگام دینی پڑتی ہے....کوئی ایک مثال بہت ہی دل میں گھر کرنے والی اور روح میں اترنے والی

سوچیے.....! مجھے تو یہاں پر جنابِ حُر علیہ السلام یاد آرہے ہیں۔ سُبحان اللہ۔

معزز قارئینِ کرام! آپ کی رُوحانی غذا اور معراجِ انسانی یعنی عقل کی جِلا کے لیے مزید آیتِ قرآنی جو کہ بُرہانِ قاطع ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا. (سورۂ کہف آیت ۲۸)

''اور جو لوگ صبح اور شام اپنے پروردگار سے دُعائیں کرتے رہتے ہیں اور اُس کی رضا مندی چاہتے ہیں، تم اُن کے ساتھ اپنے آپ کو استقلال سے رکھو اور ان سے اپنی آنکھوں کو نہ ہٹاؤ کہ دنیا کی زندگانی کی زینت کو چاہنے لگو اور نہ اس کا کہا مانو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل پایا ہے اور اس نے اپنی ہی خواہش کا اتباع کیا ہوا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ ...تفسیرِ صافی ص۳۰۲ پر بحوالہ تفسیرِ مجمع البیان منقول ہے کہ یہ آیت حضرت سلمانِ فارسیؓ، حضرت ابوذرِ غفاریؓ اور حضرت صہیبؓ وغیرہ جو رسول خدا ﷺ کے اصحاب میں سے کم مایہ تھے، اُن کی شان میں نازل ہوئی اور اس کا نزولِ سبب یہ ہوا کہ کچھ لوگ مثلاً عینیہ بن حصین اور افرع بن حالیس اور ان کے رشتے دار حضور اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ صدرِ مجلس کی مسند پر تشریف رکھیں اور ان لوگوں کو جو ادنیٰ درجے کے کپڑے زیبِ تن کیے ہوئے ہیں، ہم سے دُور کر دیں تو ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے اور آپ سے کچھ حاصل کریں گے، ورنہ نہیں۔ کیوں کہ ہمیں آپ کی خدمت میں آنے سے یہی لوگ روکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت سرکارِ ختمی مرتبت آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اُٹھ کر انہی حضرات کی تلاش میں تشریف لے گئے۔ آپؐ نے

اُن کو مسجد کے پچھلے حصے میں تلاش کیا تو وہ لوگ مصروفِ عبادت تھے۔ اُس وقت آپؑ نے فرمایا کہ ”خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے موت نہ دی، جب تک مجھے یہ حکم نہ دے دیا کہ میرا نفس اپنی اُمّت کے ایسے لوگوں کی معیّت برداشت کرے، جیسے کہ یہ ہیں اور میری زندگی بھی انہی کے ساتھ ہو اور میری قوّت بھی انہی کے ساتھ ہو۔

معزز قارئین! آپ نے مندرجہ بالا آیت و تفسیر کو پڑھا اور سمجھا۔ ذرا حق و انصاف کے ساتھ سوچیے کہ اس ضمن میں آپ کے جذبات و احساسات کیا ہیں.... ہم حق کی سرحد کے اندر ہیں یا نہیں.......؟ کیوں کہ معاملہ حضرتِ حق سُبحانہ وتعالیٰ اور ہمارے درمیان ہے، جب کہ مخاطب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔

معزز قارئین کرام!

سورۂ اعراف کی آیات ۱۷۵، ۱۷۶ ملاحظہ فرمائیں

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِىَ آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَـكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِن تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَث ذَّلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (سورۂ اعراف آیات ۱۷۵، ۱۷۶)

”اور (اے رسولؑ!) تم ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو، جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں، پھر وہ ان سے نکل بھاگا۔ تب شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ سو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا، اور اگر ہم چاہتے تو اس کی بدولت ہم اس کا درجہ بلند کر دیتے، لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا، اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی۔ پس اس کی مثال کتّے کی سی ہے۔ اگر تو اس پر بوجھ لادے تو وہ اپنی زبان نکالے یا تم اسے چھوڑ دو تو بھی وہ زبان نکالے۔ یہ اس قوم کی مثال ہے، جس نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ پس تم یہ قصّے بیان کرتے رہو، تا کہ یہ غور کریں۔“

معزز قارئین کرام! علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادی اعلیٰ اللہ مقامہ اپنے ترجمہ و تفسیر میں بیان کرتے ہیں: ''کہتے ہیں کہ اس کا نام بلعم باعور تھا، جسے آیاتِ الٰہی کا علم تھا۔ یا کچھ اسماء کا علم دیا گیا تھا اور اس کا درجہ بھی بہت بلند تھا، لیکن فرعون نے اسے خرید لیا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں بددُعا کرنے کے لیے تیار ہو گیا، مگر قدرتِ خدا سے اس کے گدھے نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور زبانِ حال سے بول اٹھا کہ میں نبیِ خدا علیہ السلام کے خلاف قدم نہیں اٹھا سکتا اور اسی لیے مثل مشہور ہے کہ بلعم باعور کا گدھا اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔

دنیا میں ہر لالچی کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے کہ اسے قریب آنے دو یا نکال باہر کرو، اُس کی زبان بہرحال نکلی رہے گی اور اپنی طمع اور تشنگی کا اظہار کرتا رہے گا۔

حضرت مولانا سیّد امداد حسین کاظمی اپنی کتاب ''تفسیر المتقین'' ص ۲۸۱ پر لکھتے ہیں کہ بحوالہ تفسیر صافی ص ۱۸۶ پر بحوالہ تفسیر قمی امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ بلعم بن باعور کو اسمِ اعظم عطا کیا گیا تھا، جس کے ذریعے سے وہ جو دُعا مانگتا تھا، وہ قبول ہو جاتی تھی، مگر یہ کہ وہ فرعون کی طرف مائل ہو گیا اور جب فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گیا تو اس نے بلعم بن باعور کو کہا کہ موسیٰؑ کے لیے ایسی بددُعا کرو کہ وہ ہمارے شہر میں آ جائیں۔ پس وہ گدھے پر سوار ہوا، مگر اس کے گدھے نے چلنے سے انکار کر دیا۔ اس نے گدھے کو مارنا شروع کیا۔ خدا نے گدھے کو گویائی عطا کی اور گدھے نے کہا کہ مجھے کیوں مارتا ہے؟ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیرے ساتھ جاؤں کہ تُو اللہ کے نبیؑ اور مومنین کے خلاف بددعا کرے۔ مگر وہ اسے مارتا ہی رہا، یہاں تک کہ وہ مر گیا، اور اس کے بعد اسمِ اعظم بھی اس کے پاس سے رخصت ہو گیا۔

یہ ایک مثال ہے کہ خواہشاتِ نفسانی انسان کو رفعت و کمال اور اوجِ ثریّا پر پہنچنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اور یہی خواہشاتِ نفسانی انسان کو کتے کی طرح ذلیل کرتی ہیں۔

سورۃ الحجر آیات ۸۶ تا ۸۸ ملاحظہ فرمائیں:

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ لاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجاً مِّنْهُمْ وَلاَ تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ.

''یقیناً تمہارا پروردگار بڑا پیدا کرنے والا بہت علم والا ہے اور یقیناً ہم نے تمہیں سات دوہرائی جانے والی آیتیں (سورۂ فاتحہ) اور بڑی عظمت والا قرآن دیا ہے، اور ہم نے جو اِن کافروں میں سے کسی قسم کے لوگوں کو چند روزہ دنیاوی نفع اٹھانے کا سامان دے رکھا ہے تو اس کی طرف اپنی آنکھیں نہ پھیلا اور ان کی بے دینی پر غم نہ کھا اور اپنے بازو مومنوں کے لیے جھکائے رکھ۔''

تفسیر صافی پر بحوالہ عیون اخبار رضا جناب امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے اور سورۂ فاتحہ میں اس کو ملا کر کل سات آیات ہیں، اور یہ خداوند تعالیٰ کا عظیم احسان ہے جناب رسولِ خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ پر۔

سورۃ الحجر آیات ۲،۳ ملاحظہ فرمائیں:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ لَوْ كَانُواْ مُسْلِمِيْنَ ذَرْهُمْ يَأْكُلُواْ وَيَتَمَتَّعُواْ وَيُلْهِهِمُ الأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔

''جو لوگ کافر ہو گئے ہیں، وہ بہت خواہش کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔ اے رسولؐ! انہیں چھوڑ دو، یہ کھائیں پئیں اور دُنیا کا فائدہ اٹھائیں اور انہیں امید کھیل تماشے میں لگائے رکھے، پھر عن قریب وہ اس کا نتیجہ جان لیں گے۔''

تفسیر صافی ص ۲۶۹ پر بحوالہ کافی جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ''مجھے تمہارے متعلق دو باتوں کا اندیشہ ہے، خواہش نفس کی پیروی اور جھوٹی امیدیں باندھ لینا۔ خواہشِ نفس کی پیروی تو حق سے دور کر دیتی ہے اور جھوٹی امیدیں باندھنا آخرت کو بھلا دیتا ہے۔''

آپؑ ہی سے منقول ہے کہ ''بندہ جس قدر امیدوں کر بڑھاتا ہے، اتنی ہی بدعملی کرتا ہے۔''

آپؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ''بندہ اپنی اجل کو دیکھتا ہوتا اور اسے اس بات کا پتا چل جاتا کہ وہ کس تیزی سے اس کی طرف آرہی ہے تو وہ دنیا طلبی کے متعلق کسی کام کے کرنے کو پسند نہ کرتا۔''

''احتجاج'' میں امام ابومحمد حسن عسکری علیہ السلام سے ابوعبداللہؑ کی یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''فقہاء میں سے جو اپنے نفس کو بچانے والا، اپنے دین کا محافظ، خواہش نفسانی کا مخالف اور اپنے مولا کے حکم کا مطیع ہو، عوام کو اس کی تقلید کرنی چاہیے۔''

معزز قارئین کرام! سورۂ آلِ عمران کی آیت ۳۰ ملاحظہ فرمائیں:

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَراً وَمَا عَمِلَتْ مِن سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَداً بَعِيداً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَاللّٰهُ رَؤُوفٌ بِالْعِبَادِ.

''وہ دن یاد رکھو جب ہر شخص اس نیکی کو جو وہ کر چکا ہے اور ہر بدی کو جو کر چکا ہے، موجود پائے گا اور یہ خواہش کرے گا کہ اس برائی کے درمیان اور اس کے درمیان ایک لمبی مدّت حائل ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ تمھیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔''

ان آیات کے مطالب بھی غور و فکر کے لیے یقیناً ایک دفتر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سورۂ کہف آیات ۶۵ تا ۷۰ ملاحظہ فرمائیں:

فَوَجَدَا عَبْداً مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْماً قَالَ لَهُ مُوسَى هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَى أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْداًقَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْراً وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْراً قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِراً وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْراًقَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّى أُحْدِثَ لَكَ

مِنهُ ذِکراً.

"تو (جہاں مچھلی چھوڑی تھی) دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک (خاص) بندے خضرؑ کو پایا، جس کو ہم نے اپنی بارگاہ سے رحمت (ولایت) کا حصہ عطا کیا تھا اور ہم نے اسے علمِ لدنّی اپنے خاص علم میں سے کچھ سکھایا تھا۔ موسیٰؑ نے ان (خضرؑ) سے کہا: کیا (آپ کی اجازت ہے کہ) میں اس غرض سے آپ کے ساتھ ساتھ رہوں کہ جو رہ نُمائی کا علم آپ کو (خدا کی طرف سے) سکھایا گیا ہے، اس میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجیے۔ خضرؑ نے کہا: (میں سکھا تو دوں مگر) آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا اور (سچ تو یہ ہے جو چیز آپ کے علمی احاطے سے باہر ہو، اس پر آپ کیوں کر صبر کر سکتے ہیں) موسیٰؑ نے کہا (آپ اطمینان رکھیے) اگر خدا نے چاہا تو آپ مجھے باضابطہ آدمی پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہ کروں گا۔ خضرؑ نے کہا: (اچھا) تو اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو جب تک میں خود آپ سے کسی بات کا ذکر نہ چھیڑوں آپ مجھ سے کسی چیز کے بارے میں نہ پوچھیے گا۔ غرض یہ دونوں (مل کر) چل کھڑے ہوئے۔"

ان آیاتِ قرآنی کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ خالقِ اکبر انسان کو جس آسمانِ رفعت و عالی شان مقام پر دیکھنا چاہتا ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ وہ خواہشِ نفسانی سے لڑے، جدوجہد کرے اور حق کو پالے اور اس پر استقامت کے ساتھ تا دمِ آخر باقی رہے، یعنی ثابت قدم رہے۔

یعسوبُ الدّین، امام المتقین حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام اپنے خطباتِ عالیہ میں فرماتے ہیں:

خطبہ نمبر ۲۳۴: "چاہیے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لیے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیاتِ جاودانی کے لیے نفع و بہبود حاصل

کرے۔ وہ انسان جسے ایک مدّت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کی مہلت بھی ملی ہے۔ اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے اور لگام کے ذریعے اسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اس کی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اسے کھینچ لے جائے۔''

خطبہ نمبر ۸۸: ''عباد اللہ، اپنے نفسوں کو تولے جانے سے پہلے تول لو، اور محاسبہ کیے جانے سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرلو، گلے کا پھندا تنگ ہو جانے سے پہلے سانس لے لو اور سختی کے ساتھ ہنکالے جانے سے پہلے مطیع و فرماں بردار بن جاؤ اور یاد رکھو کہ جسے اپنے نفس کے لیے یہ توفیق نہ ہو کہ وہ خود اپنے کو وعظ و پند کرے اور برائیوں پر متنبہ کر دے تو پھر کسی اور کی بھی پند و توضیح اس پر اثر نہیں کرسکتی۔''

اسی طرح خطبہ نمبر ۸۶ میں آپؑ فرماتے ہیں:

''یَعۡمَلُوۡنَ فِیۡ الشُّبۡهَاتِ وَیَسِیۡرُوۡنَ فِیۡ الشَّهَوَاتِ.''

''مشکوک و مشتبہ چیزوں پر ان کا عمل ہے اور اپنی خواہشوں کی راہ پر چلتے پھرتے ہیں۔ جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں، ان کے نزدیک بس وہ اچھی ہے اور جس بات کو وہ برا جانیں، ان کے نزدیک بس وہ بری ہے۔ مشکل گتھیوں کو سلجھانے کے لیے اپنے نفسوں پر اعتماد کرلیا ہے اور مشتبہ چیزوں میں اپنی رائے پر بھروسا کر لیتے ہیں۔''

خطبہ نمبر ۸۵ میں فرماتے ہیں:

''اللہ کے بندو! اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ وہ بندہ محبوب ہے، جسے اُس نے نفس کی خلاف ورزی کی قوّت دی ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''اُس نے ہر کام اللہ کے لیے کیا تو اللہ نے بھی اُسے اپنا بنالیا ہے۔ وہ دینِ خدا کا

معدن، اُس کی زمین میں گڑی ہوئی میخ کی طرح ہے، اس نے اپنے لیے عدل کو لازم کرلیا ہے۔ چناں چہ اس کے عدل کا پہلا قدم خواہشوں کو اپنے نفس سے دُور رکھنا ہے۔"

اس خطبے سے معلوم ہوا کہ ہوائے نفس کی پیروی انسان کو حق سے دُور کردیتی ہے۔

خطبہ نمبر ۴۲ میں آپؑ فرماتے ہیں:

"اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے، ایک خواہشوں کی پیروی، اور دوسری امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے دُور کردیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بُھلا دیتا ہے۔"

خطبہ نمبر ۱۷ میں آپؑ فرماتے ہیں:

"تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خدا کے نزدیک مبغوض دو شخص ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ نے اس کے نفس کے حوالے کردیا ہو (یعنی اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی توفیق سلب کرلی) جس کے بعد وہ سیدھی راہ سے ہٹا ہوا، بدعت کی باتوں پر فریفتہ اور گمراہی کی تبلیغ پر مٹا ہوا ہے، اور دوسرا شخص وہ ہے جس نے جہالت کی باتوں کو (اِدھر اُدھر سے) بٹور لیا ہے۔ وہ امت کے جاہل افراد میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، اور فتنوں کی تاریکیوں میں غافل و مدہوش پڑا رہتا ہے اور امن و آشتی کے فائدوں سے آنکھ بند کرلیتا ہے۔"

خطبہ نمبر ۱۷۴ میں جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جنّت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھرا ہوا ہے۔ یاد رکھو! اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اُس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اُس شخص پر رحم کرے، جس نے خواہشات سے دُوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑِ بنیاد سے اکھیڑ دیا، کیوں کہ نفس خواہشوں میں لامحدود درجے تک بڑھنے والا ہے اور ہمیشہ خواہش و آرزوئے گناہ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اللہ کے بندو! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ

مومن زندگی کے صبح وشام میں اپنے نفس سے بدگمان رہتا ہے اور اس پر کوتاہیوں کا الزام لگاتا ہے اور اس سے عبادتوں میں اضافے کا خواہش مند رہتا ہے۔"

مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کے کلام مبارکہ کی روشنی میں عمل کرتے ہوئے قلبِ مومن "عرش الرحمٰن" اُسی وقت بنے گا، جب انسان رحمانی بنے گا اور شیطانی کاموں اور خواہشوں سے دُور رہے گا۔ دُنیا کو صرف بقدرِ ضرورت حاصل کرے گا تاکہ توشۂ آخرت جمع کر سکے اور آخرت کو نظر میں رکھے گا، کیوں کہ وہی حیاتِ جاودانی ہے۔

خطبہ نمبر ۱۹۰ میں آپؑ نے فرماتے ہیں:

"وانی لمن قوم لا تاخذهم فی الله لومة لائم سیماهم سیما الصدیقین وکلامهم کلام الابرار عمار اللیل ومنار النهار متمسکون بحبل القرآن یحیون سنن الله وسنن رسوله لا یستکبرون ولا یعلون ولا یغلون ولا یفسدون قلوبهم فی الجنان واجسادهم فی العمل۔

محترم قارئین! اس خطبے کو "خطبۂ قاصعہ" کہتے ہیں اور اس میں ابلیس کی مذمت ہے اور درج بالا حصہ اس خطبے کا آخری حصہ ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس پورے خطبے کو ضرور پڑھیں۔ آخری حصے کا ترجمہ خاص طور پر ملاحظہ فرمائیں:

"میں تو اُس جماعت میں سے ہوں کہ جن پر اللہ کے بارے میں کوئی ملامت اثر انداز نہیں ہوتی۔ وہ جماعت ایسی ہے جن کے چہرے سچوں کی تصویر اور جن کا کلام نیکیوں کے کلام کا آئینہ دار ہے، وہ شب زندہ دار دن کے روشن مینار اور خدا کی رسّی سے وابستہ ہیں۔ یہ لوگ اللہ کے فرمانوں اور پیغمبر اکرمؐ کی سنّتوں کو زندگی بخشتے ہیں۔ نہ سربلندی دکھاتے ہیں، نہ خیانت کرتے ہیں اور نہ فساد پھیلاتے ہیں۔ ان کے دل جنت میں اٹکے ہوئے اور جسم اعمال میں لگے ہوئے ہیں۔"

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ ان تمام خطبات میں امیر المومنین، امام المتقین، مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے ایک فارمولا (گُر، مقررہ قاعدہ، کلّیہ) بتا دیا ہے کہ نفسانی خواہش کی پیروی انسان کو آخر ذلت کے نشان پر پہنچا دیتی ہے اور جس اوجِ ثُریّا، صدقِ علیاً، قربۂ نجیاً، ربہ مرضیاً اور مکاناً علیاً اور رفعتوں پر اللہ خالقِ اکبر اور حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام اس کو دیکھنا چاہتے ہیں، اُس پر نہیں پہنچنے دیتی۔

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور چہاردہ معصومین علیہم السلام نے وقتاً فوقتاً انسانوں کو عموماً اور اپنے چاہنے والوں کو خصوصاً بہترین دُعاؤں اور مثالی مناجاتوں کے ذریعے آگاہ کیا ہے کہ زندگی کس طرح اور کن خطوط پر گزاری جائے۔ چوتھے امام، حضرت امام سیّدِ سجّاد، زین العابدین علیہ السلام کی کتاب ''صحیفۂ سجّادیہ'' اور دیگر معصومین علیہم السلام سے منسوب لاجواب دعائیں ہیں۔

لہٰذا ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مولائے کائنات اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام جب یہ فرماتے ہیں کہ ''مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ''۔ ''جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا'' اسی طرح سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام سے منسوب دُعائے عرفہ، جو کہ حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں پڑھی جاتی ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی میدانِ کربلا میں عظیم الشان قربانی (جیسا کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف نے زیارتِ ناحیہ میں بیان فرمایا ہے) ان سب سے ہمیں یقیناً یہی درس ملتا ہے کہ دینِ اسلام پر ہر شے قربان کر دینی چاہیے۔

امام ابو محمد، حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''فقہاء میں سے جو اپنے نفس کو بچانے والا، اپنے دین کا محافظ، خواہشِ نفس کا مخالف اور اپنے مولا کے حکم کا مطیع ہو، عوام کو اُس کی تقلید کرنی چاہیے۔''

لہٰذا یہ کتاب ''عباد الرحمٰن'' جو آپ کے ہاتھ میں ہے، خدا کی جانب سے توفیق، تائید و نصرت کے نتیجے میں لکھی گئی ہے اور اس میں آپ کو غیبتِ صغریٰ سے لے کر اب تک کے منتخب چیدہ چیدہ علماء، فقہاء، حکماء، صلحاء اور شہداء کا ایک مختصر سوانحی خاکہ، اُن کی علم کی راہوں میں جدّ و جہد، پرانے وقتوں کا آسائشوں سے عاری اور تکلیف دہ ماحول اور ظالموں کے سامنے کلمۂ حق بلند کرنے کی عادت اور شہادت کا اعلیٰ منصب، یہ سب کچھ ملے گا۔ یہ ایک سنہری زنجیر ہے، جو کہ آپ کو آج کے مجتہد و عالم سے غیبتِ صغریٰ تک پہنچائے گی۔

بقول شاعر

بچھڑی ہُوئی راہوں سے جو گزرے ہیں کبھی ہم
ہر گام پہ کھوئی ہُوئی اِک یاد مِلی ہے

جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ ہر شیعہ مجلس حضرت امام حسین علیہ السلام سننے کے بعد حد درجہ علم و حکمت اور ادب کی سرمستی اور جذب و کیف کو اپنے قلب و ذہن اور روح میں محسوس کرتا ہے، لہٰذا یہ کتاب ان شاء اللہ العزیز اُس کی فکری غذا، روحانی رزق و معرفت میں اضافہ کرے گی اور علمائے کرام کے حالاتِ زندگی کو ضرور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا، ان میں ہمارے لیے بجائے خود درسِ عمل ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ضرورت اس امر کو سمجھنے کی ہے کہ دینِ اسلام خاص طور پر مذہبِ حقّہ میں جو اس وقت علم و حکمت موجزن ہے۔ بحمد اللہ حوزہ ہائے علمیہ میں جو رونقیں ہیں، نجف اشرف اور قم المقدسہ جو اس وقت اللہ تعالیٰ کے بے انتہا فضل و کرم سے دینِ اسلام میں شیعیانِ عالم کے مراکز بنے ہوئے ہیں، یہ سب فیضان نائبینِ اربعہ کے زمانے سے ہی جاری و ساری ہے۔ یہ تمام علم و ادب کا کمال و جمال حضرت محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کا صدقۂ جاریہ ہے، جو ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا۔

یہ کتاب جو کہ بحمد اللہ حُسن و معیار برقرار رکھتے ہوئے تالیف کی گئی ہے، یہ تمام مسلمانوں کی آگاہی کے لیے بالعموم اور شیعہ نوجوانوں کے لیے بالخصوص تحریر کی گئی ہے تا کہ علم و معرفت کی جو شمع آج سے بارہ سو برس پہلے جلائی گئی تھی، اُس کے نور سے ہم سب بھی آشنا ہو جائیں اور یہ دیکھیں کہ قدیم زمانے میں علم حاصل کرنا کس قدر دشوار کام تھا اور اس سلسلے میں ضروری وسائل بھی موجود نہیں تھے، لیکن اس کے باوجود علمائے کرام نے جو رفعت و سربلندی حاصل کی وہ واقعی مذہبِ امامیہ کا بہ لُطفِ چہاردہ معصومین علیہم السلام ایک معجزہ ہے۔

علماء و فقہاء کے جو تذکرے آپ کو اس کتاب میں ملیں گے وہ اس اعتبار سے ہیں کہ تقریباً وہ تمام علماء جو کہ غیبت صغریٰ سے لے کر آج تک کے علماء و فقہاء ہیں، اُن میں سے کچھ خاص خاص ہی کا تذکرہ کر پایا ہوں۔ بہت انتخاب کر کے کام کیا گیا ہے، ورنہ ظاہر ہے کتاب کی ضخامت بہت زیادہ ہو جاتی۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ زندگی باقی رہی تو میں ضرور ایک اور مفصّل کتاب علمائے دین (خالص عرفانیات) ہی کے موضوع پر تحریر کروں گا۔

''عباد الرحمٰن'' کی تالیف کے سلسلے میں بہت سی گراں قدر شخصیات نے ناچیز راقم الحروف کے ساتھ مثالی تعاون کیا، میں اُن سب محترم ہستیوں کا تہہِ دل ممنون ہوں۔ میرے اہلِ خانہ اور اہلِ خاندان خاص طور پر میرے والدینِ کرام کی دلی دُعائیں ہیں، جن کی بدولت بحمد اللہ یہ خدمت مجھ جیسے احقر کے ہاتھوں انجام پائی۔

عالی جناب مولانا سجّاد مہدوی صاحب بطورِ خاص شکریے کے حق دار ہیں۔ اس کتاب کی تدوین و تصحیح کے سلسلے میں انہوں نے مجھے محترم المقام، شاعرِ اہلِ بیتؑ جناب سیّد ذوالفقار حسین نقوی صاحب سے ملوایا۔

حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی عاصی قمی صاحب قبلہ کے لیے بھی دل اظہارِ تشکّر بنا ہوا ہے۔ اس کتاب کے سلسلے میں اُن کی نگرانی، رہ نُمائی، مشاورت اور

قدم قدم پر بہی خواہی کی ضمن میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ بقول سیّد ذوالفقار حسین نقوی ؔ۔

آلِ نبیؐ سے دل میں مودّت جو ہو گئی
ذکرِ نبیؐ جہان میں کرتے رہیں گے ہم
پڑھتے رہیں گے، سُنتے رہیں گے حُسینیت
اوصافِ پنجتنؑ ہی کو لکھتے رہیں گے ہم

حجتہ الاسلام مولانا غلام علی عارفی ؔ، حجتہ الاسلام مولانا وصی حیدر، حجتہ الاسلام مولانا محمد حسین کریمی (ان کی اس کتاب کے ضمن میں گراں قدر خدمات ہیں) حجتہ الاسلام مولانا محمد یعقوب شاہد ؔ آخوندی (اُنہوں نے کتاب کی بہتری کے سلسلے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں رکھا اور ان کی ماہرانہ فہم و فراست کتاب کی سرعت کے ساتھ پایۂ تکمیل کے ضمن میں بڑی کام آئی، اِس علمی کاوش کے سرِ ورق اور تزئین و آرائش کے سلسلے میں بھی مولانا موصوف کی خدمات قابلِ قدر رہیں) حضرت سیّد مختار علی ۔ مختار ؔ اجمیری صاحب جن کی شاعرانہ ہُنر مندی اور کاملِ فن ہونا ہمیں اس کتاب کے سلسلے میں بڑا راس آیا اور اُن کا خلوص، اُن کی محبت و شفقت اور مودّت ہمارے لیے نشانِ راہ ثابت ہُوئی۔ شہدائے کراچی کے حوالے سے خاصا گراں قدر کام کرنے والے جناب حسن مرتضٰی، جناب سیّد ساجد حسین نقوی عرف بادشاہ بھائی، جناب سیّد مرتضٰی رضوی، جناب تنزیر حسین اور باب العلم دار التحقیق کراچی (پاکستان) زیرِ اہتمام فروغ ایمان ٹرسٹ کے دیگر تمام کارکنوں کی مشترکہ محنت اور جذبۂ خلوص کو میں سلام عقیدت پیش کرتا ہوں اور اپنے، اہلِ خانہ و اہلِ خاندان و متعلقین سمیت ان سب محترم و مکرم صاحبان کی عبادتوں کی توفیقات میں اضافے کے لیے دلی دُعا گو رہوں گا۔

جناب وقار ؔ صدّیقی اجمیری کیا لا جواب کہتے ہیں۔

یہ سب تمہارا کرم ہے آقا کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے
میں اِس کرم کے کہاں تھا قابلِ، حُضور ؐ کی بندہ پروری ہے

میں احسان مند ہوں اپنے بڑے بھائی محترم احسان علی مرحوم کی تربیت کا، جو انتہائی درویش صفت اور باعمل انسان تھے، اور اپنے بہنوئی شہید انور عباس مرچنٹ کا بھی احسان مند ہوں جو کہ محفل مرتضٰی میں ماہِ رمضان میں شہید کردیے گئے، جو مال خرچ کرنے اور عمل کرنے میں تیز گام تھے۔ خدا ان دونوں بزرگوں کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

مجھے ربِّ کریم نے اپنے بے پایاں فضل وکرم سے چار بچّوں سے نوازا ہے۔ نجف علی سلّمۂ میرا سب سے بڑا فرزند ہے۔ اس کتاب کے سلسلے میں بھاگ دوڑ، مختلف جگہوں، کُتب خانوں وغیرہ سے کتابیں لانا، لے جانا، معلومات اکٹھی کرنا الغرض اِن کا تمام تر تعاون میرے شاملِ حال رہا۔ انہیں بیرونِ ملک جاکر تعلیم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا، لہٰذا بطفیل چہاردہ معصومینؑ وہ اس وقت بیرون ملک حصول علم میں مصروف ہیں۔۔ بیٹی فائزہ فاطمہ سلّمہا کی بھی کتابِ ہٰذا کے ضمن میں بساط بھر خدمات پیش پیش رہیں۔ فائزہ، ماشاء اللہ بچّوں کے دینی مدرسے کی مسئولہ اور ساتویں جماعت کی طالبہ ہیں۔ دینی و مذہبی رُجحان اِن میں بحمد اللہ زیادہ ہے۔ دو بچّے ابھی چھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بحقِّ حضرات محمدؐ وآل محمدؐ ان سب کے ذوق وشوق، علم و عمل اور عرفان وبصیرت کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

آخر میں، میں بُزرگ شاعرِ اہل بیتؑ حضرتِ سیّد مختاؔر علی اجمیری صاحب کے اس خُوب صورت ترین دُعائیہ شعر پر اپنی معروضات کا اختتام کروں گا، جو نا صرف میرے بلکہ یقیناً ہم سب کے دل کی آواز ہے۔

سائے میں رہے پنجتنِ پاکؑ کے ہر دم
کرتا ہے دُعا بس یہی مختاؔر ہمیشہ

خُداوند کریم بحقِ چہاردہ معصومین علیہم السلام ہم سب کو لشکرِ امامِ زمانہ علیہ السلام میں شامل ہونے کی توفیق وسعادت کرامت فرمائے۔ (آمین بجاہِ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

الحمد للہ اس کارِ تالیف کو اس خالقِ منعم، رازق ومکرّم، قادرِ ازلی، عالمِ ابدی، حیِّ احدی، موجودِ سرمدی، غیرِ انتقالِ ولازوالِ اور محمد وآل محمد علیہم السلام کی تائید ونصرت وتوفیق سے ۹ ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ، بروز جمعرات کو مکمل کیا۔

دلی دُعا گو اور طالبِ دُعا

خاکِ پائے حضرات محمدؐ وآلِ محمد علیہم السلام

یُوسف عبّاس نانجی عفی عنہ

کراچی

تقریظ

از.......عالی جناب حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی صاحب قبلہ

بزرگوں کی یادیں

قرآن مجید کی سورۂ مبارکہ یوسف آیت نمبر ۱۱۱ میں ارشاد خداوندی ہے: لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ بے شک ان کے واقعات میں صاحبان خرد کے لیے رہنمائی ہے، کیوں کہ تاریخ سے عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتا ہے۔ درحقیقت اگر ایک بہترین اور تجربہ کار انسان کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو مشکلات اور مسائل کے حل میں ان کی راہ وروش جوان کی زندگی کا حاصل ہے، اہل دقت کی ترقی کا سبب بن جائے گی۔ لہٰذا اہل خرد ایسے تذکروں سے خوش ہوتے ہیں اور عبدالبطن اور عیاش و دنیا پرست لوگ ایسی تحریروں سے ناخوش ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ اس موضوع پر فارسی و عربی میں بہت سی کتابیں موجود ہیں، من جملہ رضا مختاری صاحب کی ''سیمای فرزانگان'' کا جواب نہیں ہے، لیکن اُردو زبان میں تحفۃ الاحباب'' مرحوم علاّمہ مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی اور علاّمہ صادق حسن صاحب کی تقاریر کا تحریری مجموعہ موجود ہے، مگر پھر بھی ضرورت تھی جسے برادر عزیز جناب یوسف عباس نانجی صاحب نے پورا کیا۔ جناب یوسف عباس نانجی صا[illegible]انہی میں سے ایک ہیں جو معاشرے کی بہتری میں بزرگوں، علماء و مجتہدین کی ریاضتوں اور راہ وروش کو مؤثر جانتے ہیں۔ چنانچہ ''عبادالرحمٰن فی کل دھر و زمان'' کے عنوان سے اس کتاب کو انتہائی عرق ریزی سے مرتب کیا جس میں تاریخی اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے۔ اس کتاب میں بشری تاریخ ساز شخصیات کے تذکرے جمع کیے گئے ہیں۔ کیوں کہ کوئی بھی بغیر اسوہ اور مثال کے کہیں نہیں پہنچ سکتا۔

پیغمبروںؑ، رسولوںؑ، ائمہ معصومینؑ اور ان کے بعد علمائے حق، باتقویٰ، متعہد اور دل سوز

شخصیات ہی اسوہ ونمونہ ہیں۔ اگر چہ اصل میں اسوہ حسنہ نبی مکرم ﷺ کی ذات اور ائمہ اہل بیتؑ ہیں، مگر مندرجہ ذیل چند وجوہات کی بنیاد پر دوسرے رتبہ کی شخصیات یعنی علمائے کرام کے تذکروں سے استفادہ چاہتے ہیں:

الف: موجود علمائے کرام اور طالب علم جو ہمارے معاشرے کے ستون و اساس ہیں، ان کی زندگیوں پر غور کریں کہ وہ کیسے رہتے تھے اور انہوں نے خود کو کیسے اس مقام تک پہنچایا۔

ب: مثلاً اگر کہا جائے کہ حضرت علی علیہ السلام ایسے زندگی گزارتے تھے تو ممکن ہے ایک تعداد یہ کہے کہ وہ کہاں اور ہم کہاں؟؟ از آب وخاک دیگر وشہر ودیار دیگرند (وہ کسی اور آب وخاک وشہر ودیار کے رہنے والے ہیں) البتہ صحیح ہے کہ کوئی امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرح نہیں ہوسکتا، کیوں کہ خود حضرتؑ نے عثمان بن حنیف والیِ بصرہ کو خط لکھا جس میں فرمایا: ''الا وانّکم لا تقدرون علیٰ ذالک....'' تم میری طرح زندگی نہیں گزار سکتے۔ البتہ یہ بھی طے ہے کہ ''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ'' اور رسول اللہ تمہارے لیے بہترین نمونۂ عمل ہیں۔ لہٰذا سفر اس راستے پر کرنا ہوگا جس پر نبیؐ اور علیؑ گئے ہیں، اگر چہ ان سے بہت پیچھے چل رہے ہوں۔ چنانچہ ایسے میں اصحاب ائمہؑ اور علماء ومجتہدین کی زندگیوں کا بیان ائمۂ عصمت وطہارت کی عظمت پر بھی دلیل ہوگا اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے بھی موٴثر ہوگا۔ مرحوم شیخ آقا بزرگ کا قول ہے کہ ''بڑے لوگوں کا تذکرہ کرو شاید ہمارے لوگ بھی بڑے ہوجائیں۔''

ج: آج جبکہ بعض کم عقل لوگ ایک سازش کے تحت مرجعیت سے دور ہیں اور دوسروں کو غلط بیانیوں کے ذریعے دور کررہے ہیں ایسے میں یہ کتاب ایک جواب مدلل ومستند ہے۔

د: اپنے اور دوسرے لوگ آشنا ہوں کہ علماء ومجتہدین کی زندگی کیسی ہوتی ہے۔

ہ: بعض افراد مستقبل میں انہی علوم کو پڑھنا چاہتے ہیں، انہیں پہلے سے معلوم ہو کہ یہ راہ کن مشکلات و مسائل کا سامنا کرتی ہے۔ سعدی شیرازی نے خوب کہا ہے کہ "مصیبت کہیں سے بھی صادر ہونا پسند حرکت ہے، لیکن اگر علمائے کرام ایسا کریں تو زیادہ بُری حرکت ہے، کیوں کہ علم ایک اسلحہ ہے شیطان پر حملہ کرنے کے لیے، اگر اسلحہ ضبط کرلیا جائے تو پھر شرمندگی اور افسوس وفساد کے علاوہ کچھ نہیں رہے گا"۔

عالمِ نادان پریشانِ روزگار
بہ زِ دانش مند نا پرہیزگار
کانؔ بہ نابینائی از راہ افتاد
وین دو چشمش بود و در چاہ افتاد

بہر حال جناب یوسف عباس نانجی صاحب نے ایک عظیم المرتبت کام انجام دیا ہے، جو مدتوں موردِ استفادہ بنا رہے گا۔ بحمد اللہ اس کتاب کو طبع ونشر کرنے کی توفیق بھی ہمارے ادارے "باب العلم دار التحقیق" کو ہو رہی ہے۔ اس کتاب کی کمپوزنگ وتزئین وآرائش اور تصحیح میں جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی، جناب مولانا محمد حسین کریمی اور خاص طور پر شاعر و ادیب جناب سیّد ذوالفقار حسین نقوی ان حضرات نے بہت محنت کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مؤلف ومعاونین کی عاقبت وخاتمہ بالخیر فرمائے۔ (آمین)

والسلام

سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی

(مورخہ: ۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۷ مارچ ۲۰۱۰ء بروز بدھ)

تقریظ

از...... عالی جناب سیّد ذوالفقار حسین نقوی صاحب

''خدا کرے کہ عمل اور بھی فزوں تر ہو''

حضرتِ شیرِ خدا، وصیِ رسولؐ۔ ولی اللہ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ''اللہ اچھے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

حجۃ الاسلام جناب مولانا سجّاد مہدوی میرے بہت اچھے دوست ہیں۔ ایک دن اُن کا فون آیا کہ میں یُوسف عبّاس نانجی صاحب کو آپ کے پاس باب العلم بھیج رہا ہوں۔ اُنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے، ذرا دیکھ لیجیے...... وہ دن اور آج کا دن، اب تادمِ آخر میری اور محترم یُوسف عبّاس صاحب کی دوستی پکّی۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم و عمل کی راہ پر سدا رواں دواں رکھے۔ (آمین)

ہر کام، ہر منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک ٹیم ورک ہوتا ہے۔ ''عِبَادُ الرَّحمٰنِ فِیْ کُلِّ دَهْرٍ وَّزَمَان'' کتاب کا مسوّدہ مجھے بہت پسند آیا اور یہ منصوبہ چوں کہ میرے مزاج کے مطابق تھا، اس لیے میرے دل کو بھا گیا۔ جناب مولانا سجّاد مہدوی (ایڈیٹر ماہ نامہ ''طاہرہ'' کراچی) کے لیے دل سے دُعائیں نکلیں۔ اللہ اُن کا اقبال بلند فرمائے (آمین) اس کتاب کے کام کو ناچیز نے زیاراتِ مقاماتِ مقدّسہ کا ایک سفر تصوّر کیا۔ بحری جہاز سے کیا جانے والا یہ سفر بحمد اللہ بہ حُسن و خوبی منزلِ مقصود تک جا پہنچا۔ اب یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سفر میں جہاز کے کپتان محترم جناب یوسف عبّاس نانجی صاحب رہے، اور نگرانِ سفر محترم جناب قبلہ و کعبہ حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی صاحب۔ محترم مولانا محمد حسین کریمی، محترم مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی، راقم

الحروف کے اُستادِ محترم جناب سیّد مختار علی۔ مختارؔ اجمیری صاحب قبلہ اور بابُ العلم دار التحقیق کے دیگر تمام کارکنوں کی شب و روز کی محنت و جاں فشانی، خلوصِ دل سے کی جانے والی کوششیں، میرے والدِ محترم جناب قبلہ سیّد سردار حسین نقویؔ کی پُر خلوص دُعائیں اور ہر گھڑی ہر لمحہ یہ خیال کہ کام اِن شاء اللہ خوب سے خوب تر ہو، ان سب چیزوں نے مل کر اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچادیا الحمد للہ۔ میں ذرا سُست مزاج آدمی ہوں۔ مجھ سے کام تیزی سے نہیں ہوتا۔ محترم مرتضٰی حسن صاحب، محترم مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی صاحب قبلہ، محترم مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی اور محترم مولانا محمد حسین کریمی صاحب کی محبتوں، مودّتوں اور اخلاصِ عمل نے مجھے تیز رفتاری کے ساتھ کام کرنے کی تحریک دی۔ اس کتاب میں اگر کوئی غلطی ہے تو میری وجہ سے، اگر کوئی کوتاہی ہے تو اُس کا ذمے دار میں ہوں۔ اگر کوئی خوبی، اچھائی ہے تو اُس کا کریڈٹ محترم جناب یوسف عبّاس ناجی صاحب اور پوری ٹیم کو جاتا ہے۔ یہ یقیناً ایک مثالی ٹیم ورک تھا، جس کا نتیجہ اب آپ کے سامنے ہے۔

یہ کام کیسا ہے.........؟ آپ فیصلہ کیجیے۔ ناچیز، خاکسار، ہیچ مداں صرف یہ کہے گا کہ محترم یوسف عبّاس صاحب، حجۃ الاسلام والمسلمین محترم مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی صاحب قبلہ اور ہم سب ساتھیوں کی توفیقات میں خداوندِ کریم دن دُونی، رات چوگنی ترویج و اضافہ فرمائے اور ہم سب کا آئندہ:

خُدا کرے کہ عمل اور بھی فزوں تر ہو

حقیقت یہی ہے کہ ربُّ العزّت اور حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کے کرم اور عطائے خاص سے یہ سب کام ممکن ہُوا۔ الحمد للہ ربِّ العالمین۔

خاکِ پائے بابِ مدینۃُ العلم
سیّد ذوالفقار حسین نقویؔ عفی عنہ

(مورّخہ ۱۶ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق یکم فروری ۲۰۱۰ء بروز پیر)

تقریظ

از..........عالی جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی صاحب

طاقتِ تحریر یوسفؔ کو ملی اعجاز سے
ربِّ اکبر نے نوازا آج اِس اعزاز سے
بکھرے دانوں کو پِرو کر، کردیا ہم پر عیاں
یہ شریعت ہم تلک پہنچی ہے کس انداز سے!!

جناب محترم یوسف عباس نانجی صاحب واقعاً داد وتحسین کے لائق ہیں کہ اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود اس عظیم کارِ خیر میں نہایت عرق ریزی کے ساتھ مصروف ہوئے اور متعدد کتابوں کے مطالعے اور علمائے کرام سے کسب فیض کرتے ہوئے ''عباد الرحمٰن'' کے تذکروں کو یکجا کیا، اور آنے والی نسلوں کے لیے ''چراغِ فردا'' روشن کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آئینۂ تاریخ کے ذریعے معاشرے کی اصلاح کو ترجیح دیتے ہوئے ایک عمدہ اور منفرد کام انجام دے کر نسلِ نو کو اس حقیقت سے آشنا کرایا کہ شریعت محمدیؐ ہم تک کیسے اور کن افراد کے ذریعے پہنچی۔ جی ہاں انہی علمائے اعلام کی محنتیں ہیں جنہوں نے اس امانت کو ہم تک پہنچانے میں اپنی اپنی زندگی وقف کردی۔

ذات احدیت نے بھی جب بنی نوع انسان کی ہدایت کا انتظام فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امرِ عظیم کی انجام دہی کے لیے معین فرمایا اور کلامِ مجید کی نعمت سے نوازا تو اس ضمن میں آپ ملاحظہ فرماتے ہیں کہ انبیائے ماسلفؑ کے قصے، حکایات و واقعات ذکر فرمائے ہیں، اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ان واقعات وقصوں میں وعظ ونصیحت پنہاں ہیں، جس کی طرف سورۂ مبارکہ یوسف کی آیت نمبر ۱۱۱ میں اشارہ فرمایا ہے۔

ہر مصلح شخص کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح حق وحقیقت سے معاشرے کو آشنا کرایا جائے۔لہٰذا اس کارِ خیر کو بہم پہنچانے کے لیے کوئی اپنی زبان و بیان کا سہارا لیتا ہے تو کوئی اپنی قلمی طاقت کا۔اور جناب یوسف عبّاس نانجی صاحب نے تاریخ علمائے اعلام کو بنیادی ترجیح دیتے ہوئے ان تذکروں کو جمع فرمایا ہے تاکہ معاشرہ حق وحقیقت سے آشنا رہے۔

خداوند عالم آپ کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور علم ومعرفت کے ذریعے ہم سب کی بھی عاقبت بخیر ہو۔(آمین)

والسلام

محمد یعقوب شاہدؔ آخوندی

محقق ومترجم باب العلم دارالتحقیق

تمہید (۱)

پیمبرانؑ، محمدؐ و آل محمدؐ، چہاردہ معصومینؑ........خُلفائے رحمٰن

خداوندا عقل (۱) اور رحمانی لشکروں کو ہمارے دلوں میں موجود جہل اور شیطانی و نفسانی لشکروں پر غالب فرما۔ ہمیں اپنی محبت کا اسیر قرار دے اور ہمیں نوافل و فرائض کے ذریعے اپنی قربت عطا فرما۔ محمد و آل محمدؐ کے مقدّس نور کو ہمارا ساتھی بنادے اور اُن کی شفاعت ہمارے لیے نصیب فرما دے۔ اہل بیت عصمت وطہارت علیہم السلام خُلفائے رحمٰن اور بنی نوعِ انسان کا نچوڑ ہیں۔ ان کے کلام واحادیث میں وہ معنویت ونورانیت ہے، جو دیگر لوگوں کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ کیوں کہ اُن کا کلام علمِ ربّانی ولدنّی اور فیضِ سُبحانی کے سرچشمے سے نازل شدہ ہے۔ نیز یہ علم خواہشات نفسانی اور نفسِ امّارہ کے اثرات سے دُور اور شیطانِ پلید کی خیانت سے محفوظ ہے۔ چُوں کہ اُن کا کلام، کلامِ خداوندی کا نور، اُن کی احادیث میں جلوہ گر ہے۔ بنابریں مومنین کو جو اُن کی باقی ماندہ طینت سے خلق (۲) اور اُن کی محبت و ولایت کے پانی سے مخلوق ہوئے ہیں۔ لٰہذا ان احادیثِ شریفہ سے وہ روحانی جوش و وجد اور معنوی مسرّتیں حاصل ہوتی ہیں، جن کی تعریف ممکن نہیں۔ نیز ان احادیث کی برکت سے معصومین علیہم السلام کی ارواحِ مقدّسہ اور ان مومنین کے پاکیزہ قلوب کے درمیان معنوی رابطہ برقرار رہتا ہے۔ نیز یہ کہ قرآن مجید فرقانِ حمید کو آسمان سے لے کر زمین تک کھنچی ہوئی رسّی کہا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآنِ کریم عالمِ

....

۱۔ درج بالا متن حضرت امام خمینیؒ کی کتاب ''شرح حدیث جنودِ عقل و جہل'' سے لیا گیا ہے، جو کہ امام خمینیؒ کی شرح چہل حدیث میں سے اٹھائیس نمبر کی حدیث ہے۔ یہ کتاب آثارِ امام خمینیؒ بین الاقوامی اُمور تہران (ایران) نے شائع کی ہے۔

۲۔ مشہور حدیث ہے: اللّٰھم ان شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا..........

قُدس اور انسانی ارواح کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتا ہے۔

لٰہذا اس کتاب ''عبادُ الرّحمٰن فی کُلِّ دھرٍ وّ زمان'' میں چیدہ چیدہ علمائے اعلام و فقہائے کرام کے واقعات جمع کیے گئے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی انسان تھے۔ ان سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہوں گی۔ لیکن ان کی جو سعی و جہاد فی النّفس ہے، وہ ضرور ہمارے لیے مشعلِ راہ ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ یہ سب شخصیات محمد وآلِ محمدؐ کے علوم کی نشر و اشاعت اور دینِ مبین اسلام کو جمال بخشنے والی تھیں۔

(۲)

شیعیت کے مراکز و منابعِ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؑ

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ دینِ مبینِ اسلام کی نورانی کرنیں چھا جانے کے بعد پیغمبر اسلام آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مدینۂ منوّرہ میں ایک عام درس کا اہتمام کیا جاتا تھا، جس میں اصحابِ کرامؓ کو آیاتِ قرآنی اور احادیثِ مُبارکہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ آپؐ کی ظاہری حیات کے بعد آپؐ کے جانشین حضرت مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ نے وقتِ شہادت تک علوم و عرفانیات کے جو دریا بہائے، اُن کے تناظر میں مسائلِ اُمّتِ مسلمہ حل کرنے کے سلسلے میں مولا علیؑ ابن ابی طالبؑ کو متواتر زحمت دی جاتی اور عرض کی جاتی، یا علیؑ! یا علیؑ! یا علیؑ! ذرا یہ مشکل حل کیجیے...... ذرا یہ مسئلہ حل فرما دیجیے........ وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر معاملاتِ حیات پر حضرت علی علیہ السلام نے علم و عرفان کا نہایت گراں قدر ذخیرہ عنایت فرمایا۔

بعد ازاں اسلامی مکتبِ فکر (جسے اوپن یونیورسٹی کہا جائے تو زیادہ مناسب ہے) کے سب سے بڑے شاہکار (راہِ خدا میں عظیم ترین قربانیوں کے اعتبار سے) حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام نے میدانِ کربلا میں درسِ عمل دیا۔ اس درس کے لیے کیا کہا جائے۔ مولانا محمد علی جوہرؔ نے کہا۔

قُربانیِ حسینؑ کی ملتی نہیں مثال
کرب و بلا سے پہلے نہ کرب و بلا کے بعد
قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بلکہ اگر اس کو یوں کہا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا "اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد"

کربلا میں امامِ عالی مقامؑ نے اسلامی، انسانی فکر کے تناظر میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، کہ حق اور باطل میں ابد تک کے انسانوں کے لیے ایک حدِ فاصل قائم کردی۔ بعد ازاں چوتھے امام حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام، چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام نے مدینۂ منوّرہ میں دروس کا سلسلہ جاری وساری رکھا، یہاں تک کہ مصلحتِ خداوندی کے نتیجے میں امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت واقع ہوئی۔

غیبتِ کبریٰ شروع ہونے کے بعد مدینۂ منوّرہ سے یہ علوم اور دُروس قم المقدسہ، بغداد، کاظمین، نیشاپور، اصفہان، حلب، شام، جبلِ عامل اور نجفِ اشرف وغیرہ میں منتقل ہوئے اور خاص کر حلّہ شیعیت کا ایک زبردست مرکز بنا۔ بالخصوص اصفہان (نصفِ جہان) نے بھی علوم وعرفانیات میں خاص الخاص شہرت حاصل کی اور بڑے بڑے علماء کا تعلق اصفہان سے رہا ہے۔ پھر جبلِ عامل سے بھی بحمداللہ بڑے جیّد علمائے تشیّع پیدا ہوئے۔ بعدازاں نجفِ اشرف بھی تشیّع کا اہم ترین مرکز بنا رہا۔ لیکن گزشتہ سو سال سے بالعموم اور پچاس سال سے بالخصوص ایران کا معروف شہر قم المقدسہ ایک زبردست مرکزِ علومِ اسلامی بن چکا ہے۔ لہٰذا بحمداللہ علومِ حضرت محمدؐ وآلِ محمدؐ کی ترقی وترویج کی جو صورت ہم آج دیکھ رہے ہیں، اُس میں مکہ معظّمہ، مدینۂ منوّرہ، شام، یمن، کربلائے معلیٰ، مشہدِ مقدس، کاظمین، قم المقدسہ، اصفہان، نیشاپور، حلّہ، بغداد، حلب، جبلِ عامل، کاشان، الغرض اطراف واکناف کے علاقوں کا کردار نمایاں نظر آتا ہے۔ لہٰذا اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو شیعیت کو فقط ایرانی رنگ دینا کسی طور بھی درست طرزِ فکر نہیں، گو کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ایران کا اس ضمن میں نہایت اہم کردار رہا ہے۔

جب آپ کتابِ ہٰذا کا بغور مطالعہ کریں گے تو اِن تمام ممالک کے نام بھی آپ کے سامنے آئیں گے۔ لہٰذا اس کتاب کو کسی خاص مسلک کے تناظر ہی میں نہ دیکھا جائے، بلکہ یہ بھی دیکھا جائے کہ اس میں وہ پُر تاثیر تذکرے شامل کیے گئے ہیں، جن میں رحمانی کرداروں نے اپنی اہلیت ثابت کی، نیز نفسانی کرداروں کو شکست دینے کی کوشش کی ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اُس کے دین کی عظمتوں کی راہ میں قربانیاں دینے والوں کے تذکرے ہیں۔ اس میں فقط مجتہدین، مراجع عظام ہی کے تذکرے نہیں، عالمِ دین صاحبان اور عام جہادی سپاہی سب کے تذکرے شامل ہیں، جیسے علامہ حلّی بھی ہیں اور ڈاکٹر مصطفیٰ چمران شہید بھی۔ تیسری صدی، غیبتِ صغریٰ کے زمانے سے آج تک جتنے نام ور فقہاء (مراجع)، علماء، حکماء، صلحاء اور شہداء گزرے ہیں، ہم نے کوشش کی ہے کہ اُن میں سے انتخاب کر کے ایک اجمالی کاوش سُپردِ قلم کی جائے۔ اگر اس کاوش میں کسی خاص شخصیت کا تذکرہ رہ گیا ہے یا ہم نہیں کر سکے تو ہماری کوتاہی شمار ہوگی۔ اس میں محدّث بھی شامل ہیں، فقیہ و عالم بھی۔ درحقیقت فقہ، علمِ دین، علمِ حدیث، علم و حکمت الغرض مختلف شعبوں کے علماء کے تذکرے تحریر کیے گئے ہیں۔ تقریباً تمام دینی شعبوں کے علماء نیز شہدائے کرام کی کرامات بھی اس کتاب کی زینت ہیں۔

جناب سیّد نعمت اللہ جزائریؒ کے حالات و واقعات چوں کہ بہت دلچسپ، معلوماتی اور سبق آموز ہیں، لہٰذا اس تحریر کو جناب محمد تنکابنی کی تالیف کردہ کتاب "قصص العلماء" سے مِن و عَن لیا گیا ہے۔

شیعہ فقہ و دانش، علم و عرفان کے پہلے پہل مراکز مکۂ معظّمہ، مدینۂ منوّرہ، کربلائے معلیٰ، بغداد وغیرہ ہیں اور ان کے بعد نجفِ اشرف، جبلِ عامل، حلّہ، حلب، اصفہان، نیشاپور، سامرہ، قم المقدسہ، ان کے علاوہ شیراز، ہمدان، مشہدِ مقدس، یزد، کاشان، تبریز، زنجان وغیرہ

بھی سرفہرست ہیں۔ تاہم عصرِ حاضر میں قم المقدسہ اور نجفِ اشرف ہی صحیح معنوں میں علوم و عرفانیات اور رُوحانیت کے مراکز ہیں۔ یہیں سے علماء وفقہاء ایران، عراق، شام، بحرین، انڈیا، پاکستان، افریقہ، امریکا اور دیگر تمام ممالک میں سفر کرتے ہیں، عارضی اور مستقل قیام کرتے ہیں اور مسلموں، مومنین الغرض تمام بندگانِ خدا کی رہ نمائی کا فریضہ بہ حُسن وخوبی ادا کرتے ہیں۔

چوں کہ کتاب ہٰذا میں تمام فقہاء کا تذکرہ ناممکن ہے اور ان کے اقوال و آثار مختلف جگہوں پر بکھرے ہوئے ہیں اور بلادِ تشیّع میں پھیلے ہوئے ہیں، لٰہذا ہم نے غیبتِ صغریٰ سے اب تک خاص بندگانِ خُدا، عارفانِ راہِ حق کے حالات و واقعات کا ایک اجمالی خاکہ جمع کرنے کی سعی کی ہے۔ ایک ادنیٰ طالبِ علم کی حیثیت سے انہیں جمع کیا ہے تاکہ مجھ جیسے طالب علموں کے لیے جو شوق و ذوق رکھتے ہوں، اُنہیں ایک ہی جگہ کچھ خوشبو و عطر مِل جائے، باقی گنجینۂ مُشک کی طلب میں وہ خود آگے بڑھیں گے۔ اِن شاء اللّٰہُ العزیز.

لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم

اس کتاب میں معیار صرف خواہشِ نفس پر قابو پانا ہے، یعنی کہ ان لوگوں نے خودخواہی کے بجائے خُدا خواہی کی ہے اور یہی ان کے عبادالرحمٰن ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

(۴)

''کُتبِ اربعہ''

مذہبِ امامیہ میں احادیث کی کُتب کے بارے میں یہ بات مدِ نظر رکھنی چاہیے کہ غیبتِ صغریٰ تک اکثر وبیش تر احادیثِ مُبارکہ گڈ مڈ یعنی آپس میں مِلی ہوئی تھیں۔لہٰذا ثقۃ الاسلام حضرت شیخ محمد ابنِ یعقوب کلینیؒ نے بیس سال کی محنت شاقہ اور جہدِ مسلسل کے نتیجے میں بہت سے سفر اور صعوبتوں کے بعد اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''اصولِ کافی''، مکمّل کی معتبر احادیثِ مُبارکہ کو چُن لِیا، نیز سب کو الگ الگ عنوانات کے تحت باب (Chapter) بنا کر تالیف کیا۔اس کے ساتھ ہی عقائد اور فروعات دونوں کو علیحدہ علیحدہ عنوان دیا۔

اس کتاب میں آپ نے ہزاروں احادیثِ مُبارکہ جمع کیں۔اس ضمن میں قم المقدسہ، کاشان، بغداد، حلّہ، سامرہ، کاظمین اور دیگر شہروں اور مقامات کا سفر وسیلۂ ظفر کیا اور یوں ''کافی'' مرتّب ہوئی۔

''اصولِ کافی'' کل ۱۶۱۹۹ (سولہ ہزار ایک سو ننانوے) احادیث پر مشتمل ایک جامع کتاب ہے۔آپ نے غیبتِ صغریٰ کا پورا دور دیکھا۔مولانا صادق حسن صاحب کے ایک درس کی روشنی میں ایک اندازے کے مطابق آپ کا سنِ ولادت ۲۵۰ھ کے لگ بھگ ہے۔

جناب شیخ محمد ابنِ یعقوب کلینیؒ عظیم کارہائے نمایاں انجام دے کر ۳۲۹ھ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔کہا جاتا ہے کہ آپ نے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت کا زمانہ پایا تھا۔آپ کا لقب رازی ہے۔

ان کے بعد جناب محمد بن علی یعنی کہ حضرتِ شیخ صدوقؒ نے احادیثِ مُبارکہ کی عظیم الشان کتاب مرتّب کی، جس کا نام ''مَنْ لا یَحْضُرُہُ الفَقِیہ'' منتخب کیا، جس میں آپ نے وہ

تمام احادیثِ مُبارکہ جمع کیں، جو آپ کے نزدیک قابلِ اعتبار تھیں۔ اس میں احادیثِ مُبارکہ کی کل تعداد ۹۰۴۴ ہے۔ جناب شیخ صدوقؒ ۳۸۱ھ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

ان کے بعد جناب محمد بن حسن طوسی یعنی شیخ الطائفہؒ کا دور آیا اور اُن کو جو ذخیرہ اِس ضمن میں معتبر محسوس ہوا، اُس کو ترتیب دے کر ایک کتابی صورت دی، جس کا نام ''تہذیب'' رکھا، جس میں کل ۱۳۵۹۰ (تیرہ ہزار پانچ سو نوّے) احادیثِ مُبارکہ ہیں، اس کے بعد اسی موضوع پر ایک دوسری کتاب تالیف کر دی، جس کا نام ''استبصار'' رکھا۔ اس کتاب میں کل ۵۵۱۱ احادیثِ مُبارکہ ہیں۔ جناب شیخ طوسیؒ بھی اپنے پیش رو بزرگوں کی طرح کارہائے نمایاں انجام دے کر ۴۶۰ھ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یُوں یہ چار کُتبِ مذہبِ امامیہ کی اساس میں شامل ہو گئیں اور ان ہی کُتب کو ''کتبِ اربعہ'' کہا جاتا ہے اور ان کو جمع کرنے والے تین حضرات کے نام چوں کہ ''محمد'' کے نامِ نامی سے شروع ہوتے ہیں، لہٰذا انہیں ''محمّدون الاوّلون'' کہا جاتا ہے۔

انتہائی دلی و ذہنی وفکری محنت اور جاں فشانی سے تیّار کردہ یہ آسمانِ شیعیت پر چار کتابیں ہیں، جن کی مِثل آفتاب و ماہتاب نورانیت سے آج بھی مذہبِ تشیُّع کو گویا چار چاند لگے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ یہ غیبتِ صغریٰ کے فوراً بعد تالیف ہوئیں، لہٰذا انہیں اوّلون کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسی طرح آخر کے زمانے میں بھی بحمد اللہ تین محمد ہوئے۔ پہلے جناب محمد بن مرتضیٰ یعنی حضرتِ فیض کاشانیؒ، جنہیں محسن کا لقب بھی دیا گیا ہے، اُنہوں نے معروف کتاب ''وافی'' لکھی، جو کہ ''اُصول وفروع کافی'' کی شرح ہے۔

دوسرے جناب محمد بن حسن بن حُر عاملیؒ ہیں، جنہوں نے اٹھارہ سال کی مسلسل محنت کے بعد یگانہ روزگار کتاب ''وسائل الشیعہ'' تحریر کی۔

آپ کو صاحبِ وسائل بھی کہا جاتا ہے۔ تیسرے محمد حضرتِ مُلّا محمد باقر مجلسیؒ ہیں۔ آپ کے کارہائے نُمایاں ہر شیعہ بخوبی جانتا ہے۔ مشہورِ عالم کتاب ''بحارُ الانوار'' آپ ہی کے زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ آپ نے احادیثِ مُبارکہ کے ساتھ نصِ قرآنی کو پیش کیا، پھر اُس پر استدلال بھی قائم کیا، اور جیّد علماء وحکماء کے طرزِ فکر کو بھی بہ حُسن وخوبی پیش کیا۔ اقوالِ مُبارکہ بھی سامنے رکھ دیے اور تحقیق وتدوین بھی کی۔

اس طرح چوں کہ یہ تین محمد دورِ آخر کے ہیں، لہٰذا ان کو ''محمدُ ون الآخرون'' بھی کہا جاتا ہے۔ علم کے متلاشی ہر قاری کے لیے ان کُتب کا تعارف اور مطالعہ بہت ہی ضروری اور مُفید ہے، کیوں کہ عصر حاضر کے تمام علماء، حکماء، فقہاء، ذاکرین، مقرّرین، شعراء، ادباء وغیرہ قرآن حکیم، نہج البلاغہ، صحیفۂ کاملہ وغیرہ کے بعد ان کتابوں ہی کے حوالے دیتے ہیں۔ آج کل یہ تمام کُتب (ذخیرہ ہائے علم وادب) باآسانی دستیاب ہیں۔ تمام انسانوں، تمام مسلمانوں بالخصوص ملّتِ تشیُّع سے تعلّق رکھنے والے ہر فرد کے گھر میں ان کتابوں کی موجودگی (اور خاص طور پر ان کا مطالعہ) باعثِ ثواب ورحمت ہی نہیں، انجام بخیر ہونے والی زندگی کے لیے اشد ضروری اور لازمی ہے۔

(۴)

علم اور علماء کی فضیلت واہمیت

حدیث میں ہے کہ علم کے تین درجے بیان کئے گئے ہیں

"جو پہلی بالشت پر پہنچا وہ تکبر کا شکار ہو گیا

جو دوسری بالشر پر پہنچا وہ عاجز و منکسر ہو گیا

جو تیسری بالش پر پہنچا وہ جان گیا کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔"

قرآن مجید فرقانِ حمید میں پہلی وحی:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔

علم ہی کے بارے میں آئی۔ اپنے کلامِ پاک میں ربُّ العزّت ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ۔ (سورہ فاطر، آیت ۲۸)

"اُس کے بندوں میں تو خدا کا خوف کرنے والے تو بس علماء ہیں۔"

اسی طرح رسولِ کریم، رحمۃ للعالمین آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

"علم حاصل کرو، خواہ اس کے لیے چین جانا پڑے۔"

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔"

"علم جنّت کے راستوں کا نشان ہے۔"

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں، لہٰذا جسے تحصیلِ علم کرنی ہو، اُسے چاہیے کہ دروازے سے آئے۔"

بابِ مدینۃ العلم حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے (نہج البلاغہ میں موجود) کمیل

بن زیادؓ سے جو مکالمہ کیا، وہ درج ذیل ہے:

کمیلؓ فرماتے ہیں: عشاء کی نماز کے بعد امیر المومنین، امام المتقین حضرتِ مولا علی علیہ السلام نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور صحرا کی طرف چلے، وہاں پہنچ کر آپؑ نے ایک سرد آہ کھینچی اور فرمایا:

''اے کمیل! یہ دل برتنوں کی طرح ہیں، بہترین دل وہ ہے جو علم کے لیے زیادہ جگر اور مقام رکھتا ہو۔ اے کمیل! صاحبانِ مال ہلاک ہیں، اگرچہ ظاہراً زندہ ہیں اور علماء ہمیشہ زندہ ہیں اور کبھی مرنے والے نہیں۔ عالم کی باتیں ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔ مومن اور نیک لوگ اُس کو اپنا رُوحانی باپ، اُستاد تصوّر کرتے ہیں۔ علماء انبیاءؑ کے وارث ہوتے ہیں۔''

امام زمانہ علیہ السلام نے روایت تحریر فرمائی ہے کہ ''اے ابو اسحاق! وہ مسائل جو نئے پیدا ہوں، اُن میں ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو، وہ تم پر حجت ہیں اور میں اُن پر حجت ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاءؑ کے بعد خدا کے نزدیک سب سے افضل مقام اور درجہ علماء کا ہے۔''

رسولِ کریم آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کے باعمل علماء بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کی مانند ہیں۔'' مشہور ہے کہ متّقی، پرہیزگار، باعمل علماء کی رحلت پر زمین و آسمان کے فرشتے وغیرہ گریہ کرتے ہیں۔ یہ بھی احادیثِ مُبارکہ میں ملتا ہے کہ علماء شہداء پر بھی فضیلت رکھتے ہیں۔ اسی لیے طلبِ علم کرنے والوں کے لیے بھی بہت زیادہ اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ الحمد للہ آج بھی مذہبِ حقّہ کے پیروکاروں میں بے شمار جوان، بچّے علم کی پیاس بُجھانے کے لیے قم المقدسہ، نجف اشرف وغیرہ کا رُخ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم سے علم حاصل کرتے ہیں۔ یہی طلباء جب علمِ دین حاصل کرتے ہیں تو اُسی کے فیض سے قریہ قریہ، دیہات، شہروں اور مختلف ملکوں میں جا کر نا صرف مذہبِ حقّہ

یعنی تشیُّع کوفروغ دیتے ہیں، بلکہ دنیا بھر میں حق کے متلاشیوں کو نورِ علم وعرفان عطا کرتے ہیں اور یوں اُن کا علم وعمل ثوابِ دارین، ثوابِ جاریہ بن جاتا ہے۔

(۵)

''حسینیت یعنی پیغامِ حسینیؑ کے تناظر میں عزاداری''

یہ کتاب ''عباد الرحمٰن فی کل دھرٍ وزمان'' جو مسلمین ومومنین اور دنیا کے دیگر مذاہب کے انسان پڑھیں گے، وہ لازماً منبرِ حسینیؑ سے واقف ہوں گے۔ یہ بات نامناسب ہوگی، اگر مجلسِ امام حسینؑ، منبرِ امام حسینؑ اور خطباء وذاکرین کی ایک مختصر اجمالی تاریخ تحریر نہ کی جائے۔

برصغیر پاک وہند میں مجالس وماتم حسینیؑ کی ایک اپنی تاریخ ہے، جو کہ مختلف دینی کُتب میں مِل جائے گی۔ ہم یہاں پر فقط کراچی کی گزشتہ پچاس سالہ تاریخ کا ایک مختصر تذکرہ کریں گے، اس لیے کہ شیعہ مذہب کا ایک عام قاری بھی بحمد اللہ علمی وادبی استعداد رکھتا ہے، جو کہ بصیرت افروز ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ امام حسینؑ کی یاد و ذکر و فکر پہ مبنی یہ مجالس درحقیقت اوپن یونیورسٹیز ہیں۔ جو چاہے یہاں کسبِ علم کے لیے آجائے، مکتب و مدرسۂ حسینیؑ کے دروازے سب کے لیے کھلے ہوئے ہیں اور تا قیامت کھلے رہیں گے۔

کراچی شہر کے خاص خطبائے کرام وذاکرین جنہوں نے واقعی مذہبِ حقّہ کی خدمت کی ہے اور بلا شبہ دینِ اسلام کے دونوں مضبوط فرقوں کی اکثریت اُن کی مجالس میں حاضر بھی رہتی ہے، اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: (اس تحریر کا مقصد یہ ہے کہ بحمد اللہ شیعہ قوم علمی ورثے سے مالا مال ایک علم دوست قوم ہے)

مرحومین ومغفورین: (اللہ ان سب کے درجات بلند فرمائے، آمین)

جناب قبلہ وکعبہ علاّمہ علی نقی نقن صاحب، جناب علاّمہ رشید ترابی صاحب، جناب علاّمہ سیّد ذیشان حیدر جوادی صاحب، جنابِ مولانا سیّد رضی مجتہد صاحب، جناب مولانا کلبِ عابد صاحب، جناب مولانا مصطفیٰ جوہر صاحب، جناب مولانا سیّد محمد دہلوی صاحب، جناب

علاّمہ سیّد ابن حسن جارچوی صاحب، جناب مولانا سیّد ابن حسن کربلائی صاحب، جناب مولانا سیّد محمد نقی سہارن پُوری صاحب، جناب مولانا غلام عسکری صاحب، جناب مولانا محمد اسماعیل دیوبندی صاحب (فاتح ٹیکسلا)، جناب مولانا سیّد اظہر حسین زیدی صاحب، جناب مولانا توقیر زیدی صاحب، جناب مولانا سیّد حسن ترابی صاحب، جناب مولانا مفتی نصیر الاجتہادی صاحب، جناب مولانا شبیر انصاری صاحب، جناب علاّمہ عقیل ترابی صاحب، جناب مولانا سیّد عرفان حیدر عابدی صاحب، جناب مولانا شفیق رضوی صاحب، جناب عبّاس حیدر عابدی صاحب ودیگر.........

بحمد اللہ موجودہ خطبائے کرام وذاکرین صاحبان:

جناب قبلہ وکعبہ علاّمہ طالب جوہری صاحب، جناب مولانا ڈاکٹر کلبِ صادق صاحب، جناب علاّمہ آیت اللہ سیّد عقیل الغروی صاحب، جناب علاّمہ سیّد رضی جعفر نقوی صاحب، جناب مولانا مفتی طیّب آغا الجزائری صاحب، جناب مولانا حافظ تصدّق حسین صاحب، جناب مولانا پروفیسر علی رضا شاہ نقوی صاحب، جناب مولانا صادق حسن صاحب، جناب مولانا سیّد جان علی شاہ کاظمی صاحب، جناب مولانا سیّد محمد علی نقوی صاحب، جناب مولانا سیّد حسن ظفر نقوی صاحب ، جناب مولانا ڈاکٹر حسن رضوی صاحب (مفسّرِ قرآن)، جناب مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی صاحب، جناب مولانا نسیم عبّاس صاحب، جناب مولانا پروفیسر عبد الحکیم بوترابی صاحب، جناب مولانا سیّد شبیر الحسن طاہری صاحب، جناب مولانا سیّد آلِ احمد بلگرامی صاحب، جناب مولانا سیّد علی کرار نقوی صاحب، جناب مولانا سیّد علی مرتضٰی زیدی صاحب، جناب مولانا عبّاس کمیلی صاحب، جناب مولانا شبیر میثمی صاحب، جناب مولانا منوّر مہدی صاحب، جناب مولانا سیّد شبیہ واسطی صاحب، جناب مولانا غلام علی وزیری صاحب، جناب مولانا سیّد خورشید عابد نقوی

صاحب، جناب مولانا سیّد محمد عون نقوی صاحب، جناب مولانا آغا نسیم الزّماں صاحب، جناب مولانا منوّر نقوی صاحب، جناب مولانا سیّد قاسم رضا جارچوی صاحب، جناب مولانا سیّد کمال حیدر رضوی صاحب، جناب مولانا سیّد رضوان حیدر رضوی صاحب، جناب مولانا سیّد یاسر نقوی صاحب، جناب مولانا صادق عباس صاحب، جناب مولانا محسن علی صاحب، جناب مولانا سیّد باقر حسین زیدی صاحب، جناب مولانا ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی صاحب، جناب مولانا حافظ ذوالفقار علی شاہ صاحب، جناب مولانا سیّد فرقان حیدر عابدی صاحب، جناب مولانا مرزا یوسف حسین صاحب، جناب مولانا سیّد شوکت حسین شوکت صاحب، جناب مولانا غلام علی عارفی صاحب، جناب مولانا محمد حسین کریمی صاحب، جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی صاحب، جناب مولانا سیّد شہریار عابدی صاحب، جناب ڈاکٹر علی عباس صاحب، جناب ڈاکٹر سیّد ظفر حیدر صاحب، جناب مولانا محمد اکبر درس صاحب، جناب مولانا محمد اصغر درس صاحب، ذاکرِ اہلِ بیتؑ جناب سیّد نسیم حیدر نقوی صاحب اور دیگر..........

ان علمائے کرام اور ذاکرین وخطبائے عظام میں سے ہر ایک اپنی جگہ محنت کرتا رہا (بہت سے نام طوالت کے باعث لکھنے سے رہ گئے ہیں، اُن سب کی پُر خُلوص خدمات بھی اپنی جگہ قابلِ ستائش ہیں) خاص کر مولانا نقّن صاحب قبلہ جن کی مجالس میں پُرانے وقتوں میں زبردست مجمع ہوا کرتا تھا۔ ان کے بعد منبر کا دوسرا نام جناب قبلہ علاّمہ رشید ترابی صاحب کہ جن کے فنِ خطابت کی داد تمام مسالک کے لوگ دیتے تھے۔ ان تمام علماء نے شیعہ قوم کی فکری، رُوحانی اور معنوی ترقّی میں اپنی اپنی جگہ نہایت اہم کردار ادا کیا، اور اس قوم کے اکثر افراد کو علم شناس، امام حسینؑ شناس اور دین شناس بنادیا۔ دل سے ہماری قوم کی اکثریت خداپرست ہے الحمدللہ۔ خدا کرے کہ عمل یعنی اعضاء و جوارح سے بھی خداپرست ہوجائے۔ (آمین)

عہدِ حاضر میں علاّمہ طالب جوہری صاحب قبلہ قرآنِ کریم کی آیات کے معنی و مطالب

کو بڑے دل نشین اور سادہ الفاظ میں سمجھاتے ہیں اور گزشتہ چالیس برس سے منبر پر فنِ خطابت کی جوہر آفرینی سے ثوابِ دارین حاصل کر رہے ہیں۔ بحمد اللہ آپ ملّتِ اسلامیہ کا اثاثہ ہیں۔ دقیق سے دقیق مسئلہ آسانی سے سمجھانا واقعی آپ کا کمال ہے۔ یہ سب ذکرِ حضرت محمدؐ و آلِ محمدؐ کا اعجاز ہے۔ آپ کے فرزندگان میں بھی ذاکری اور خطابت کا اثر آپ کی شب و روز محنت، خُلوص اور کوششوں کا ثمرہ ہے۔ ''اللہ کرے زورِ خطابت اور زیادہ'' (آمین)۔ اللہ آپ کو صحت وتندرستی اور شادابی وتوانائی سے سدا ہمکنار رکھے۔ (آمین)

آپ کا خطاب سننے کے بعد قرآنِ کریم کی تلاوت کرنا ایک عجیب کیفیت پیدا کرتا ہے، جو کہ تمام مومنین جانتے ہیں اور مانتے بھی ہیں۔ آپ کی عزّت وتوقیر تمام فرقوں کے لوگ اور علمائے کرام سبھی کرتے ہیں۔

خداوند کریم سے دُعا ہے کہ آپ سدا خدمتِ عزائے سیّد الشہداء علیہ السلام میں مصروفِ عمل رہیں۔ (آمین)

حجۃ الاسلام والمسلمین جناب مولانا صادق حسن صاحب قبلہ کی بھی ذکرِ امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے نہایت گراں قدر خدمات ہیں۔ نوجوان نسل کے افراد کو ڈاڑھی رکھنے کی طرف مائل کرنا، دیگر اسلامی تعلیمات سے بہرہ مند کرنا، نیز حج اور عمروں، مجالس اور محافل اور دیگر حوالوں سے آپ معنویت سے بھرپور خاصا کام کرتے رہے ہیں اور آپ کی مثالی خدمات قابلِ تقلید اور لائق قدر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مشنِ حضرت امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں اور استقامت نصیب فرمائے۔ (آمین)

اس کے علاوہ ہندوستان سے تعلق رکھنے والے جناب علاّمہ آیت اللہ سیّد عقیل الغروی صاحب قبلہ بھی ایک خاص اسلوب کے مالک ہیں اور آپ کی خطابت کی شان بھی ماشاء اللہ ایسی دل پزیر ہے، جس کو لفظوں میں بیان کرنا آسان نہیں۔

یہاں میں علاّمہ عقیل الغروی صاحب قبلہ ہی سے سُنا ہوا ایک شعر آپ کے ذوقِ مودّت کی نذر کرتا چلوں ۔

جب زباں پر کبھی آجاتا ہے نامِ عبّاسؑ
دیر تک ہونٹوں سے خُوشبوئے وفا آتی ہے

یہ بہترین شعر علاّمہ سیّد ذیشان حیدر جوادیؒ (مرحوم و مغفور) کا ہے، جسے علاّمہ عقیل الغروی صاحب ہر سال ۸؍محرّم کو پڑھتے ہیں۔ اس مرتبہ اُنہوں نے اپنی تقاریر میں یہ پیغام دیا جو وقت کی ضرورت ہے۔ ''رسم و رواج کے پابند نہ بنو، حکم کے پابند بنو۔''

آپ کا خطاب سُن کر مجلسِ عزا میں سامعین و ناظرین رُوحانی کیفیات کو محسوس کرتے ہیں۔ بحمد اللہ جذب و کیف کا (علم و معرفت کے تناظر میں) آپ ایک سماں باندھ دیتے ہیں۔ کچھ بتانے، سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ سامعین و ناظرین (مومنین کرام) کو بھی برادرانِ عزیز کہہ کر جانچتے، تولتے اور پرکھتے ہیں، پھر اپنا پیغامِ حق دے کر خاموش ہو جاتے ہیں۔

آپ کا ایک لفظ ''بہر حال'' بڑی سے بڑی بات کے بعد مسکرا کر ''بہر حال'' کہنا بہت پیارا محسوس ہوتا ہے۔ آپ بھی ''اتّحاد بین المسلمین'' کے واقعتاً داعی ہیں۔

المختصر تمام بلند مرتبت ذاکرین و خطباء صاحبانِ کرام نے شیعہ قوم کو بالخصوص اور تمام اُمّتِ مسلمہ کو بالعموم ایک معنوی فکر دے دی ہے، لہٰذا اس کتاب کو پڑھنے والے ہر قاری سے یہی کہنا ہے کہ قرآنی آیات، خطباتِ نہج البلاغہ، علم اور علمائے کرام کی فضیلت و اہمیت، کُتبِ اربعہ، ذاکرین و خطباء کا بیان یعنی کتاب ''عبادالرحمٰن فی کلّ دھرٍ وّ زمان'' اِن شاءاللہ آپ کو ایک ایسی مجلسِ عزا میں لے جائے گی، جہاں حسینیت کے بہتّر (۷۲) تاریخی چراغ (کبھی نہ بجھنے والے) فروزاں ہوں گے۔

(۶)

اجتہاد کی برکات

(گزشتہ ۱۳۱ سال یعنی ۱۳۰۰ھ سے ۱۴۳۱ھ عصرِ حاضر تک)

۲۶۰ھ سے ۱۴۳۱ھ تک کے منتخب جیّد علماء وفقہاء کے تذکرے کتابِ ہٰذا میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ۱۳۰۰ھ سے ۱۴۳۱ھ یعنی آج تک مختلف علمائے کرام اور فقہائے عظام نے دینِ مبین اسلام کی دل وجان سے خدمت کی۔ انہی گراں قدر خدمات کے نتیجے میں جمہوریہ اسلامیہ ایران میں اسلامی انقلاب برپا ہوا، جس کے بانی حضرت امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔ لہٰذا ''عباد الرحمٰن'' میں انہی علماء وفقہاء اور شہداء کے حالات و واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جنہوں نے ''جہاد فی النفس'' کیا اور کفر کے مقابلے میں بھی جہاد کیا۔ اسی تناظر میں ضرورت محسوس ہوئی کہ کچھ علماء جو کہ ۱۳۰۰ھ سے ۱۴۳۱ھ یعنی آج تک کے عرصے میں گزرے ہیں، اُن کا تذکرہ بھی ہم یہاں بطورِ خاص کریں۔

جناب شیخ مرتضیٰ انصاریؒ کے بعد مرجعیت کے اعلیٰ ترین منصب پر حضرت آیۃ اللہ سیّد محمد حسن شیرازی المعروف شیرازی بزرگؒ، حضرت آیۃ اللہ سیّد محمد کاظم یزدیؒ، جناب مرزا محمد تقی شیرازیؒ، حضرت آیۃ اللہ شریعت اصفہانی، حضرت آیۃ اللہ حجت کوہ کمرہ ای، حضرت آیۃ اللہ ہادی میلانیؒ، جناب جمال الدین گلپائگانیؒ، جناب شیخ محمد رضا کربلائی، حضرت ہبیت الدین شہرستانیؒ، حضرت سیّد عبد الاعلیٰ سبزواریؒ، فائز ہوئے۔ آپ کے بعد جناب مرزا نائینیؒ، حضرت آیت اللہ محمد فشارکی اصفہانیؒ، حضرت سیّد عبد الحسین لاریؒ، جناب شیخ جواد بلاغی تبریزیؒ، جناب محمد تقی شوستریؒ، حضرت سیّد محمود حسین شاہرودیؒ، حضرت سیّد محمد حسین شیرازیؒ، آیت اللہ حضرت سیّد محمد روحانیؒ، آیت اللہ حضرت شیخ محمد فاضل لنکرانیؒ، آیت اللہ حضرت

مہدی مدرّس یزدیؒ اور حضرت آیۃ اللہ علی صافی گلپائیگانی جن کی اِسی سال (۱۴۳۱ھ) آخرِ محرم میں رحلت ہوئی، آپ کی عمر ۹۵ برس تھی۔

یہ اور ایسے دیگر بہت سے بزرگ گزشتہ ۱۳۰، ۱۵۰ سال کے مجاہد و مجتہد اور عالم باعمل تھے، جنھوں نے ایک طرف تو جہاد فی النفس کیا اور دوسری طرف طاغوت، کفر اور منافقتوں کے خوگر انگریز سے پنجہ آزمائی کی، جہاد بھی کیا اور ساتھ ہی ساتھ شیعہ مذہب امامیہ کے علم وعمل کے سلسلے کو بھی آگے بڑھایا۔ علمی مدارس قائم کیے۔ دور دراز کے غریب طلباء کی مدد بھی کی۔ مسافروں، مکتبوں اور تمام مظلومین و مستضعفین خصوصاً فلسطین کے مسلمانوں کے لیے جان و مال غرض یہ کہ ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں اور فلسطینی مسلمانوں کی بہتری کے لیے طاغوتی قوتوں سے سر اٹھا کر بات کی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ و عزیز آئندہ مزید تفصیل سے ان علماء و فقہاء اور شہداء کے کارنامے اور حالات جمع کر کے تحریر و مرتّب کرنے کی کوشش کروں گا۔

اس ضمن میں یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضرت آیۃ اللہ محسن حکیمؒ، حضرت آیۃ اللہ بروجردیؒ، آیۃ اللہ حضرت امام خمینیؒ، آیۃ اللہ حضرت خوئیؒ، آیۃ اللہ حضرت مطہریؒ، آیۃ اللہ حضرت مرعشیؒ، آیۃ اللہ حضرت محمد رضا گلپائیگانیؒ، ان مرحومین کے علاوہ دیگر معاصر علماء و فقہاء جو آج بحمد اللہ بقیدِ حیات ہیں، یہ سب انہی حضرات کے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد رہے۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم سے مذہب تشیّع کی جو طاقت و قوت و دبدبہ ہے، وہ انہی علمائے حقہ کی عظیم القدر خدمات کے باعث ہے۔ باطل کفریہ طاقتیں آج بھی شیعہ طاقت ہی کو کچلنا چاہتی ہیں اور ڈرتی بھی شیعہ طاقت ہی سے ہیں۔ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ بقول مولا علی بن ابی طالب علیہما السلام ''جو بھی حق کے مقابلے میں آتا ہے پاش پاش ہو جاتا ہے۔''

یہ بھی یاد رہے کہ درج بالا تمام مراجع علما و فقہائے کرام دینی مدرسے، علوم کی نشر و اشاعت، غریبوں، مسکینوں محتاجوں، مسافروں، طلباء و محققین کی مدد بھی کرتے رہے ہیں اور

حوزہ ہائے علمیہ سے بھی حتی المقدور تعاون کرتے رہے ہیں۔یہی وہ علماء وفقہاء ہیں جو دین اسلام کا دفاع بھی کرتے ہیں، اندرونی اور بیرونی سازشوں کا جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، علاوہ ازیں کئی فقہاء ہیں، جنہوں نے انگریزوں کے خلاف زبردست جدّ و جہد کی اور مختلف النّوع فتاویٰ دیے، اوراس دوران قید ہوئے۔شہادتیں پیش کیں اوراپنے مال ومتاع، منافع اور جان و دل غرض یہ کہ ہر شے کو دین پر قربان کردیا اور سفینۂ اسلام کو ساحلِ عافیت پر پہنچادیا۔انقلاب اسلامی ایران اس کی بیّن دلیل اورروزِ روشن کی طرح واضح مثال ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایسے علماء میں جناب مولانا مفتی جعفرحسینؒ ،حضرت علاّمہ رشید ترابیؒ اور حضرت علاّمہ سیّد عارف حسین الحسینیؒ وغیرہ کی مثال دی جاسکتی ہے۔

(۷)

معاصر مراجع عظام (فقہائے کرام)

حیات جن کی درخشاں رکوع سجود سے ہے
اُنہی کی ہستی تو آزاد ہر قیود سے ہے

عصرِ حاضر میں مرجعیت کے گراں قدر منصب پر فائز علمائے عظام، جن کی تقلید کی جاتی ہے، اُن میں سے چیدہ چیدہ بزرگ شخصیات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں، ان سب کی علمی و دینی خدمات بھی لائق قدر اور قابل تحسین ہیں۔

حضرت آیۃ اللہ العظمٰی لطف اللہ صافی گلپائگانی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد علی حسینی سیستانی، رہبر معظم حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد علی خامنہ ای، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی شیخ ناصر مکارم شیرازی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی شیخ وحید خراسانی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی حسین مظاہری، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی شیخ جعفر سبحانی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد صادق شیرازی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد شبیری زنجانی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد سعید حکیم طباطبائی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی فیاض، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی موسوی اردبیلی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی صادق روحانی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد محمد شاہرودی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد حسین شاہرودی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد باقر شیرازی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد محمد حسین فضل اللہ، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی شیخ محمد بشیر نجفی حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سید عباس مدرسی یزدی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی یثربی کاشانی، حضرت آیۃ اللہ علی اکبر رفسنجانی، حضرت آیۃ اللہ مہدی آصفی، حضرت آیۃ اللہ العظمٰی یوسف صانعی، حضرت آیۃ اللہ جوادی آملی، حضرت آیۃ اللہ حسن زادہ آملی، حضرت آیۃ اللہ ابراہیم امینی وغیرھم۔ یہ تمام علمائے کرام مرجعیت اور علم و عمل کے آسمانِ شیعیت کے درخشندہ ستارے ہیں اور ہمہ گیر دینی

سماجی خدمات کے ساتھ ساتھ نئی نسل کے افراد کو بھی تیار کر رہے ہیں۔ یہ سب درحقیقت وہی امورانجام دے رہے ہیں جوکہ دین اسلام کے عروج وترویج کے لیے ضروری ہیں، نیز انسانیت اور مسلم امہ کی فوز وفلاح، بہتری اور بھلائی کے لیے بھی ہمہ وقت کوشاں ہیں۔ انڈیا، پاکستان، ایران، عراق، کویت، بحرین، عرب ریاستوں، افریقہ، امریکا اور دیگر ممالک وغیرہ میں بھی آپ لوگوں کی تقلید کی جاتی ہے اور آپ جیسے دیگر بزرگان سب دین اسلام کی نشر واشاعت اور علوم حضرات محمدؐ وآل محمدؐ کے فروغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی توفیقات اور سعادتوں میں دن دونارات چوگنا اضافہ فرمائے۔ (آمین)

اسی تناظر میں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ اکثر علماء وفقہاء ایسے بھی ہیں کہ جو گمنام ہیں۔ انہوں نے گمنام رہنے یعنی گوشہ نشینی ہی کو پسند کیا ہے۔ یہ صاحبِ رسالہ نہیں، فتویٰ نہیں دیتے، لیکن شہرت وجاہ طلبی سے بے نیاز علم وعمل میں مصروف ہیں۔

ایسے ہی علمائے کرام میں ایک روشن مثال ہمارے شہرِ عزیز کراچی کے محترم عالی جناب آغا جعفر صاحب قبلہ تھے، جن کا تقویٰ وپرہیزگاری، خلوص ومودّت سے لبریز تھی۔ مجلس عزا میں خطابت کا انداز انتہائی سادہ، دل موہ لینے والا اور دل نشین تھا۔ ہمارے غریب خانے پر تین برس باقاعدگی سے مجالس پڑھتے رہے۔ اُن کا حق ہے کہ ہم ان کے لیے اور ان جیسے تمام بزرگوں، مولا حسینؑ کے چاہنے والوں کے لیے دعائے خیر کریں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ (آمین)

عباد الرحمٰن
کے
تذکرے

ا۔ جناب محترمہ ومکرّمہ حکیمہ خاتونؑ

جناب شیخ عباس قمیؒ اپنی معروف کتاب ''احسن المقال'' کی جلد دوم، ص ۳۲۸ پر رقم طراز ہیں کہ حضرت امام محمد تقی (جوادؑ) کی دختر حکیمہ خاتون تھیں، جو آپؑ کی بیٹیوں سے فضائل ومناقب میں ممتاز ہیں اور آپ نے چار ائمہؑ کو دیکھا ہے۔ حضرت امام علی النقیؑ نے محترمہ ومکرمہ نرجس خاتون والدۂ امام عصر والزمان عجل اللہ فرجہ الشریف کو آپ کے سپرد کیا تھا کہ انہیں علوم دین اور احکام دین سکھائیں اور آداب الٰہیہ کے ساتھ ان کی پرورش اور تربیت کریں۔ امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد آپ منصب سفارت پر فائز تھیں اور لوگوں کے عرائض امام عصرؑ کی خدمت اقدس میں اور توقیعات شریعہ (امام زمانہؑ کے خطوط مبارکہ) جو اس ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوتے تھے، لوگوں تک پہنچاتی تھیں اور یہی حضرت صاحب الامرؑ کی دایہ اور امور ولادت کی نگران بنیں۔ جیسا کہ ان کی پھوپی حکیمہ خاتون دختر نیک اختر امام موسی بن جعفرؑ اپنے بھتیجے امام محمد تقیؑ کی دایہ بننے کے منصب پر فائز ہوئیں۔ آپ ہی وہ پہلی فرد ہیں کہ جس نے امام عصر والزمانؑ کو بوسہ دیا، آپؑ کو گود میں لیا اور آپ کے والد محترم امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لے کر گئیں اور دوبارہ نرجس خاتونؑ کی خدمت میں واپس آئیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ معظّمہ سادات علویہ اور بنات ہاشمیہ میں سے فضائل ومناقب، عبادت و تقویٰ اور علم وعمل کے لحاظ سے ممتاز اور وقوف اسرارِ امامت سے سرفراز تھیں۔ علمائے کرام نے آپ کی زیارت کے استحباب کی تصریح وتاکید کی ہے اور آپ کی قبر منور سامرہ شریف میں مرقد مطہر عسکریینؑ میں پائنتی کی طرف ضریح عسکریینؑ سے متصل ہے۔ اور آپ کی علیحدہ ضریح ہے۔

کتب مزار میں آپ کے لیے مخصوص زیارت بیان نہیں ہوئی، لیکن ہم نے آپ کا تذکرہ اس لیے ضروری اور اہم سمجھ کر تحریر کیا کہ ہماری کتاب کا آغاز نائبین وسفراء کے ذکر سے ہوا ہے اور سب سے پہلا حق آپ کا بنتا ہے، لہٰذا آپ کا نام اور تذکرہ بھی زینتِ کتاب ہے۔ کیوں

کہ آپؑ نا صرف امینِ اسرارِ امامت وسفارت تھیں، بلکہ چار ائمہؑ کے ساتھ آپ نے وقت گزارا اور انہی کے فیضان سے آپ کا نہایت بلند مقام ومرتبہ ہے۔

خواجہ الطاف حسین حالؔی خواتینِ جہاں کے حوالے سے کیا اعلیٰ خیال پیش کرتے ہیں ۔

اے ماؤں، بہنو، بیٹیو، قوموں کی عزت تم سے ہے
ملکوں کی تم شہزادیاں، جگ بھر کی عظمت تم سے ہے

۲۔ جناب ابوعمر وعثمان بن سعید عمرویؒ

آپ امام زمانہ علیہ السلام کے پہلے نائبِ خاص تھے، آپ کا پورا اسم گرامی جناب ابو عمر وعثمان بن سعد عمرویؒ ہے۔ آپ کو چار ائمہ علیہم السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے۔ گیارہ برس کی عُمر میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بارگاہِ امامت میں اُن کی زیرِ تربیت پرورش پائی۔ حضرت امام علی النقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر رہے تھے اور آپ اُنؑ کے ایسے معتمد اور امین تھے کہ حضرتؑ کے زمانے میں بھی وکالت کا پورا کام بہ طریق احسن انجام دیتے تھے۔ مؤمنین کی نگاہوں میں آپ کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ نہایت امین و دیانت دار تھے۔ آپ کو امام حسن العسکری علیہ السلام نے امامِ زمانہ عجل اللہ فرجھم کی ولادت کے فوراً بعد نیابتِ خاصّہ کے لیے نامزد کر دیا تھا اور آپ کے تمام کام مصلحتِ خداوندی سے انجام پائے۔ الغرض نیابت کا فریضہ مکمل ذمے داری سے انجام دیا۔ ۲۹۵ھ میں وفات پائی اور بغداد میں تدفین ہوئی۔ آپ کو روغن فروش بھی کہا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ کاظمین کے مقدس شہر میں قیام کے دنوں میں زائرین کا نمایاں کام امامِ عصر علیہ السلام کے چاروں نائبین کی زیارت کے لیے بغداد جانا ہے۔ اس سلسلے میں ہر زائر کا فریضہ ہے کہ طویل مسافت طے کرے، سفر کی سختیاں برداشت کرے اور زیارت سے مشرف ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ علیہم السلام کے اصحابِ خاص کے درمیان اُن کی بزرگی، عظمت اور قدر ومنزلت کے مرتبے تک کوئی نہیں پہنچتا۔ تقریباً ستّر برس امام عصر علیہ السلام اور اُن کی رعیّت کے درمیان منصبِ سفارت و وکالت و نیابت پر فائز رہے اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس طرح سے یہ نائبین اپنی زندگی میں حضرت امام صاحب العصر علیہ السلام اور شیعوں کے درمیان وسیلہ و واسطہ تھے، اُسی طرح اب بھی وہ اس منصب پر فائز ہیں۔

آپ کی رحلت کے فوری بعد ایک تعزیت نامہ سامنے آیا، جس میں کئی فصلیں تھیں، ایک فصل میں تحریر تھا، واضح ہو کہ یہ تعزیت نامہ محمد بن عثمان یعنی آپ کے فرزند کے لیے تھا۔ تعزیت نامے کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

''ہم بالیقین خدا کے لیے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ ہم اُس کے امر کو مانتے ہیں اور اُس کے فعل پر راضی ہیں۔ تیرے والد نے نیکی سے زندگی گزاری اور پسندیدہ اور محبوب ہو کر اُس نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اُس پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور اُسے اپنے دوستوں کے ساتھ ملحق کرے۔ وہ ہمیشہ اُن باتوں کو جو اُسے اپنے خدا اور مولا کے قریب کرتی تھیں، تلاش کرتا تھا اور اُن ہی کے لیے کوشش کرتا تھا۔ پروردگار اُس کے چہرے کو شاداب کرے اور اُس کی لغزشوں کو معاف فرمائے، آمین۔'' اسی توقیع کی دُوسری فصل میں یہ چند جملے لکھے تھے، ملاحظہ فرمائیں:

''یعنی پروردگار تیری جزا میں اضافہ فرمائے اور اِس مصیبت میں تجھے خیر عطا فرمائے۔ تُو مصیبت زدہ ہے اور ہم بھی مصیبت زدہ ہیں۔ تیرے والد کی مُصیبت نے تجھے اور مجھے دونوں کو مصیبت سے دوچار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اُس مکان میں جہاں وہ گیا ہے، خوش وخرّم رکھے۔ مرحوم کی سب سے بڑی سعادت مندی تو یہ تھی کہ خدا نے اُسے تجھ جیسا فرزند عطا کیا، تاکہ اپنے باپ کی رحلت کے بعد اُس کے منصب پر فائز ہو اور اُس کے لیے خداوند تعالیٰ سے رحمت ومغفرت کا طالب ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کی حمد کرنی چاہیے، کہ تیرے وجود کی وجہ سے اور اُن چیزوں کی وجہ سے جو خدا نے تجھ میں اور تیرے قُرب میں فراہم کی ہیں، شیعوں کے دل مسرور رہیں۔ پروردگار تیری مدد فرمائے اور تجھے قوّت و طاقت عطا فرمائے، تیری توفیقات میں اضافہ فرمائے اور تیرے اُمور کا نگہبان ومحافظ ہو، آمین۔''

❁❁❁❁❁

۳۔ جناب معتمد محمد بن عثمان بن سعیدؒ

آپ محمد بن عثمان نائب دوم امام زمان علیہ السلام ، پہلے نائب عثمان بن سعید کے فرزند تھے اور آپ امام زمانہ علیہ السلام کی ولادتِ پُرنُور کے وقت حاضر تھے۔ یہ ایک بہت بڑی فضیلت اور احترام تھا۔ آپ کی دُوسری فضیلت یہ ہے کہ حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجھم الشریف نے آپ کے والد کی وفات کے وقت آپ کو ایک توقیع صادر فرمائی۔

یہ رَوایت جناب کلینیؒ اور شیخ صدوق ؒ سے منسوب ہے کہ امام عصر عجل اللہ فرجھم کے ناحیۂ مقدس سے محمد بن عثمان کے لیے ایک توقیع صادر ہوئی۔ اس میں تحریر تھا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

آپ کی تیسری فضیلت یہ ہے کہ اس توقیع میں امام زمانہ عجل اللہ فرجھم الشریف لکھتے ہیں کہ ''تمہارے والد کی ایک نیک بختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنی جگہ تم جیسے بیٹے کو اپنا قائم مقام چھوڑ گئے۔

آپ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئیں جو کہ جناب امام زمانہ عجل اللہ فرجھم الشریف کے اِذن سے ہیں۔ عالی مرتبت شیعہ محدّث شیخ عباس قمی اعلیٰ اللہ مقامہ الشریف کتاب ''سفینۃ البحار'' کی جلد اوّل، صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ پر جناب محمد بن عثمان کی دعوت کے ضمن میں رقمطراز ہیں کہ محمد بن عثمان حضرت امام مہدی آخر الزّمان عجل اللہ فرجھم الشریف سے رابطے کے لیے وسیلہ تھے۔ وہ برس ہا برس تک زیارتِ ناحیۂ مقدسہ کے ضمن میں وکیل رہے۔ یہ عظیم شخصیت ایک چھوٹے سے گھر میں بغیر کسی خدمت گار کے یادِ الٰہی کے ساتھ شب و روز گزار رہی تھی۔

حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام نے بھی آپ کی گراں قدر خدمات کے باعث آپ کی توثیق فرمائی تھی۔ آپ کے بارے میں ایک توقیع صادر ہوئی، جس میں تحریر تھا کہ ''محمد بن عثمان عمروی (خداوند تعالیٰ باپ اور بیٹے دونوں سے خوش ہو) میرا معتمد ہے۔ اس کا مکتوب میرا

مکتوب ہے۔"

اُس زمانے کے تمام شیعہ بھی آپ کی عدالت وامامت کے قائل تھے۔شیخ صدوقؒ کی روایت کے مطابق محمد بن عثمان کہتے ہیں کہ میں نے جو آخری مرتبہ امام علیہ السلام کا دیدار کیا،آپ اُس وقت اپنے ہاتھوں سے خانۂ کعبہ کی دیوار کو پکڑے ہوئے یہ فرمارہے تھے کہ "پروردگار جو وعدہ تُو نے فرمایا تھا،اُس کو پورا کر اور اپنے دشمنوں سے،میرے دشمنوں سے میرے ذریعے انتقام لے۔"

شیخ صدوقؒ کی روایت کے مطابق آپ نے اپنی قبر کھود رکھی تھی اور آپ کو پہلے ہی سے موت کی تیاری کا حکم ہوگیا تھا اور آپ قبر میں روزانہ داخل ہوکر نماز اور قرآن کریم وغیرہ پڑھتے تھے۔اس واقعے کے دو ماہ بعد آپ انتقال کرگئے۔۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ میں آپ کی رحلت واقع ہوئی۔آپ کا مزار بغداد میں دروازۂ کوفہ کے پاس مرجع خلائق ہے،جہاں آپ کا گھر واقع تھا۔

۴۔ جناب حسین بن روح نوبختیؒ

امام زمانہ علیہ السلام کے نائبِ سوم، آپ غیبتِ صغریٰ میں حضرت حجت خدا علیہ السلام کے تیسرے نائب ہیں۔ آپ نے امام حسن العسکریؑ کی خدمت میں خاصا وقت گزارا اور حضرتؑ کے معتمد خاص تھے۔ آپ سے مختلف کرامات روایت کی گئی ہیں۔ اہل تشیع اور اہل سنّت دونوں طبقے آپ پر مکمل اعتماد کرتے تھے، یعنی کہ آپ ثقہ و امین تھے۔ آپ ایک جلیل القدر سفیرِ امام زمانہؑ بھی تھے۔ آپ کے بارے میں امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''ہم حُسین بنِ رُوح کو پہچانتے ہیں۔ اللہ اسے جانے، اسے اپنی رضا و خیر کے طریقے پر عالم گردانے اور اس کی اپنی توفیق سے مدد فرمائے۔ ہم اس کی امانت داری اور دیانت داری سے واقف ہوئے۔ ہم اسے قابلِ اعتماد اور لائقِ وثوق سمجھتے ہیں۔ یہ ہماری نظر میں بلند مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ اسے شاد رکھتا ہے۔ اللہ اس پر اپنے احسانات میں اِضافہ فرمائے۔ یقیناً وہ تمام نعمتوں کا خالق ہے اور ہر شے پر قادر ہے اور حمد ہے پروردگارِ عالم کے لیے اور صلواۃ اُس کے رسُولِ کریم آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آلِ پاکؑ پر۔'' اللہ رے اطمینانِ امام زمانہ علیہ السلام کہ اپنے سفیر پر کس قدر فخر و ناز ہے۔

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ علی بن حُسین بن موسیٰ بن بابویہ نے اپنی چچا زاد بہن سے جو محمد بن موسیٰ بن بابویہ کی بیٹی تھیں، شادی کی تھی، لیکن اُن کی کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے ایک خط جناب حُسین بن رُوح کے نام ارسال کیا اور اس میں امامِ زمانہ علیہ السلام سے اولاد کے لیے درخواست کی، ایک فقیہ بیٹے کے لیے استدعا کی، جس کے جواب میں امامؑ کی توقیع آئی کہ ''تم عنقریب ایک دیلمی کنیز سے شادی کرو گے، جس سے تمہارے دو بیٹے فقیہ پیدا ہوں گے۔ الحمدللہ ان میں سے ایک بیٹا مستقبل میں شیخ صدوقؒ کی صورت میں شیعیت کے آسمان پر مثلِ خورشید چمکا۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ اس بات پر فخر فرماتے اور کہتے تھے کہ میں دعائے امام زمانہ علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں۔آپ کی قدر و منزلت کے ضمن میں بغداد کا خلیفہ بھی معترف تھا اور آپ کی عزت و تکریم کرتا تھا۔آپ نے اپنی نیابت کا عرصہ ۳۰۵ھ سے ۳۲۶ھ تک نہایت کامل اطمینان، تقیّے اور دُور اندیشی سے گزارا۔آپ کی رحلت ۳۲۶ھ میں بغداد میں ہوئی اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔آپ کی لحد آج بھی بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

۵۔ جناب علی بن محمد سمریؒ

آپ امام زمانہ علیہ السلام کے چوتھے نائب اور آخری سفیر تھے۔ جناب حُسین بن رُوح کی رحلت کے بعد آپ اُس عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، جس کی تمنا ہی کی جا سکتی ہے۔ آپ کی مدّتِ نیابت تین سال ہے اور اِس دوران آپ نے اپنا امرِ نیابت بخیر وخوبی انجام دیا۔ آپ نے شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے والد علی بن بابویہ قمی کی رحلت کی خبر قبل از وقت دے دی تھی۔ آپ نے ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مدفن بغداد میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی رحلت کے سال کو ستاروں کے ٹوٹنے کا سال کہا جاتا ہے، کیوں کہ اسی سال ثقۃ الاسلام جناب محمد بن اسحاق یعقوب کلینیؒ نے بھی وفات پائی، جو کہ ''الکافی'' اور دیگر مشہور ومعروف کتب کے مصنف ہیں۔ آپ کی رحلت سے پہلے امامِ زمانہ علیہ السلام نے آپ کو خبر کر دی تھی۔

ترجمہ متن توقیع مُبارک حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے علی بن محمد سمری! خدا تمہاری مُصیبت میں تمہارے برادرانِ دینی کے اجر کو عظیم کرے۔ اس لیے کہ آج سے ٹھیک چھ روز بعد تم انتقال کر جاؤ گے۔ پس اپنے کام کو سمیٹو اور اب غیبتِ کُبریٰ واقع ہوگی اور تم اپنے بعد کوئی جانشین مُقرر نہیں کرنا اور اب میں ظہور کروں گا اذنِ خداوندی کے ساتھ ایک طویل غیبت کے بعد کہ جس وقت دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم وجور سے بھر جائے گی اور اس کے بعد شیعوں کی ایک جماعت دیدار کا دعویٰ کرے گی اور جو خروج سفیانی اور صدائے آسمانی سے قبل دعویٰ کرے گا (دیدار کا)، وہ جھوٹا ہوگا اور افترا پردازی کرے گا۔

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

۶۔ جناب ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینیؒ

آپ زمانۂ غیبت میں ۲۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور جائے ولادت کا نام کلین تھا، جو کہ ایران کا ایک گاؤں تھا۔ آپ کا مکمل اسمِ گرامی محمد بن یعقوب ابن اسحاق تھا۔ آپ کے والد بھی اپنے وقت کے عالم، فاضل تھے۔ آپ نے چاروں نائبین اور غیبت صغریٰ کا پورا دور دیکھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے قم کا سفر اختیار کیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ امام ہادی علیہ السلام و امام حسن العسکری علیہ السلام کے شاگرد، حتیٰ کہ وہ لوگ بھی حیات تھے، جنہوں نے براہِ راست امام علی رضا علیہ السلام سے بھی حدیث سنی تھی۔ ان تمام راویان و محدّثین کے پاس چند اوراق، کتابچے اور اہل بیت علیہم السلام کے منتشر ارشادات عالیہ کے سوا کچھ نہیں تھا۔ یہی وقت تھا کہ آپ نے اپنے دور کے تقاضے کو درک کیا اور یہ سوچ لیا کہ اگر اس وقت ان تمام احادیث مبارکہ کو جمع کر لیا جائے تو مذہبِ اہل بیت علیہم السلام ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے گا۔

اس تعمیری عزم کے ساتھ آپ نے قم مقدسہ میں مستقل سکونت اختیار کی، جہاں پر بیش تر راویان اور محدثین قیام پزیر تھے۔ آپ نے یہاں پر احمد بن محمد اشعری سے استفادہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ احمد بن ادریس قمی سے بھی تحصیل حدیث کی۔ آپ نے ایک اور بزرگ شخصیت عبداللہ بن جعفر حمیدی کا زمانہ بھی پایا، جو کہ قابلِ عظمت وقدر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی تھے اور کلینی کو آپ نے اپنے حلقۂ تلامذہ میں شامل کیا۔ قم مقدسہ میں تقریباً پچیس سال خاص ثقہ، قابلِ اعتبار بزرگ حضرات سے روایات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ علی بن ابراہیم اور سلی بن ابراہیم کی وجہ سے پہچانے جانے لگے۔ ''کافی'' میں ایک ہزار روایات آپ سے لی گئی ہیں۔ آپ نے عینِ جوانی کے عالم میں بغداد، سامرہ، نجف اشرف، قم مقدسہ اور دیگر مقدس شہروں اور مقامات عالیہ کا سفر اختیار کیا اور بیس سال کی محنتِ شاقہ کے بعد ''الکافی'' کو ترتیب وار جمع کیا جو ''اصول کافی''، ''فروعِ کافی'' اور ''روضۂ کافی'' پر مشتمل ہے، اور اس مجموعے میں

سولہ ہزار ایک سو ننانوے احادیث مُبارکہ شامل ہیں۔اس میں ہر موضوع پر احادیثِ مبارکہ موجود ہیں۔اس کا پہلا باب عقل کے موضوع پر ہے، پھر بالترتیب علم، توحید و وحدانیت، رسالت اور امامت کے موضوعات پر متعدد سیر حاصل ابواب تحریر کیے گئے ہیں۔

یہ کتاب مذہبِ حقہ یعنی تشیع کے بارے میں ہر قسم کا شک باطل کر دینے والی لاجواب کتاب ہے۔مذہبِ امامیہ کی حقّانیت کو چار چاند لگانے والی کاوش ہے اور تمام تر شُبہات کو رفع کر دیتی ہے۔الغرض زبردست حیثیت کی حامل کتاب ہے۔

شیعہ مذہب میں ''کافی'' سُخنِ اول اور کتابِ اوّل ہے۔کوئی فقیہہ اس دریائے مُنوّر کو پار کیے بغیر اجتہاد کی بلندی پر نہیں پہنچ سکتا۔اس ضمن میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس تکلیف دہ زمانے میں جب سفری سہولتوں کا فُقدان تھا، ہر جگہ کا سفر اختیار کرنا اور پھر یکسو ہو کر علم احادیث کو جمع کرنا اور یہ سب کام عین عالم شباب میں انجام دینا، کیا یہ سب کچھ بغیر تائیدِ الٰہی اور نصرت معصومین علیہم السلام دُنیا میں ممکن تھا؟

یہی سبب ہے کہ آج بھی آپ کی شہرۂ آفاق کتاب آسمانِ علم وادب پر جگمگا رہی ہے اور اس کی پُرنور کرنیں ہر طالبِ علم کے دل و دماغ پر منعکس ہو رہی ہیں اور اس کی ضوافشانی مثالی ہے۔آپ کے ہونہار شاگردوں میں شیخ مفید، احمد ابن ابراہیم وغیرہ نمایاں ہیں، جو وقت کے ساتھ ساتھ علمِ حدیث کے بلند مقام و مرتبے پر پہنچے۔

آپ نے ۳۲۹ھ میں رحلت فرمائی، اسی سال شیخ صدوقؒ کے والد علی بن حسین قمی کا بھی انتقال ہوا اور اسی سال چوتھے نائب علی بن محمد سمری نے بھی انتقال فرمایا۔آپ کا مزار بغداد میں مرجع خلائق ہے اور آپ شیخ المشائخ کے نام سے معروف ہیں۔آج بھی آپ کو ثقۃ الاسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اللہ ربّ العزّت آپ کو جوارِ معصومین علیہم السلام میں جگہ دے اور ہم سب کو بھی آپ کے طفیل علم و عمل کی فضیلتیں عطا فرمائے، آمین۔

۷۔ جناب علی بن بابویہ قمیؒ

صاحب قصص العلماء جناب محمد تنکابنی، ص نمبر ۳۹۲ پر رقم طراز ہیں: ''علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمیؒ ابوالحسن جو ابن بابویہؒ کے نام سے معروف ہیں۔ شیخ صدوقؒ کے والد محترم ہیں اور قم مقدسہ کے عظیم ترین محدّثین میں سے ہیں۔ آپ اہل قم کے شیخ اور فقیہ تھے۔ آپ عراق تشریف لائے تو ابوالقاسم حسین بن روح سے جو کہ امام زمانہؑ کے تیسرے نائب ہیں، کچھ دینی مسائل دریافت کیے اور جب ان سے جدا ہوئے تو ایک خط لکھ کر علی ابن جعفر بن اسود کو دیا اور ان کے ذریعے آپؒ تک پہنچایا، اُس میں یہ لکھا کہ اُن کے خط جس میں اُنہوں نے فرزند کے لیے دعا کی درخواست کی تھی، حضرت صاحب الامرؑ کے حضور پہنچا دیں اور انہوں نے وہ امانت پہنچا دی۔ تین دن کے بعد جواب آیا کہ ''ہم نے دُعا کر دی ہے، اللہ تعالیٰ جلد ہی دو نیک فرزند عطا فرمائے گا۔'' اللہ نے ان کو دو بیٹے عطا فرمائے۔ ایک ابوجعفر جو شیخ صدوقؒ کے نام سے معروف ہیں اور دوسرے ابوعبداللہ حسین، جناب صدوق ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں امام زمانہؑ کی دعا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہوں۔ آپ کے پاس حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرامین بھی پہنچتے رہتے تھے اور وہ ان میں آپ کو میرے شیخ اور میرے معتمد کے الفاظ سے توصیفی انداز میں مخاطب فرماتے تھے۔ بعض صاحبان کا کہنا ہے کہ آپ نے دعا کی درخواست حضرت امام حسن عسکری سے کی تھی۔ یہ بھی عین ممکن ہے۔

حضرت علی بن محمد بن سمریؒ، جو کہ آخری نائب امام زمانہؑ ہیں، ایک دن بغداد میں تشریف فرما تھے اور کچھ شیعہ حضرات ان کے اردگرد بیٹھے تھے، اچانک ان کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری ہوا کہ ''اللہ علی بن حسین بن بابویہ پر رحمت نازل کرے۔'' حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ وہ تو ابھی حیات ہیں۔ علی بن محمدؒ نے ارشاد فرمایا: کہ انہوں نے آج ہی انتقال فرمایا

ہے۔ اہل مجلس نے یہ بات نوٹ کر لی۔ کچھ مدت بعد قافلے قم مقدسہ سے بغداد آئے اور قافلے والوں نے بتایا کہ ابن بابویہؒ نے اسی دن وفات پائی تھی۔ اور وہ سال زمین پر ستارے گرنے کا سال کہا جاتا ہے، کیونکہ علماء زمین پر ستاروں کی مانند ہوتے ہیں۔ اسی سال یعنی ۳۲۸ھ، ۳۲۹ھ میں علی بن محمد سمریؒ کی بھی رحلت واقع ہوئی۔ آپ کی تدفین قم مقدسہ میں عمل میں آئی۔ آپ کی قبر منور پر گنبد اور عالی شان مقبرہ بھی بنا ہوا ہے۔ اسی سال غیبت کبریٰ کا آغاز بھی ہوا۔

۸۔ جناب عیاشی ثمرقندیؒ

جناب علی بن بابویہ قمیؒ کے ہم عصر یا ان سے پہلے کے معروف مفسر جناب عیاشی ثمرقندی ہیں۔آپ ایک جامع شخصیت اور تفسیر کے حوالے سے زیادہ مشہور ومقبول ہیں آپ کا شمار فقہائے عظام میں بھی ہوتا ہے۔ فقہ اور دیگر علوم میں متعدد کتب کے مصنف اور مؤلف ہیں۔

جناب عیاشی ابتدا میں سنی المسلک تھے، بعدازاں گہرے مطالعے اورغوروفکر کے نتیجے میں شیعہ مذہب اختیار کرلیا۔ والد صاحب سے میراث میں کافی دولت ملی تھی، جو سب کی سب کتابوں کی ترویج واشاعت اور شاگردوں کی تعلیم وتربیت کے سلسلے میں صرف کردی۔شاعر نے کیا خوب سچ کہا ہے ؎

اپنے لیے تو سب ہی جیتے ہیں اس جہاں میں
ہے زندگی کا مقصد اوروں کے کام آنا

۹۔ جناب حسن ابن ابی عقیل المعروف ابوعلی عمانیؒ

جناب حسن بن ابی عقیل کی کنیت ابومحمد یا ابوعلی ہے۔عمانی کے نام سے معروف ہیں۔ جناب شیخ کلینیؒ کے ہم عصروں میں سے ہیں۔اور باہمی خط وکتابت میں جعفر بن قولویہ کو اجازہ عطا کیا۔شیخ مفیدؒ ان کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔غیبت کبریٰ کے آغاز میں حیات تھے۔ تاریخ رحلت معلوم نہیں ہوسکی۔

آقائے بحرالعلومؒ فرماتے ہیں کہ" آپ شیخ جعفر بن قولویہؒ کے استاد اور جعفر بن قولویہؒ شیخ مفیدؒ کے اُستاد تھے۔" فقہ میں ابن ابی عقیلؒ کی آراء کا بہت عمل دخل ہے۔شیخ طوسیؒ فرماتے تھے کہ" ان کے والد محترم کا اسم گرامی عیسیٰ ہے اور آپ متقدمین کے عظیم فقیہ تھے۔"

آپ کی کتابوں میں کتاب " آلِ رسول ﷺ کی رسی سے تمسک " بہت اعلیٰ اور معروف ومقبول کتاب ہے، جو فقہ کے موضوع پر ہے۔

یہ خوب صورت شعر آپ ہی جیسے لوگوں کے نصب العین کو نمایاں کر رہا ہے۔ملاحظہ فرمائیں ؎

عمل کچھ تو عدم کے واسطے تُو پیش کر غافل

مسافر شب کو اُٹھتے ہیں، جو جانا دور ہوتا ہے

❁❁❁❁❁

۱۰۔ جناب جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہؒ

جناب جعفر بن محمد بن موسیٰ بن قولویہؒ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ان کے والد محترم ابو مسلم نیک اصحاب سعد میں سے تھے اور ابوالقاسم ان کے اصحاب ثقہ میں اور ان میں سب سے جلیل القدر تھے اور وہ سعد کی روایت اپنے والد بزرگوار اور برادر محترم کے واسطے سے بیان کرتے ہیں۔اُن کا کہنا تھا کہ میں نے سعد سے صرف چار احادیث سنیں۔وہ شیخ مفیدؒ کے استاد محترم تھے۔ان کی رحلت ۳۶۹ھ میں ہوئی۔آپ کی تصنیف و تالیف کردہ کتب میں "الصلوٰۃ" اور "کتاب جمعہ" وغیرہ معروف ہیں۔آپ نے جناب صاحب الامرؑ کو عریضہ لکھ اور اپنی زندگی کی مدت کے بارے میں پوچھا۔یہ اس وقت ہوا، کہ جب حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کیا جا رہا تھا۔قاصد نے کاغذ آپؑ کے حوالے کیا اور آپؑ نے کاغذ کو پڑھے بغیر فرمایا دیا کہ کتنی عمر پائیں گے۔یہ واقعہ علامہ مجلسیؒ نے "بحارالانوار" میں جلد غیبت امامؑ میں مفصل تحریر فرمایا ہے۔(ماخوذ از "قصص العلماء")

۱۱۔ جناب شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۳۰۵ھ میں ''رے'' میں ہوئی۔ آپ کا مکمل نام ابوجعفر محمد ابن علی اور آپ کے والد کا اسم گرامی علی ابن حسین قمی تھا۔ آپ کو صدوق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہی لقب صدوق آپ کے والد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر ہے۔ آپ فقیہہ اور اعلیٰ درجے کے حافظ احادیث تھے۔ خراسان رے اور قم میں آپ کی حد درجہ شہرت تھی۔

آپ کے والد علی ابن حسین قمی جو ابن بابویہ کے نام سے معروف ہیں، اور قم کے جیّد محدّثین میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے ابو القاسم حسین بن روح (جو کہ تیسرے نائب تھے) کو ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا کہ یہ خط امام زمانہ علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں۔ اس خط میں آپ نے امام زمانہ علیہ السلام سے اپنے لیے اولاد کی دعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ ٹھیک تین روز بعد آپ کو امام زمانہ علیہ السلام کا جواب موصول ہوا کہ ''ہم نے دعا کر دی ہے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں دو فرزند فقیہ عطا فرمائے گا۔'' کچھ ہی عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹے عطا کیے، آپ نے ایک کا نام ابوجعفر صدوق اور دوسرے کا نام عبداللہ حسین رکھا۔

شیخ صدوق اکثر کہا کرتے تھے کہ میں دُعائے امام زمانہ علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں۔ شیخ مفید آپ ہی کے شاگرد تھے۔

شیخ صدوق نے بغداد میں اپنے علمی سفر کی ابتدا کی اور جلد ہی شہرت و مقبولیت آپ کے قدم چومنے لگی۔ روایت ہے کہ آپ نے مکۂ معظمہ میں خواب میں دیکھا کہ حضرت امام زمانہ علیہ السلام آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ غیبت پر ایک مفصل کتاب لکھو اور سن رسیدہ افراد جو گزشتہ امتوں میں گزرے ہیں، اُن کے احوال تحریر کر کے ہماری عمر کے حوالے سے استدلال کرو۔''

آپ نے حکم کی تعمیل کی اور کتاب کو بطریق احسن تحریر و مرتب کیا اور اس کا نام ''کمال الدین وتمام النعمۃ'' رکھا۔ آپ کی معروف کتاب ''من لایحضرہ الفقیہ'' کتب اربعہ میں شامل ہے۔ آپ ''محمدون الاولون'' میں شامل ہیں۔ آپ نے ۳۸۱ھ میں وفات پائی۔ وفات کے اٹھاون سال بعد ''رے'' اور شاہ عبدالعظیم میں زبردست سیلاب آیا اور پانی اس جلیل القدر ہستی کے مرقد میں داخل ہوگیا۔ جب میت منتقل کرنے کے لیے قبر مطہر کو ذرا کھودا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ میت بالکل صحیح سالم تھی۔ نہ جسم میں کوئی نقص نہ بوسیدگی، یہاں تک کہ انگلیوں میں خضاب کے آثار نمایاں تھے۔ یہ دیکھ کر بادشاہِ وقت نے آپ کے مزار پر گنبد تعمیر کرایا۔ آج بھی شیعیانِ حیدر کرار علیہ السلام آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور فیوض و برکات پاتے ہیں۔

بہ قول حضرتِ صبا اکبرآبادی ؎

ہم عاشقانِ آلِ محمدؐ ہیں اے صباؔ
زندہ رہیں گے نام ہمارے فنا کے بعد

۱۲۔ جناب محمد ابن جنید اسکانی المعروف محمد بن احمد بن الجنید اسکانیؒ

جناب محمد بن احمد بن الجنید ابو علی الکاتب السکانی، شیخ مفیدؒ کے اساتذہ کرام میں سے ہیں اور عمانیؒ کے ہم عصر بھی، لیکن ان سے کچھ بعد کے دور میں آپ نے زبردست شہرہ پایا۔ آپ نے بہت عمدہ کتابیں لکھیں۔ آپ کی رحلت ۳۸۱ھ میں ہوئی۔ شیخ نجاشی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے کسی شیخ سے سنا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے پاس حضرت صاحب الامرؑ کا کچھ مال تھا اور ایک تلوار بھی تھی۔ انہوں نے اپنی کنیز سے اس بارے میں وصیت کر دی تھی، لیکن وہ مال اور وہ شمشیر ضائع ہو گئے۔

آپ کی کتابوں میں سے ایک معروف اور مفید ترین کاوش ''تہذیب الشیعہ'' ہے، جس کی بیس جلدیں اور بیس جزو ہیں اور یہ فقہ کے موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب کو آپ نے مختصر کر کے بھی لکھا اور اس کا نام ''احمدی در فقہ محمدی'' رکھا۔ اس کے علاوہ آپ کی دیگر گراں قدر تالیفات و تصنیفات کی تعداد پچاس ہے۔ ابن جنیدؒ اور ابن عقیلؒ کو قدیمین کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور آپ کی آراء اسلامی فقہ میں ہمیشہ زیر بحث رہتی ہیں۔

۱۳۔ جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ

آپ کی ولادت ۳۳۳ھ یا ۳۳۶ھ میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی محمد بن نعمان تھا، جب کہ لقب مفید ملا۔ آپ کو مناظرے کے سلسلے میں زبردست مقام حاصل تھا۔ آپ کے زمانے میں بادشاہ وقت اکثر دیگر مذاہب کے علماء کا مناظرہ کرایا کرتا تھا۔ آپ امامیہ مذہب کے حق میں زبردست دلائل پیش کرتے تھے اور علمائے باطل کے دلائل کو ریت کے زرّوں کی طرح بکھیر دیتے تھے اور بادشاہ کے دربار سے انعام و اکرام حاصل کرتے تھے۔ بادشاہ وقت آپ کو خود انعام و اکرام سے نوازتا تھا۔ بہت جلد بغداد میں آپ کی علمیت اور قابلیت کا شہرہ ہو گیا اور آپ اجتہاد کے مرتبے پر بحسن و خوبی فائز ہو گئے۔

روایت ہے کہ کوئی دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ ایک حاملہ عورت کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے شکم میں بچہ زندہ ہے، کیا کیا جائے؟ شیخ نے کہا کہ عورت کو دفن کر دیا جائے۔ وہ شخص چلا گیا۔ راستے میں اُس نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار بڑی تیزی سے اُس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''شیخ مفید فرما رہے ہیں کہ بچے کو عورت کے شکم سے نکال کر پیٹ کو سی کر پھر دفن کر دو'' یہ سن کر اس شخص نے اس بات پر عمل کیا۔ کچھ عرصے بعد یہ سارا ماجرا شیخ کے سامنے دوہرایا گیا، تو شیخ نے فرمایا کہ میں نے تو کسی کو نہیں بھیجا تھا، یقیناً وہ امام زمانہ علیہ السلام ہوں گے۔ شیخ اپنی غلطی پر شرمندہ ہوئے اور فتویٰ دینا ترک کر دیا۔ فوراً ہی فرمانِ امام زمانہ علیہ السلام آپ کے پاس پہنچا اور اُس میں یہ تحریر تھا کہ ''تم فتویٰ دینا ترک مت کرو، اگر کبھی فتویٰ غلط ہوا تو ہم درست کر دیں گے۔'' اس کے بعد شیخ مفید نے پھر فتویٰ دینا شروع کیا۔

اسی طرح ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب بی بی سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرات حسنین علیہما السلام کے ہمراہ آپ کی مجلس درس میں تشریف لائیں اور فرمایا کہ ''اے شیخ! ان دونوں کو فقہ کی تعلیم دیجیے۔'' اُس روز صبح کو والدہ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اور سیّد رضی کا ہاتھ

پکڑے ہوئے آپ کے درس میں تشریف لائیں اور دونوں کو آپ کی شاگردی میں دے دیا۔ شیخ مفید نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور دونوں کو اپنے درس میں شامل کیا۔ واضح رہے کہ شیخ مفید وہ واحد مرجع ہیں کہ غیبت کبریٰ میں امام زمانہ علیہ السلام کی طرف سے آپ کے لیے تین توقیعات صادر ہوئیں جو کہ آپ کی عظمتِ شان کے اظہار کے لیے کافی ہیں۔

روایت ہے کہ شیخ مفید اور سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ کے مابین کسی مسئلے میں اختلاف ہوا۔ دونوں نے طے کیا کہ مسئلے کو پرچے پر لکھ کر ضریحِ روضۂ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میں ادب سے رکھ دیں۔ چناں چہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو وہ پرچہ دیکھا، تو اس پر لکھا ہوا تھا: ''الحق مع ولدی، والشیخ معتمدی'' یعنی کہ حق میرے بیٹے کے ساتھ ہے اور شیخ ہمارے معتمد ہیں۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ شیخ نے خواب دیکھا اور کچھ کا فرمانا ہے کہ شیخ مرتضیٰ اور شیخ مفید دونوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو مذکورہ بات کہتے ہوئے سُنا۔

آپ نے بغداد میں مناظرے کے ذریعے کفر وضلالت کو مٹا کر رکھ دیا تھا۔ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے آپ کے ایک مثالی مناظرے کو پیش کیا ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے ''بحار الانوار'' میں آپ کے مناظرے جمع کیے ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک غسل پر بیس غسلوں کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ بتایا، جس کی تفصیل یہ ہے:

غسلِ جنابت۔ اہلیہ سے قربت۔ دوسرا واجب میت کو چھونے کا۔ اُسی میت کو چھوا جس کو غسل دیا جا چکا ہے۔ مستحب غسل، مدینۂ منورہ میں داخلے کا غسل، جنت البقیع میں داخلے کا غسل، قبرِ رسول کریمؐ کی زیارت کا غسل، اگر جمعۃ المبارک ہو تو اُس کا غسل، ۹ ذی الحجہ کو غسل اگر نہیں کیا اور اگر اس کی قضا بھی ادا کرنا چاہو، اُسی دن سورج کو گرہن اگر مکمل ہو تو اُس کا غسل، نمازِ آیات کا بھی غسل۔ خدا تعالیٰ سے اگر کوئی حاجت ہے تو اُس کا غسل، نماز حاجت کا۔ اب اس کے بعد استخارہ دیکھنے کا غسل، اگر کئی برسوں سے بارش نہیں ہوئی ہو تو آپ پر مستحب

ہے نماز بارش کے لیے پہلے غسل کریں، اب ارادہٗ توبہ کرنے کا غسل مستحب، راستے میں سولی پر لٹکے ہوئے آدمی کی لاش پر نظر پڑ گئی اُس کا بھی غسل ہے۔ اگر کبھی چھپکلی کو مار دیا تو اس کا بھی غسل ہے، اس کے بعد دشمن سے مباہلہ کرنے کا، احتلام کا واجب غسل ہے۔ آپ کی دو سو سے زائد گراں قدر تصانیف اور تالیفات ہیں جو کہ مختلف، اہم اور جامع موضوعات پر ہیں۔

آپ کی رحلت ۴۱۳ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی رحلت کے دن ہزاروں شیعہ جمع تھے۔ سید مرتضٰی علم الہدیٰ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی تدفین آپ کے گھر ہی میں عمل میں آئی۔ بعد ازاں آپ کو امام جواد علیہ السلام کے پائیں قبرِ صدوق جعفر بن قولویہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر جناب امام زمانہ علیہ السلام نے مرثیہ پڑھا اور دلی غم کا اظہار کیا۔

معزّز قارئین کرام! جیسا کہ شروع میں تحریر کیا گیا کہ امام زمانہ علیہ السلام نے آپ کو خطوط تحریر فرمائے۔ یہاں پر ہم اُن خطوط مبارکہ کی نقل پیش کر رہے ہیں تاکہ مومنین کی معنوی و روحانی بالیدگی میں اضافہ ہو سکے اور علمائے ماسبق کے درجات کا اندازہ ہو سکے کہ اس قدر عظمت یافتہ علماء تھے کہ امام زمانہ علیہ السلام اُن کو عزیز رکھتے تھے۔ امام زمانہ علیہ السلام کا خط شیخ مفیدؒ کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے مخلص دوست! تجھ کو میرا اسلام پہنچے۔ تجھے خدا حق کی ابدی دوستی عطا کرے اور جو خدمات تو بجالاتا ہے، اُن میں اضافہ فرمائے۔ تجھے ہم باخبر کرتے ہیں کہ خدا نے ہمیں اس کی اجازت دی ہے کہ تجھے افتخار نامہ تحریر کریں۔ جہاں تک تجھ سے ہو سکے، ہمارے دوستوں کو ہماری طرف سے احکامات پہنچاتا رہ۔ خدا اُن کو از خود پیروی کی توفیق عطا فرمائے اور ان پر خاص توجہ اور عنایت کر کے ان کی نگرانی فرمائے اور تجھے بھی دین و آئین سے منحرف ہونے

والے دشمنوں کے مقابلے میں فتح و کامیابی عطا فرمائے۔ تجھے جو چیز ہم یاد دلانا چاہتے ہیں، اُس پر توجہ کر کے معین لائحۂ عمل کے مطابق عمل کر اور اس کے مضمون سے جس کسی تک تیری دسترس ہے، اُسے آگاہ کر۔ ہم اگر چہ ایک خاص مقام پر سکونت پزیر ہیں، ظالموں سے دُور ہیں، جب خدا ہماری اور ہمارے شیعوں کی بہتری دیکھے گا اور جب تک دنیا کی حکومتیں تباہ کاروں کے قبضے میں ہیں، ہم اسی طرح رہیں گے لیکن ہم تمہارے حالات سے باخبر ہیں، کوئی چیز تمہاری ہماری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تم لوگوں کی بے چارگیاں جو اس زمانے میں ہیں، جب سے تم لوگوں نے وہ کام کرنے شروع کر دیے ہیں جن سے تمہارے سلفِ صالح دُور رہتے تھے اور خداوند عالم نے جو پیمان تم سے لیا تھا، اُس کو تم نے بھلا دیا۔ ان سب سے ہم باخبر ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہم نے تم کو تمہارے حال پر نہیں چھوڑا اور تمہیں فراموش نہیں کیا ہے۔ اگر ہماری توجہ تمہاری طرف نہ ہوتی تو تم پر مشکلیں ٹوٹ پڑتیں اور دشمن تم کو پامال کر دیتے۔ خدائے بزرگ و برتر کا خیال دل میں رکھو اور ہماری مدد کرو، اُن مصائب سے نجات حاصل کرنے میں جو تم کو درپیش ہیں اور یہ مصائب اس بات کی علامت ہیں کہ تم ہمارے امر و نہی کے معاملے میں سستی و کاہلی کا شکار ہو، اور ہمارے معاملے میں عجلت کا کوئی دخل نہیں ہے، یہاں تک کہ خدا کا امر ہو جائے۔ اور پروردگار اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے۔ ہر چند مشرکوں کو اچھا نہیں لگتا۔ جلد ہی وہ لوگ جو دُور و نزدیک کے راستوں سے حج کے لیے جائیں گے، وہ اپنے تمام مقاصد حاصل کریں گے اور کامیاب ہو کر واپس لوٹیں گے اور ہم بھی اس سفر میں ان کے کاموں کی تکمیل میں ایک مخصوص لائحۂ عمل کے مطابق ان کی مدد کریں گے۔ اس بنا پر تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ ایسے کام کرے کہ وہ دوست کی حیثیت سے ہم سے نزدیک ہو جائے اور جو چیز ہم کو اچھی نہیں لگتی، اس سے دور رہے۔ اس لیے کہ ہمارے ظہور کا حکم یک لخت اور بغیر کسی تمہید کے ہوگا۔ اس طرح کہ پھر توبہ کام دے گی نہ فائدہ اور پشیمانی گناہ کے درد کی دوا ثابت نہ ہوگی۔ پروردگار اپنی ہدایت کی تم کو ارزانی

فرمائے اور تم پر اپنا لطف وکرم کرے تاکہ تم اس کی مغفرت اور رحمت سے ہمکنار ہو جاؤ، آمین۔''

حضرت علیہ السلام کے دستخط

امام زمانہ علیہ السلام کا ایک اور خط شیخ مفیدؒ کے نام:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حق کے مددگار! تجھ پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی ہو۔ اے وہ شخص جو سچی اور پُر از متانت گفتگو سے لوگوں کو حق کی طرف بلاتا ہو۔ ہم تیرے بارے میں خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا شُکر ادا کرتے ہیں اور اُس سے ہمارے سیّد و آقا و مولا خاتم النّبیین رحمۃ للعالمین آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ترسیل رحمت، فضل اور کرم مزید کے طلب گار ہیں۔ ہم نے تیری مناجات سنی۔ پروردگار اس وسیلے کی بدولت جو حق نے تجھے مرحمت فرمایا ہے، تیری نگہداشت کرے اور تجھے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ ہم تجھے یہ خط اپنی مخفی رہائش گاہ سے لکھ رہے ہیں، جو پہاڑ کی بلندی پر ہے اور جہاں حال ہی میں ہم مجبوراً اپنی پہلی قیام گاہ سے آئے ہیں، جو جنگل میں سیدھی طرف واقع ہے، البتہ اس جگہ سے بھی جلد ہی نقل مکانی کر کے ایک صحرا میں چلے جائیں گے اور تجھے اس کی اطلاع دیں گے اور تجھے ایسے ضروری احکام دیں گے، جو تیرے لیے ہماری قُربت کا باعث بنیں گے۔ خدا تجھ پر اپنی رحمت کا سایہ رکھے، تیری حفاظت کرے تاکہ تُو اس قابل ہو سکے کہ اس ظلم وستم کے مقابلے میں جو لوگوں کا خون بہاتا ہے، منحرفین کو ان کے کام سے باز رکھے اور اس کے نتیجے میں مومن خوش ہوں اور حد سے تجاوز کرنے والے غم زدہ ہوں۔ اس فتنے اور مصیبت میں ہماری تحریک کا نشان موجود ہے اور وہ اس روداد سے عبارت ہے، جو خانۂ کعبہ میں ظاہر ہوگی۔ پلید منافقوں میں سے ایک بدبخت بے گناہوں کا خون بہائے گا اور مومنوں کو اذیّت دے گا، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوگا اور ان مظالم کو، جو اُس کے ذہن میں پرورش پا رہے ہیں، عملی شکل نہ دے سکے گا، اس لیے کہ ہم مومنوں

کی اپنی ان دُعاؤں سے جو حتمی طور پر مستجاب ہوتی ہیں اور کبھی رد نہیں ہوتیں، نگہداشت کرتے ہیں۔ اس بنا پر ہمارے دوستوں کے دلوں کو مطمئن ہونا چاہیے۔ ہر چند مشکلات اور سختیاں ان کو گھیر لیں، آخر کار وہ نیکی اور خیر جو خداوند عالم کے پاس ہے، وہ ان تک ان شاء اللہ پہنچ کر رہے گی۔ شرط یہ ہے کہ وہ گناہوں سے پرہیز کریں، ان کے کام کا انجام ہمیشہ قابل تعریف ہی ہوگا۔

اے ہمارے وہ مخلص دوست جو ظالموں اور ستم گروں سے نبرد آزما ہے! خداوند عالم جیسا کہ اُس نے ہمارے پہلے دوستوں کی تائید فرمائی ہے، تیری بھی تائید کرے، تیرے وہ بھائی جو تقویٰ اختیار کریں اور جس حالت میں ہیں اور جس حالت میں اُنہیں ہونا چاہیے، خدا کرے وہ ایسی تباہی لانے والے فتنہ و آشوب سے صحیح سلامت نکل آئیں اور ظالموں کے ظلم سے امان میں رہیں۔ ہر وہ شخص جو اُن سے منسلک نہیں رہتا، جن سے منسلک رہنے کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے، وہ اپنے آغاز و انجام دونوں کے لیے باعثِ نقصان ہوگا۔ اگر ہمارے پیروکار جنہیں خدا نے اطاعت کی توفیق دی ہے اور ہمارے لیے جن کے دلوں میں عقیدت موجود ہے، اگر اُس عہد و پیمان کے پابند رہیں، جو اُنہوں نے ہم سے کیا ہے تو وہ ہمارے دیدار سے محروم نہیں رہیں گے اور وہ ہمارے دیدار کی سعادت سے جلد فیضیاب ہوں گے۔ یہ دیدار اور یہ زیارت معرفت کی بنا پر ہوگی اور ہمارے دوستوں کی جو اچھی اور بری چیزیں ہم تک پہنچتی ہیں، اُن میں سے کوئی چیز ہمیں نہیں روکتی۔ خداوند عالم ہمارا دوست اور مددگار ہے۔ وہ ہمارے لیے کافی ہے۔ وہ ہمارا بہترین وکیل ہے۔ سیّد و سردار بشیر و نذیر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کی آلِ اطہر علیہم السلام پر اُس کا دُرود و سلام ہو اور وہ ہمیں محفوظ رکھے، آمین۔"

حضرت علیہ السلام کے دستخط

۱۴۔ جناب سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ

یہ آپ کا شجرۂ نسب ہے۔ آپ کے القاب ظل نجدین، ابو ثمانین اور مرتضیٰ علم الہدیٰ ہیں۔ آپ کی ولادت ۳۵۵ھ میں شہر بغداد میں ہوئی اور اسی شہر میں ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ میں سید مرتضیٰ نے وفات پائی۔ لہٰذا آپ کی عمر شریف ۸۰ سال اور کچھ مہینے بنتی ہے۔

آپ نے فقہ کی تعلیم جناب شیخ مفید سے حاصل کی، جس کے متعلق شیخ مفیدؒ نے ایک خواب دیکھا تھا، تفصیل علامہ رضیؒ کے تذکرے میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ بے انتہا دولت مند شخص تھے۔ آپ کی بہت سی کرامات میں سے ایک کرامت یہ تھی کہ سیّد مرتضیٰؒ اور شیخ مفیدؒ کو کسی مسئلے میں اختلاف پیش آیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ معاملہ حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمتِ اقدس میں رکھا جائے۔ مسئلے کو لکھ کر آپؑ کی ضریح مبارک پر رکھ دیا گیا۔ بعد میں دیکھا کہ سبز تحریر میں لکھا ہے کہ ''تم میرے شیخ اور قابل اعتماد شخص ہو اور حق میرے فرزند علم الہدیٰ کے ساتھ ہے۔''

روایت ہے کہ آپ کو علم الہدیٰ کا لقب بارگاہِ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے ملا ہے۔ جب آپ کی رحلت ہوئی اور آپ کے فرزند نے نماز جنازہ پڑھائی، آپ سید رضیؒ (جنہوں نے ''نہج البلاغہ'' کی جمع آوری اور ترتیب کی ہے) کے حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے یہ بھائی جوانی میں انتقال کر گئے، لیکن علم الہدیٰ ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھا سکے اور انتہائی رقّت کے عالم میں مشہدِ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں تشریف لے گئے۔ آپ کو ابو ثمانین کہا جاتا ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ نے جو چیز ترکے میں چھوڑی وہ اسّی کی تعداد میں تھی۔ عمر بھی اسّی سال پائی۔ آپ کی کتب کا ہدیہ بھی اسّی ہزار تومان طے کیا گیا۔

کتاب ''تاریخ علماء'' میں مرقوم ہے کہ ابو ثمانین لقب پانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اسّی ہزار کتابیں یا خود لکھیں، یا یاد کیں یا لوگوں نے پڑھ لیں، ان کے سامنے سنائیں، اور آپ کی

عمر بھی اسّی سال تھی، اور پھر جتنی چیزیں اپنے مرنے کے بعد چھوڑی ہیں سب اسّی تھیں، یعنی ۸۰ مکان، ۸۰ جانور، ۸۰ غلام، ۸۰ کنیزیں، لہٰذا ابو ثمانین کا مطلب ہے اسّی والا۔ (تاریخ علماء ص ۹۱۔ مؤلف: رائے افتخار حیدر کھرل)

آپ کو پہلے گھر ہی میں دفن کیا گیا، بعد ازاں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مشہد اور اس کے بعد آپ کے جسدِ خاکی کو کربلائے معلیٰ حرم سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے اندر منتقل کیا گیا، جہاں آپ کے والد اور بھائی کی قبریں پہلے سے موجود تھیں۔

آپ نے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے بڑی دریا دلی کے ساتھ اموال خرچ کیے ہیں، ایک پورا گاؤں فقہاء کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ کو عظمتِ کردار کے باعث سُنّی علماء بھی لائقِ عزّت و تکریم جانتے تھے۔ آپ کو چوتھی صدی ہجری کا مُجدّد بھی کہا جاتا ہے۔

ایک دن شیخ مفیدؒ، سید مرتضیٰ کے درس میں تشریف لے آئے، سید صاحب نے درس میں توقّف کیا، اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور شیخ صاحب کو اپنی جگہ بٹھا دیا، خود سامنے آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ درس کو جاری رکھو، کیوں کہ مجھے تمہاری گفتگو بڑی پیاری لگتی ہے۔" آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ کی متعدد تصنیفات و تالیفات ہیں، جو اب آپ کا بہترین ورثہ ہیں۔ بقولِ شاعرِ ملّت حضرت سیّد مختار علی اجمیری۔

علم سیکھو علم سکھاؤ
علم کے خُوگر سب کو بناؤ
علم سے بچنا بولھی ہے
علم پڑھو، حیدرؑ بن جاؤ

۱۵۔ جناب علامہ سیّد رضی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد، لقب رضی اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ۳۵۹ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ علم وادب، رُشد وہدایت اور عزت وشوکت کا عملی نمونہ تھا۔ آپ کے والد کا اسم گرامی ابواحمد حسین تھا۔ آپ کا خاندان چار واسطوں سے امامت کے زرّیں سلسلے سے مل جاتا ہے۔ ابواحمد حسین ابن موسیٰ ابن محمد ابن موسیٰ ابن ابرہیم ابن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ آپ کی والدۂ ماجدہ کا شجرۂ نسب یہ تھا: فاطمہ بنت الحسین بن حسن الفاطر علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہم السلام۔

آپ کے اُستاد بھی زبردست تھے، جن میں خاص طور پر شیخ مفیدؒ نمایاں ہیں، جو کہ علم وفقاہت، مناظرہ وکلام میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ شیخ مفیدؒ نے ایک خواب رُوحانی دیکھا کہ بی بی سیّدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کو لے کر آپ کے پاس دینی علم کے لیے آئیں۔ اسی عالم میں صبح ہوئی تو دیکھا کہ فاطمہ بنت الحسین تشریف لا رہی ہیں اور اُن کے دونوں فرزندگان سیّد مرتضیٰ اور سیّد رضی آپ کے ساتھ ہیں، اور اُنہوں نے اُسی طرح دینی تعلیم کے لیے کہا کہ میرے دونوں بیٹوں کو اپنی شاگردی میں لے لیجیے، یہی وجہ ہے کہ شیخ مفید نے تمام تر توجہات کے ساتھ آپ کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا اور انہوں نے بھی مکمل توجہ، دلی لگن اور مسلسل محنت کے ساتھ علم حاصل کیا۔

آپ اکیس سال کی عمر میں آلِ ابی طالب علیہم السلام کی نقابت اور امارت حجاج کے عظیم منصب پر فائز ہوئے۔ سینتالیس سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کے بڑے بھائی علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے جس وقت رحلت کا منظر دیکھا، غم کی شدت سے گھر سے نکل گئے اور اپنے جد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضۂ اطہر میں بیٹھ گئے۔ سلطان بہاء الدین فخر الملک کے وزیر اور تمام امراء واشراف اور قاضی آپ کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہوئے اور نماز پڑھ کر تشیع جنازہ

کی۔

آپ عمدہ شاعر بھی تھے اور دس سال کی عمر سے شعر کہنے لگے تھے۔آپ نے بڑھاپے میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔سید رضیؒ کا سب سے بڑا علمی کارنامہ شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کے خطبات، مکتوبات اور فرامین کو جمع کرنا ہے، جو کہ ''نہج البلاغہ'' نامی کتاب کی صورت میں آج بھی اور رہتی دُنیا تک چراغِ ہدایت کی طرح بنی نوعِ انسان کی رہنمائی کرتی رہے گی۔

''نہج البلاغہ'' سمیت آپ کی اور بھی علمی و ادبی خدمات ہیں۔طالب علموں کی بہت خیال رکھنے والے غریب پرور اور وظائف مقرر کرنے والے انسان دوست شخص تھے اور دینی مدارس وغیرہ کے لیے فراخ دلی سے مال خرچ کرنے والے مثالی انسان تھے۔آپ بہت سخی اور جواد تھے اور کسی سے خصوصاً بادشاہ وقت سے کوئی ہدیہ وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے۔

نقاوتِ علویہ، امارتِ حجاج اور ایسے ہی دیگر مناصب عالیہ سیّد رضی کے والدِ بزرگوار کو حاصل تھے۔ان کی رحلت کے بعد اُن کے فرزند سیّد رضی کو حاصل ہوئے۔سیّد رضیؒ کی رحلت کے بعد سیّد مرتضیٰ کی طرف منتقل ہوئے۔آپ اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے۔آپ کی تصنیفات اور تالیفات بھی بہت زیادہ اور تقریباً ہر موضوع پر ہیں، خاص کر کتاب ''تفسیر القرآن'' بہت جامع اور عمدہ تفسیر ہے اور تفسیرِ شیخ طوسیؒ سے کافی ضخیم ہے۔

۱۶۔ جناب شیخ ابوالصّلاح حلبیؒ

آپ کا مکمل اسمِ گرامی تقی بن نجم حلبی یا تقی الدین بن نجم یا نجم الدی
ہے۔آپ فقہ میں بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں اور سید مرتضٰیؒ اور شیخ طوسیؒ کے شاگرد ہیں۔آپ
نے ماشاءاللہ سو سال عمر پائی۔فقہ میں آپ کی معروف کتاب ''کافی'' ہے۔فقہاء کبھی آپ کو آپ
کے نام سے کبھی کنیت سے اور کبھی لفظ حلبی سے پکارتے ہیں۔آپ حلب کے علاقے میں سی
مرتضٰی علم الہدیٰ کے نائب تھے۔

۱۷۔ شیخ الطائفہ محمد بن حسن بن علی طوسیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد بن علی طوسی کنیت ابو جعفر اور لقب شیخ الطائفہ ہے۔ آپ کی علمی و ادبی زندگی کے باعث لفظ شیخ آپ کے لیے مخصوص ہو گیا۔ آپ کی ولادت ۳۵۸ھ میں اور رحلت ۴۶۰ھ میں ہوئی۔ آپ اوائل عمر میں عراق آ گئے اور شیخ مفید کے دروس میں باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔ اُن کے انتقال کے بعد سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ اور دوسرے جیّد علماء کی شاگردی اختیار کی۔ آپ اٹھائیس سال تک سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ کے ہم عصر رہے۔ آپ کے درس میں بہ یک وقت تین سو مجتہدین شرکت کیا کرتے تھے۔ آپ محمدون الاوّلون میں سے ہیں۔ آپ کی کتابیں ''تہذیب'' اور ''استبصار'' کُتبِ اربعہ میں شامل ہیں۔ آپ کی علمی و ادبی قابلیت اور فقہ پر دسترس کی مخالفین بھی تعریف کرتے تھے۔

آپ کو بغداد میں بہت زیادہ تکالیف اٹھانی پڑیں۔ آپ کا گھر، کتابیں اور دیگر سامان نذرِ آتش کر دیا گیا۔ آپ نجف اشرف چلے گئے۔ کچھ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ بعض چغل خور افراد نے آپ کے بارے میں خلیفہ عبّاسی سے شکایت کی کہ آپ نے اپنی کتاب ''مصابیح'' میں بعض صحابہ کو بُرا بھلا کہا ہے۔ چناں چہ خلیفہ نے شیخ کو طلب کیا اور دریافت کیا کہ یہ کیا قصہ ہے، تو اُنہوں نے انکار کیا۔ اس پر لوگوں نے کتاب دکھائی، جس میں لکھا تھا کہ اے پروردگار! تو خاص طور پر پہلے ظالم پر لعنت بھیج۔ شیخ نے وضاحت فرمائی کہ اس سے میری مراد پہلے خلیفہ نہیں، بلکہ پہلے ظالم سے ہے، جو کہ قابیل تھا اور وہ قاتل بھی تھا۔ دوسرے ظالم سے مراد ناقۂ صالح علیہ السلام کی کونچیں کاٹ کر مار ڈالنے والا ہے، تیسرا ظالم یحییٰ ابن زکریا علیہما السلام کا قاتل ہے اور چوتھا ظالم و قاتل عبد الرحمٰن ابن مُلجم ہے، جس نے امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کو قتل کیا۔ یہ سن کر خلیفہ نے آپ کی بڑی توقیر کی۔

۱۸۔ جناب حمزہ بن عبدالعزیز دیلمیؒ

جناب سلار دبن عبدالعزیز، جن کے بارے میں نسخوں میں کچھ اختلاف ہے، متکلم او
فقیہ تھے۔ شیخ مفیدؒ کے لائق ترین شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کی کنیت ابوعلی تھی۔ آپ نے سیّد
مرتضیٰ سے بھی درس لیا تھا اور اکثر یہ ہوتا تھا کہ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ کی غیر موجودگی میں ان کی
نیابت میں درس دیتے تھے۔ یعنی جب کبھی شیخ مفید کسی عذر کی بنا پر نہیں آسکتے تھے، تو آپ ان کی
جگہ بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ آخری عمر میں ضعیفی اور کمزوری کی وجہ سے یہ تکلیف ہوگئی تھی کہ
زیادہ گفتگو پر قدرت نہیں رکھتے تھے، چنانچہ جو درس دینا چاہتے تھے، اس کو لکھ لیا کرتے اور پھ
شاگردوں کے سامنے پڑھ دیا جاتا تھا۔

جناب مرتضیٰ مطہری شہیدؒ ''فقہ اور اصولِ فقہ'' میں رقم طراز ہیں: جناب محقق حل
''المعتبر'' کے مقدمے میں سلارؒ ابن البلاجؒ اور ابوالصلاح حلبیؒ کو اتباعِ ثلاثہ کے نام سے یا
کرتے ہیں۔ یعنی ان کو پیروکار شمار کرتے ہیں۔ ظاہراً اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ یہ تین
حضرات تین دوسرے حضرات شیخ مفیدؒ، سید مرتضیٰؒ اور شیخ طوسیؒ کے تابع اور پیروکار تھے۔'' فق
میں سلار دیلمی کی کتاب ''مراسم'' بہت معروف ہے۔ ۴۴۷ھ سے ۴۶۳ھ کے درمیان کس
سال میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔

سن وفات کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ آپ کی دینی، معاشرتی خدمات لائق صد تحسین
ہیں۔

۱۹۔جناب قاضی عبدالعزیز حلبیؒ

جناب قاضی بن البراج جن کا نام عبدالعزیز بن نحریر بن عبدالعزیز بن البراج طرابلسی شامی ہے، ابن البراج کے نام سے معروف ہیں۔سید مرتضٰی علم الہدیٰؒ اور شیخ طوسیؒ کے شاگرد ہیں اور سید مرتضٰی کی طرف سے طرابلس میں قاضی تھے۔ان کے القاب عزالمومنین اور سعدالدین ہیں۔کنیت ابوالقاسمؑ اور قاضی کے نام سے معروف ہیں۔

آپ طرابلس میں بیس سال تک قاضی رہے۔شیخ طوسیؒ سے بھی تعلیم حاصل کی۔آپ کی متعدد گراں قدر تصنیفات ہیں، جیسے ''جواہر'' اور ''مذہب'' وغیرہ۔۴۸۱ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے، جن کا یہ یقین ہے کہ بہ قول حضرت قائمؔ امروہوی۔

ایسے انساں کو فرشتوں کے سلام آتے ہیں
عیش وعشرت میں جسے ربِ جہاں یاد آئے

۲۰۔ جناب فضل بن حسن بن فضل الطبرسیؒ

جناب شیخ عبّاس قمیؒ کتاب ''احسن المقال'' میں رقم طراز ہیں کہ ''بعض اقوال کے مطابق شیخ ابوعلی فضل بن حسن طبرسی عالم، فقیہ ومحدّث نے سبزوار میں وفات پائی۔ اُن کی قبر شریف مشہد میں ہے۔ یہ شیخ جلیل ابونصر حسن بن فضل صاحبِ ''المکارم الاخلاق'' کے والد اور ابو الفضل علی بن حسن صاحبِ ''مشکوٰۃ الانوار'' کے جدّ امجد ہیں۔ ان کے سلسلۂ نسب کے لوگ علماء تھے۔ آپ کی معروف کُتب ''مجمع البیان'' اور ''جوامع الجامع'' ہے، (۱) جو کہ تفسیر القرآن ہے دس جلدوں پر مشتمل ہے اور بہت عُمدہ اور مثالی تفسیر ہے۔

ان کی ایک اور بڑی وقیع کتاب ہے، جامع الجوامع، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے جب پہلی تفسیر لکھنی شروع کی، تو آپ کا سن ساٹھ برس سے زائد تھا اور جب ''جامع الجوامع'' کا آغاز کیا تو آپ کی عمر ستّر برس سے تجاوز کر چکی تھی۔'' (یہ اقتباس ''قصص العلماء'' سے لیا گیا ہے)

آپ کے بارے میں ایک عجیب امر یا کرامت یہ ہے، جو کہ ہر خاص وعام میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ انہیں سکتہ ہو گیا۔ پس لوگوں نے گمان کیا کہ وہ فوت ہو گئے۔ انہیں غسل وکفن اور نماز جنازہ کے بعد دفن کر دیا گیا اور لوگ قبرستان سے واپس چلے گئے۔ اُدھر قبر میں جب انہیں افاقہ ہُوا تو دیکھا کہ میں قبر میں ہُوں۔ آپ نے اسی عالم میں نذر (منّت) مانی کہ اگر مجھے اس مصیبت سے نجات مل جائے تو میں تفسیر قرآن کریم پہ مبنی ایک کتاب لکھوں گا۔ پس ایسا اتفاق ہوا کہ ایک کفن چور آیا اور قبر کا مُنہ کھولا۔ جب اس نے ہاتھ اندر ڈالا تو آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑا، اور اس سے فرمایا کہ ''ڈرو نہیں، میں زندہ ہُوں اور مجھے سکتہ ہو گیا تھا۔'' شیخ صاحب چوں کہ

۱۔ شیخ عباس قمی، احسن المقال، جلد دوم، ص ۹۳۔

کمزور تھے، تو کفن چور نے آپ کو اپنے کندھے پر اُٹھایا اور آپ کے گھر لے آیا۔ شیخ صاحب نے اُسے کافی مال اور خلعت عطا فرمایا اور آپ کے ہاتھ پر کفن چور نے توبہ کی۔ اس کے بعد آپ نے اپنی نذر (منّت) کو پورا کیا اور ''مجمع البیان'' کے عنوان سے قرآن کریم کی تفسیر کی تالیف شروع کی (۱) (واللہ اعلم بالصّواب)

مندرجہ بالا واقعے کی شہرت کے باوجود صاحب ریاض سے پہلے کسی کی تالیف میں یہ واقعہ نہیں ملتا اور کبھی اس واقعے کی نسبت مُلاّ فتح اللہ کاشانیؒ کی طرف دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی صورت حال کے بعد تفسیر کبیر یعنی ''منہاج الصّادقین'' تالیف فرمائی۔ (واللہ اعلم خبیر)

(۱) صاحبِ ریاض آقا سیّد علی بن سیّد محمّد علی طباطبائی۔

۲۱۔ جناب سیّدعزّ الدین ابوالمکارم حمزہ بن علیؒ

جنابِ سیّدعزالدین ابوالمکارم حمزہ بن علیؒ بن زہرۃ الحسینی الحلبی فاضل و جامع شخصیت تھے۔ آپ کا شجرۂ نسب بارہ واسطوں سے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے جاملتا ہے۔ حدیث میں شیخ الطائفہ کے فرزند شیخ ابوعلی سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں اور چند واسطوں سے فقہ میں شیخ طوسیؒ کے شاگرد ہیں۔ حلب (شام) کے رہنے والے تھے۔ ۵۸۵ھ میں آپ کی رحلت واقع ہوئی۔

فقہ میں آپ کی معروف کتاب ''غنیۃ النزوع'' علم اصول و فروع کے بارے میں ہے۔ جہاں بھی فقہاء کی زبان میں ''حلبیان'' کہا جاتا ہے، اس سے مراد ابوالصلاح حلبی اور ابن زہرا حلبی ہوتے ہیں اور حلبیون سے ابوالصلاح حلبی، ابن زہرا اور ابن البراج مراد لیے جاتے ہیں۔ ابن زہرا چار واسطوں سے شیخ طوسیؒ کے شاگرد ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ابن زہراؒ، امام زمانہؑ سے ملاقات کرتے تھے۔ اور آپؑ سے احکامات سنتے تھے، لیکن وہ یہ قدرت نہیں رکھتے تھے کہ ان احکامات کی نسبت امامؑ سے دیں۔ لہٰذا ان احکام کو لکھ کر ان پر اجماع کا دعویٰ کر دیتے تھے۔ تاکہ وہ احکام ان سے قبول کر لیے جائیں، لیکن یہ بالکل ظاہر ہے کہ یہ تدلیس ہے۔ (واللہ اعلم) (نوٹ) تدلیس: علم والوں کی ایک غلطی کہ وہ اس شخص کا نام نہیں لیتے تھے، جس سے انہوں نے بالمشافہ روایت یا حدیث سنی، بلکہ اور اُوپر سے سلسلہ ملاتے تھے۔''

❁❁❁❁❁

۲۲۔ جناب ابن حمزہ طوسیؒ

جناب محمد بن علی بن حمزہ طوسیؒ مشہدی طوسی کے نام سے معروف اور ابن حمزہ مشہور ہیں۔ آپ کا لقب عماد الدین اور کنیت ابو جعفر ہے۔ شیخ طوسیؒ کے شاگردوں کے ہم طبقہ ہیں۔ آپ کا سنِ پیدائش وسنِ رحلت وغیرہ صحیح طور پر معلوم نہیں۔ غالباً چھٹی صدی ہجری کے دوسرے نصف میں آپ کی رحلت ہوئی۔ خراسان کے رہنے والے تھے۔

جناب استاد شہید مرتضٰی مطہریؒ اپنی کتاب فقہ اور اصول میں رقم طراز ہیں کہ فقہ میں آپ کی معروف کتاب ''وسیلہ'' ہے۔

حضرت سیّد سردار حسین نقویؔ آپ جیسی ہی شخصیات کے تناظر میں کیا خوب کہتے ہیں۔

جو بھی ہے درد مند زمانے میں دوستو
انسانیت شعار وہی شخصیت تو ہے

۲۳۔ جناب ابن ادریس حلیؒ

جناب محمد بن ادریس یا ابن ابی احمد ادریس عجلی ربعی حلی شیخ فاضل و کامل شخص تھے اور آپ کا شمار شیعہ بزرگ علماء میں ہوتا تھا۔ آپ کا تعلق عرب سے تھا۔ شیخ طوسیؒ چند واسطوں سے آپ کے نانا تھے۔ آپ آزادی فکر کے حوالے سے معروف تھے۔ رعب و دبدبے میں آپ نے اپنے نانا جان کو بھی دو قدم پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ علماء اور فقہاء پر جائز تنقید کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

۵۹۸ھ میں پچپن سال کی عمر میں وفات پائی۔ فقہ کے حوالے سے آپ کی نفیس کتاب ''سرائر'' ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ آپ ابن زہرا کے شاگرد ہیں، لیکن ''اسرائر'' کی کتاب ''الودیقہ'' کی بعض تعبیرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ابن زہرا کے ہم عصر تھے اور ان سے آپ کی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بعض فقہی مسائل و معاملات میں ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ بھی رہا ہے۔ آپ جیسے لوگوں ہی کے لیے کسی شاعر نے کیا خوب معنوی شعر کہا ہے، جو عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی کی طرف سفر کا استعارہ بھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی سمجھے تو ایک بات کہوں
عشق توفیق ہے، گناہ نہیں

۲۴۔ جناب محمد بن محمد خواجہ نصیر الدین طوسیؒ

محمد بن محمد بن حسن طوسیؒ جو خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کے نام سے معروف ہیں اور طوس کی نسبت سے طوسی کہلاتے ہیں۔ وہ ایسے فقیہ ہیں کہ ہر زمانے کے فقہاء ان کی فضیلت کے معترف ہیں۔ ان کے دور میں ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ملتا۔ وہ ایسے فلسفی تھے کہ ارسطو اور افلاطون کی رُوحیں ان کے وجود پر نازاں نظر آتی ہیں۔ آپ کی ولادت ۵۹۷ھ میں طوس میں ہوئی اور ۶۷۲ھ میں رحلت ہوئی۔ آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں اور کمالات وفضائل کے بارے میں قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ ہلاکو خان نے آپ کو اپنا وزیر بنایا تھا۔

ایک رات عالمِ خواب میں آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ ایک مقبرہ ہے اور اس قبر کے چاروں طرف بارہ ائمہؑ کرامؑ، جنہیں خواجہ نصیر اچھی طرح جانتے ہیں، کے نام لکھے ہوئے ہیں اور ایک شخص بھی وہاں پر بیٹھا ہوا ہے اور ان بارہ اماموں کے توسّل سے طریقۂ ختم تعلیم کیا اور وہ شخص جناب صاحب العصر علیہ السلام تھے۔ اب جو آپ بیدار ہوئے تو خواب کے کچھ فقرے بھول گئے، لیکن دوبارہ رات کو یہی خواب دیکھا۔ بحمد اللہ اسی نتیجے میں دعائے توسّل ہمیں ملی ہے۔

روایت ہے کہ جب ہلاکو کی ماں نے وفات پائی تو بعض سنّی علماء نے حسد کے باعث ہلاکو سے کہا کہ قبر میں منکر ونکیر مردوں سے عقیدہ واعمال کے بارے میں سوال کرتے ہیں اور آپ کی والدہ جواب نہیں دے سکیں گی۔ آپ خواجہ کو اُن کے ساتھ قبر میں بھیج دیں، خواجہ نے یہ سمجھ کر کہ یہ چال ہے، جواب دیا کہ منکر ونکیر بادشاہ سے بھی سوال کریں گے، لہٰذا فی الحال تو ان علماء کو والدہ کے ساتھ بھیج دیجیے اور مجھے خود آپ اپنے لیے محفوظ رکھیں۔ چناں چہ ہلاکو نے ان سنّی علماء کو والدہ کی قبر میں دفن کرا دیا۔

آپ حساب، نجوم، رمل وجفر اور حکمت میں یگانۂ روزگار تھے۔ نجوم میں تو اپنے وقت کے بڑے اعلم تھے اور بادشاہِ وقت نے آپ کے لیے ایک رصدگاہ تعمیر کرائی تھی۔

ابتدا میں آپ عقائد کے ساتھ دلیل کا ہونا ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک جنگل سے آپ کا گزر ہوا، وہاں ایک شخص کھیتی باڑی میں مصروف تھا۔ آپ اُس کے پاس پہنچے اور اُس سے سوال کیا کہ خدا ایک ہے یا دو؟ اُس نے کہا کہ خدا ایک ہے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ دو خدا ہیں، تو تُو کیا جواب دے گا؟ دیہاتی نے کہا کہ یہ جو کدال میرے ہاتھ میں ہے، میں اس سے اُس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ خواجہ صاحب سمجھ گئے کہ اس دیہاتی کا عقیدہ بہت پختہ ہے۔ چناں چہ خواجہ صاحب نے اپنا پہلا نظریہ ترک کر دیا اور دلائلِ حکمت نہ ہونے کے باوجود فقط یقین ہی کو کافی سمجھا۔

علامہ حلّیؒ نے خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضری دی، شاگردی اختیار کی اور بُوعلی سیناؒ کی کتاب ''الشفاء'' پڑھی۔ علامہ آپ کو علوم عقلی و نقلی میں افضل مانتے تھے۔ شیخ طوسی کی تالیفات مذہبِ امامیہ میں علمِ حکمت، علم کلام اور علم فقہ میں بہت سی ہیں۔ آپ نے دنیا کو حقیر سمجھا اور زبردست زہد اختیار کیا۔ شیعہ مذہب اور شیعہ قوم کے لیے قابلِ قدر اور لائق ناز سرمایۂ علمی چھوڑا۔ ایک مرتبہ سفر میں رات ہوگئی اور ایک صحرا و بیاباں میں رکنا پڑا۔ ایک چکّی والا خواجہ صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آج رات بارش ہوگی۔ آپ میرے گھر میں قیام کریں۔ خواجہ صاحب نے اپنا حساب کتاب کر کے جواب دیا کہ آج بارش ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چناں چہ اُسی بیابان میں سو گئے۔ رات کا ایک پہر گزرنے کے بعد بارش شروع ہوگئی۔ خواجہ صاحب اور ان کے ملازمین سب اٹھ کر بیٹھ گئے اور چکی میں جا کر پناہ لی۔ خواجہ صاحب نے چکی والے سے پوچھا کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ آج بارش ہوگی؟ چکّی والا بولا کہ میرے پاس ایک کُتا ہے۔ جب بھی وہ چکّی کے کونے میں پناہ ڈھونڈتا ہے، میں سمجھ جاتا ہوں کہ آج بارش ہوگی۔ کل عصر کے وقت سے کتا اندر آگیا تھا اور یوں مجھے علم ہوگیا کہ بارش ہوگی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ افسوس ہم نے اس عمر فانی کو بے ہوشی میں گنوا دیا اور اتنی عقل و

ادراک بھی نہ پا سکے، جتنا ایک کتے میں ہوتا ہے۔

قارئین کرام! اس قدر عالم، فاضل انسان اور خود کو کتنا عاجز کہہ رہے ہیں۔ یہ آپ اس واقعے سے سمجھ سکتے ہیں۔

روایت ہے کہ خواجہ صاحب نے بغداد میں انتقال فرمایا اور مرض موت کے دوران وصیّت کر دی تھی کہ آپ کو جوارِ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام میں دفن کیا جائے اور اُسی پر عمل کیا گیا۔ اُس آستانے کے ستون پر جو خواجہ صاحبؒ کے لوحِ مزار کی جگہ واقع تھا، اس آیۂ کریمہ کو لکھا گیا: ''وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ'' (سورۂ کہف، آیت ۱۸) ''اور ان کا کتا چوکھٹ پر پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہے۔''

آپ کا یہ یقین تھا اور یہی آپ کی کامیابی کا راز بھی تھا کہ بقول شاعر؎

قبر کا چوکھٹا خالی ہے اسے مت بھولو

جانے کب کون سی تصویر سجا دی جائے

۲۵۔ جنابِ ابنِ طاؤس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

یہ بات انتہائی اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ اور علماء کے ساتھ ساتھ آلِ طاؤس میں انتہائی متقی اور جیّد علماء گزرے ہیں، جن کی علمائے حق کے ذیل میں حد درجہ فضیلت ہے۔ آپ کو آلِ طاؤس اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہوتا ہوا حضرت امام علی ابن ابی طالب علیہما السلام سے جا ملتا ہے۔ یہاں پر ہم جن بزرگ ہستی کا تذکرہ کررہے ہیں وہ رضی الدّین ابن طاؤس کے نام سے معروف ہیں۔ آپ کا مکمل اسمِ گرامی علی بن موسیٰ بن طاؤس اور کنیّت ابوالقاسم ہے۔ آپ سے متعدد کرامات نقل ہوئی ہیں۔

آپ بہت متقی، پرہیز گار، عالم اور حکماء میں سے تھے۔ ذیل میں ہم آپ کی ایک کرامت کا ذکر کرتے ہیں، جس سے انتہائی سبق آموز نصیحت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا سنِ ولادت ۵۸۹ھ ہے اور آپ کی رحلت سن ۶۶۴ھ میں ہوئی۔ سیّد نعمت اللہ جزائریؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ سیّد رضی الدین علی بن طاؤس نے ایک موقع پر کہا کہ خلیفہ نے مجھے قاضی بنانا چاہا تو میں نے اس سے کہا کہ میری عقل اور میری خواہشِ نفس کے درمیان مقدمہ قائم ہوا۔ یہ دونوں مجھ سے اس کا فیصلہ کرنے کے خواہش مند ہوئے۔

چناں چہ یہ دونوں میرے پاس حاضر ہوئے اور عقل نے کہا: میری تمنّا ہے کہ تجھے جنّت کی راہوں اور اس کی لذتوں کی جانب لے جاؤں اور خواہشِ نفس نے کہا کہ آخرت تو اُدھار ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ تجھے موجودہ لذتوں کا مزہ چکھاؤں۔ اور دونوں مجھ سے انصاف کے خواہش مند ہیں۔ تو میں نے ایک دن عقل کے حق میں فیصلہ دے دیا اور ایک دن خواہشِ نفس کے حق میں۔ اب دونوں جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں اور پچاس سال ہوگئے ہیں، میں ان کے جھگڑے کو رفع نہیں کرسکا۔ تو جب میں ایک قضیے کا فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں تو اتنے

سارے نت نئے واقعات کے متعلق فیصلہ کرنا اوران مسائل پر قابو پانا، یہ میری استطاعت سے باہر ہے۔ چناں چہ آپ اس عہدۂ قضاوت کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں، جس کی عقل اور خواہشِ نفس آپس میں متفق ہو چکی ہوں اور اہم امور کو نمٹا سکتا ہو۔ آپ خواجہ نصیر الدین طوسیؒ کے ہم عصر تھے۔ علاّمہ حلّیؒ آپ کے ہونہار ترین شاگرد تھے۔ متعدد گراں قدر کتابیں آپ نے تصنیف و تالیف کیں۔ آپ نے اس قدر احتیاط کا مظاہرہ کیا کہ کبھی فتویٰ نہیں دیا اور نہ ہی مرجعیت کی طرف بڑھے۔

شیخ احمد احسائی نے شرحِ زیارت جامع میں لکھا اور کچھ دیگر صاحبان قلم نے بھی یہ بات لکھی ہے کہ سیّد رضی الدین علی بن طاؤس نے سامرہ میں سرداب مبارک میں (جو جناب صاحب الامر علیہ السلام سے منسوب ہے) آپؑ کی آواز سنی لیکن آپؑ کو دیکھا نہیں اور سنا کہ امامؑ زمانہ علیہ السلام یہ دعائے قنوت پڑھ رہے ہیں: "**بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم اللّٰھم ان شیعتنا خلقوا من فاضل طینتنا و عجنوا بماء وِلایتنا۔**" یعنی پروردگار! ہمارے شیعہ ہماری بچی ہوئی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں، اور ہماری ولایت کے پانی سے خمیر کیے گئے ہیں۔ چناں چہ ہماری خاطر ان کو بخش دے۔"

آپ کی ایک کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اسماعیل بن حسن مرقلی کہ جنھوں نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت کی اور آپؑ نے انہیں تاکید کی کہ خلیفۂ عباسی سے کوئی چیز قبول نہ کرنا اور ہمارے فرزند سیّد رضی الدین سے کہنا کہ علی بن عوض کے پاس تمہارے لیے سفارش لکھ دیں، کیوں کہ ہم نے اُن کے ذمے داری مقرّر کی ہے کہ تم جو بھی چیز مانگو، وہ تمہیں دے دیں۔

آپ نے بے شمار دعائیں روایت کی ہیں۔ جناب مولانا صادق حسن صاحب قبلہ اپنی تقاریر میں بیان کرتے ہیں کہ آپ کو اسم اعظم کا علم تھا۔ آپ نے استخارہ کیا کہ کیا اپنے بیٹے کو تعلیم

کردوں؟ لیکن منع آیا۔ پھر اپنے بیٹے کو اشارتاً بتایا کہ اسم اعظم میری کتابوں میں ہے۔ اگر حاصل کر سکو تو کر لو، مطلب یہ کہ مخفی رکھا۔ آپ کو مستجاب الدّعا بھی کہا جاتا ہے۔ روحانیت اور سیر و سلوک میں بھی آپ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔

حضرات محمدؐ و آل محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے روایت کی گئی متعدد دُعائیں آپ نے جمع کی ہیں، جو آج بھی بحمد اللہ ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ سب آپ ہی کی شبانہ روز کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ آج دعاؤں کی کُتب میں جہاں بھی سیّد یا سیّد ابن طاؤس کا تذکرہ نظر آتا ہے، وہاں آپ ہی کی ذات مراد ہوتی ہے۔

۲۶ (الف)۔ جناب شیخ فاضل یحییٰ بن احمد بن یحییٰ بن سعید حلی ؒ

حضرت علامہ قاضی نوراللہ شوستری شہید ؒ اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں رقم طراز ہیں کہ آپ ۶۰۱ھ میں کوفے میں پیدا ہوئے۔ بقول میر انیس ؒ ۔

آپ علم لغت، فقہ واصول فقہ میں یگانۂ روزگار تھے۔ آپ نے جناب ابن اخضر ؒ سے درس حدیث حاصل کیا۔ آپ مذہب حقہ (یعنی امامیہ) کے فاضل، اعلیٰ درجے کے عابد وزاہد تھے۔ آپ علم وادب، فقہ اور اصول کے ماہر تھے اور آپ نے فقہ میں ''جامع الشرائع'' اور اصول فقہ میں ''المدخل'' جیسی شہرۂ آفاق کتب تالیف وتصنیف کی ہیں۔ آپ ۶۹۰ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف سفر حیات طے کر کے منزل مقصود سے جا ملے۔

❁❁❁❁❁

۲۶(ب)۔ جنابِ جعفرؒ ابن یحیٰ ابن حسن (محقق اوّل)

جناب جعفر ابن یحیٰ ابن حسن محقق اوّل فقہ وکلام واصول کے ماہر اور حقائق کو لطیف انداز میں بیان کرنے والے تھے۔ آپ شعر وادب میں بھی کمال رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت ۶۳۸ھ اور رحلت ۷۲۶ھ میں ہوئی۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ علم فقہ میں اپنے وقت میں افضل تھے۔ محقق طوسی محققِ اوّل کے درس میں شرکت کرتے اور انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے تھے۔ حضرت خواجہ نصیر الدین طوسیؒ جو اپنے وقت کے عالم، فاضل اور حکیم شمار کیے جاتے ہیں اور جو ہلاکو خان کے وزیر تھے، آپ کے دروس میں شرکت کرتے تھے۔

فقہ میں آپ کی مشہور کتاب ''شرائع الاسلام'' ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں محقق سے مراد آپ ہی کی ذات ہے۔ شرائع الاسلام درسی کتب میں شامل ہے، بہت سے علماء نے اس کتاب کی شروحات لکھی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ کشتیوں میں سوار ہو کر جزیرۂ خضراء میں پہنچے، جو کہ امام زمانہ علیہ السلام سے منسوب ایک جزیرہ ہے، وہ لوگ بتاتے ہیں کہ جن فقہاء کے نام اولادِ صاحب الامر علیہ السلام کی بستی میں لیے جاتے ہیں۔ وہ محقق اوّلؒ، شیخ مفیدؒ، شیخ طوسیؒ اور شیخ صدوقؒ ہیں۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات میں مسائل حرام وحلال کے سلسلے میں پندرہ ہزار مسائل ہیں۔ آپ کی رحلت کے وقت حلہ میں لوگوں کا زبردست ہجوم تھا اور لوگ زاروقطار رو رہے تھے۔

۲۷۔ جناب حسن بن یوسف المعروف علاّمہ حلّیؒ

آپ کا تعلق بھی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، حلّہ سے تھا۔ جناب محقق حلّیؒ آپ کے ماموں تھے۔ آپ کو جمال الدین بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ علاّمہ آپ کے لیے مخصوص ہے۔ آپ کی ولادت ۶۴۸ھ میں ہوئی اور رحلت ۷۲۶ھ میں حِلّہ میں ہوئی اور آپ کی نورانی میّت کو نجف اشرف لے جایا گیا۔ آپ نے فقہ، کلام، اُصول اور دیگر علوم محقّق اوّل جو آپ کے ماموں تھے، اُن سے حاصل کیے۔ اپنے والدِ محترم سے بھی آپ نے کسبِ علم کیا اور حکمت کے لیے جناب خواجہ نصیر الدین طوسیؒ سے رجوع کیا۔ آپ نے درس و تدریس کی بنیادوں کو مستحکم کیا ہے اور شیعیت کے علم و رعب کو نورانی و معنوی حسن دیا۔ آپ سے بے شمار کرامتیں منسوب ہیں۔ آپ کی زندگی کے بارے میں ذہن و قلم کماحقّہ تحریر کرنے سے عاجز ہیں۔ آپ کے دروس میں ہر فرقے کے لوگ شرکت کرتے تھے۔

آپ کے زمانے میں اہلِ سنت کے ایک عالم نے مذہبِ حقّہ کے خلاف ایک کتاب لکھی اور اس کے ذریعے لوگوں کو ورغلانا شروع کیا۔ آپ نے اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ تم اُس کے پاس جا کر اُس کی شاگردی اختیار کرو، الغرض کچھ ہی عرصے میں اُس شاگرد نے اُس عالم کا اعتماد حاصل کیا اور ایک رات کے لیے مذکورہ کتاب عاریتاً لے آیا اور علاّمہ حلّیؒ کو دے دی۔ علاّمہ نے اس کتاب کو نقل کرنا شروع کیا اور اسی دوران ان کو نیند آ گئی اور قلم ہاتھ سے گر پڑا، اور جب آنکھ کھلی، صبح ہو گئی تھی، آپ کو بہت افسوس ہوا، لیکن جب آپ نے کتاب کو دیکھا تو وہ مکمل کی جا چکی تھی اور اُس کے آخر میں لکھا تھا: "اس کو لکھا مہدی ابن حسن العسکری علیہ السلام نے۔"

آپ کی تالیفات و تصنیفات بہت زیادہ ہیں۔ آپ روزانہ ایک ہزار اشعار لکھتے تھے۔ آپ نے مناظرے اور مباحثے کے ذریعے مذہبِ حقّہ کو مزید مضبوط کیا۔ آپ کو امام العصر

علیہ السلام سے ملاقات کا عظیم شرف بھی حاصل ہوا۔

آپ کی امام زمانہ علیہ السلام سے ملاقات اس طرح ہوئی کہ آپ ہر شب جمعہ کو زیارت سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے جایا کرتے تھے۔ایک مرتبہ حسب دستور کربلائے معلیٰ جارہے تھے اور ہاتھ میں تازیانہ پکڑے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص (جو بارُعب اور مقدّس شخصیت کے مالک) علامہ حلی کے ساتھ ساتھ چلنے لگے اور گفتگو میں مصروف ہوگئے۔ ذراسی دیر میں علامہ نے جان لیا کہ یہ شخص بڑے ہی عالم فاضل ہیں۔علامہ نے اُن سے علمی سوالات معلوم کرنا شروع کیے اور انہوں نے تمام جوابات تسلی و تشفی بخش بتادیے۔یہاں تک کہ ایک علمی مسئلے پر انہوں نے ایک فتویٰ بیان کیا تو علامہ نے انکار کیا کہ اس فتویٰ کے مطابق تو کوئی حدیث ہی نہیں ہے تو وہ شخص کہنے لگے کہ شیخ طوسیؒ کی کتاب ''تہذیب'' میں فلاں صفحے کے بعد تمہیں یہ مسئلہ مل جائے گا۔علامہ بہت حیران ہوئے کہ اس قدر ماہر شخص یہ کون ہیں؟ پھر علامہ نے ان سے پوچھا کہ کیا غیبتِ کبریٰ میں امام زمانہ علیہ السلام کی زیارت ہوسکتی ہے؟ یہ بات کرتے کرتے علامہ کے ہاتھ سے تازیانہ گر گیا، وہ شخص جھکے اور تازیانہ اٹھا کر علامہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ ''تم کیسے صاحب الامر کی زیارت نہیں کرسکتے؟ جب کہ ان کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔'' علامہ تڑپ کر اپنی سواری سے نیچے اتر آئے کہ آپؑ کے قدموں کا بوسہ لیں، لیکن ہوش کھو بیٹھے اور جب ہوش آیا تو کوئی نہ دکھائی دیا۔بہر حال گھر پہنچ کر ''تہذیب'' کو کھولا تو اُسی صفحے اور اُسی سطر میں جس کی آپؑ نے نشان دہی کی تھی، وہ حدیثِ مبارکہ مل گئی۔آپ نے اپنے ہاتھ سے اُس حدیث کے حاشیے پر لکھ دیا کہ ''یہ وہ حدیثِ مبارکہ ہے، جس کی امام زمانہ علیہ السلام نے اطلاع دی۔'' آپ اپنے زمانے کی حیران کن شخصیت تھے، آپ کی فقہ، کلام، اصول رجال جیسے علوم پر ایک سو کے لگ بگ قلمی یا مطبوعہ کتب موجود ہیں۔تذکرۃ الفقہاء جیسی کتاب آپ ہی کی ہے۔فقہ میں علامہ کی مشہور کتاب ''ارشاد'' ہے۔

۲۸۔ جناب محمد بن حسن (فخر المحققین رح)

حِلّہ اور شیعیت کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور برسوں سے حِلّے کا نام دل و دماغ کے لیے ایک روحانی و معنوی سکون ولذّت فراہم کرتا ہے۔اسی مشہور و معروف شہر میں ۶۸۲ھ میں جناب فخر المحققین کی ولادت ہوئی۔آپ کا مکمل اسمِ گرامی محمد بن حسن بن یوسف المطہر الحلّی تھا۔آپ کی عظمت اور علم و ادب کے سبھی معترف تھے۔آپ خود مجتہد، آپ کے بیٹے مجتہد، آپ کے والد محترم علامہ اور دادا جان بھی اجتہاد کے مرتبے پر فائز تھے۔علاوہ ازیں آپ کے دو چچا جان بھی مجتہدین میں سے تھے، اور ان کے دو بیٹے بھی مجتہد بنے۔عوام النّاس میں مشہور تھا کہ آپ کے گھر میں ماشاء اللہ دس مجتہدین جمع تھے۔

آپ نے مذہبِ حقّہ، شیعیت کے فروغ کے لیے اپنے وقت کے سُلطان کے دربار میں مباحثے کیے اور دشمنوں کی دلیلوں کو ریت کے ذرّات کی طرح بکھیر کر رکھ دیا۔آپ کی رحلت ۷۷۱ھ میں ہوئی۔آپ کے والد محترم نے یہ وصیت کی تھی کہ میری جو کتابیں ادھوری رہ گئی ہیں، وہ میرا بیٹا مکمل کرے۔آپ نے یہ اہم فریضہ بہ حُسن وخوبی انجام دیا۔یہی وجہ ہے کہ آپ کی اپنی تصنیفات و تالیفات کم ہیں، لیکن ان کی قدر و منزلت والدِ محترم کی کُتب کی طرح نہایت اعلیٰ ہے۔

فقہ میں آپ کی مشہور کتاب ''ایضاح الفوائد فی شرح مشکلات القواعد'' ہے۔آپ کی آراء فقہی کتب میں ایک اہمیت رکھتی ہیں۔

۲۹۔ جناب محمد زین الدینؒ (شہیداوّل)

آپ کا اسمِ گرامی محمد، لقب زین الدین اور والدِ ماجد کا اسمِ گرامی شیخ محمد المکی ہے، جنہیں جمال دین بھی کہا جاتا ہے، آپ کی ولادت ۷۳۴ھ میں فلسطین کے ایک مردم خیز شہر جبلِ عامل میں ہوئی۔ جبل عامل میں کئی زبردست اور نامور علمائے تشیع پیدا ہوئے ہیں۔ شیعیت کے ایک تہائی علمائے کرام کا تعلق اسی یگانۂ روزگار شہر سے ہے۔ آپ سولہ سال تک جبل عامل میں علم وادب سے فیض یاب ہوئے۔ بعدازاں ۷۵۰ھ میں عراق کے شہرِ حلّہ کی راہ لی، جوکہ علوم اسلامی اور شیعیت کا مرکز تھا۔ آپ کے آباء و اجداد میں حارث صمدانی کا نام شامل ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب علمی تھا اور آپ کے دادا، والد، والدہ سب علم کے دلدادہ اور بابِ مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام کے پروردہ تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کا شہید آپ ہی کو کہا جاتا ہے۔ آپ کی رفعت وسعادت، عبادت اور شہادت کی اپنے دور میں کوئی نظیر نہیں تھی۔

فقہائے نامدار میں آپ کا اسم گرامی سرفہرست ہے۔ آپ کو ایک ہزار فقہاء نے اجازہ دیا تھا۔ آپ نے ''لمعہ'' جوکہ فقہ کی معروف کتاب ہے اور آج کل بھی درس میں شامل ہے، وہ صرف سات دن میں تالیف کردی اور حالتِ قید میں لکھی، جس میں طہارت سے لے کر دیات تک کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔

حلّہ اسلام اور شیعیت کے لیے ایک تابناک شہر تھا اور تشیع کی بُنیاد تھا۔ حلّہ ہی میں شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۳ھ نے علم ودانش کے چراغ جلائے۔ آپ کے بعد آپ کے شاگرد سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰؒ متوفی ۴۳۶ھ نے علم کی شمع روشن کی اور چراغِ شیعیت کو واقعاً جلا بخشی۔ آپ کے بعد شیخ الطائفہ، شیخ طوسیؒ (متوفی ۴۶۰ھ) نے اس قندیلِ علم کی ضوافشانیوں میں نمایاں اضافہ کیا۔ آپ کے زمانے میں تقریباً تین سو مجتہدین شیخ الطائفہ کے درس میں حصہ لیتے تھے۔ اہل سنت کے علمائے کرام بھی بغیر کسی تعصب کے آپ کے درس میں حصہ لیتے تھے۔ ان تمام علمائے

کرام کی کوششوں کے نتیجے میں محقق حلی (متوفی ۶۷۶ھ) اور جناب علامہ حلی متوفی ۷۲۶ھ اور جناب فخر المحققین (متوفی ۷۷۱ھ) حلہ شیعیت کے کعبے میں بدل چکا تھا۔ اسی وجہ سے شہید اوّل نے حلّہ کا رُخ کیا اور پانچ سال تک حصول علم کا سفر جاری وساری رکھا۔ اسی دوران فخر المحققین نے آپ کی خداداد صلاحیتوں کو درک کیا اور آپ پر زیادہ توجہ دینے لگے۔ ۷۵۱ھ میں آپ نے شہید اول کو اجازہ تحریر کر کے مرحمت فرمایا۔ یہ اجازہ آپ نے عین جوانی کے عالم میں حاصل کیا اور دنیائے شیعیت کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

آپ نے اہل سنت کی کتب کا بھی گہرا مطالعہ کیا اور اس ضمن میں کماحقّہ، دسترس حاصل کی، یہاں تک کہ اہل سنت اور دیگر فقہوں کے پیروکاروں کو بھی فتویٰ دینے لگے۔ آپ نے بے شمار سفر کیے اور علم و دانش کی طلب میں صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ اکیس سال کی عمر میں آپ دوبارہ اپنے گھر آئے۔ بعدازاں آپ نے مکۂ معظّمہ، مدینہ منورہ، عراق، مصر، شام اور دیگر اسلامی ممالک کا سفر وسیلۂ ظفر اختیار کیا اور فقہ میں زبردست شہرہ حاصل کیا۔

آپ نے اصول، علم کلام، منطق اور فقہ میں اپنے زبردست آثار و شاہ کار چھوڑے ہیں۔ علم حدیث میں بھی آپ نے اپنے جوہر دکھائے اور اصول میں بھی۔ غرض یہ کہ ہر شعبے میں آپ کے ادبی علمی و فقہی آثار باقی ہیں۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ امامیہ فقہ سے متعلق کتاب ''لمعہ'' ہے، جو کہ آپ نے خراسان کے گورنر کے ایک خط کے جواب میں تحریر کی۔ خراسان کے گورنر نے آپ کو شام سے خراسان آنے کی دعوت دی، لیکن آپ اس وقت دمشق سے خراسان نہیں آسکے، تاہم آپ نے صرف سات دن میں ''لمعہ'' تحریر کی، جو کہ فقہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے دورانِ حراست اس کتاب کو تحریر کیا۔ ''لمعہ'' کی آج تک بے شمار شرحیں لکھی گئیں اور ان گنت حاشیے تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب آج بھی حوزۂ علمیہ کے لازمی درس میں شامل ہے۔ آپ نے اعلیٰ درجے کے اشعار بھی کہے

ہیں۔حالات و نیرنگیِ زمانہ کی وجہ سے آپ کے بہت سے ادبی و علمی شاہکار اب موجود نہیں، لیکن جو ہیں، وہ بھی شیعیت کے لیے باعثِ صد افتخار ہیں۔

آپ کو سنّی علماء یکساں عزّت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے اور آپ فقہ حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی، اور جعفری پر یکساں عُبور رکھتے تھے۔آپ کے لکھے ہوئے فتوے پر سب دل و جان سے یقین رکھتے اور عمل کرتے تھے۔ملّتِ اسلامیہ میں آپ کی شہرت سے حاسدوں کے سینوں پر گویا سانپ لوٹنے لگے اور آپ کو راستے سے ہٹانے کے لیے مکر و فریب و حیلے کیے جانے لگے۔شہید اوّل نے اپنی زندگی کا بڑا حصّہ دمشق میں گزارا۔آپ کو دمشق میں ہی شمس الدین کا خطاب مل چکا تھا۔آپ نے مذہب امامیہ کی حقانیت کو بھرپور علمی قدرت اور عرفانی روحانی و معنوی بصیرت عطا کی اور تائید ایزدی سے ملک شام میں شیعیت کو راسخ کر دیا۔

آپ کا گھر ہر وقت شیعہ اور سنّی علماء سے بھرا رہتا تھا۔آپ کے فتوے اور جواب سننے کے لیے لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے دروازے پر آتی تھی۔آپ اتحاد بین المسلمین کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔آپ نے حالت تقیّہ میں شیعہ مذہب کی ترویج کی۔آپ اپنا تمام علمی کام مخفی رکھتے تھے تاکہ آپ کی شیعیت کے بارے میں کوئی گمراہ فتنہ پیدا نہ کر سکے۔

لیکن افسوس کہ آپ کی شہرت کو داغدار کرنے کے لیے دشمنانِ دین نے ریشہ دوانیاں شروع کر دیں، جن کا تذکرہ چند سطور کے بعد آئے گا۔قاضی نور اللہ شوستریؒ اپنی کتاب ''مجالس المومنین'' میں لکھتے ہیں کہ ''فرقۂ شیعہ امامیہ کی رہبری اس زمانے میں شیخ کی زندگی پر تمام ہوئی۔ حتیٰ کہ سلطان علی موئید حاکم خراسان اور شیعہ تھا، اس نے اپنے مقرب کو شام بھیجا اور شیخ کو خراسان آنے کی دعوت دی۔شیخ نے خراسان جانے کی ضمن میں عذر پیش کیا اور اپنی کتاب ''لمعہ'' اُسے بھیج دی۔دمشق کا قاضی جو ولد الحرام تھا ایام جوانی ٹیں ان کا شریک درس تھا۔آپ کے بارے میں حسد کرنے لگا کہ وقت کے تمام بڑے بڑے علماء اور پانچوں فقہ کے ماننے والے

جو شام میں ہیں، ان سے استفادہ کرتے ہیں باوجود اس کے کہ اس کی ناجائز کوشش سے دمشق کا قاضی تھا، لیکن شیخ صاحب پر لوگ زیادہ بھروسا کرتے تھے، تو اس نے ان پر رافضی ہونے کا الزام لگایا اور والی شام سے، جس کا نام بیدمر تھا، آپ کے قتل کا فرمان حاصل کرلیا۔ جس دن شیخ صاحب کا قتل ناحق کیا جارہا تھا، تو قاضی ابن جماعت وہاں موجود تھا۔ جب جلادان کے قتل کے لیے تیار ہوگیا تو قاضی ولدالحرام شیخ صاحب کے ساتھ آپ کے درس میں شرکت کو یاد کر کے رونے لگا۔ شیخ صاحب نے اس ولدالحرام کو روتے دیکھا تو اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''تیری ماں نے تیرا نام ابن جماعت رکھ کر کوئی غلطی نہیں کی۔'' ۷۸۶ھ میں آپؒ کو قلعہ دمشق میں سولی دی، بعد ازاں لاش مبارک کو نذر آتش کر دیا گیا۔ انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

آپ کے تین صاحب زادے اور ایک صاحب زادی تھی۔ شیخ رضی الدین ابو طالب محمد آپ کے بڑے فرزند تھے۔ شیخ دہان الدین ابو القاسم علی دوسرے فرزند اور شیخ جمال الدین ابو منصور حسن تیسرے فرزند تھے۔ آپؒ کے تینوں فرزندگان فقیہ اور اپنے زمانے کے عالم مجتہد بنے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کی دختر نیک اختر کو سبط مشائخ کہا جاتا ہے وہ بہت متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔ افسوس کہ آپ کے حالات و واقعات اوراقِ تاریخ میں محفوظ نہ رہ سکے۔ شہید اولؒ کے شاگرد بھی اعلیٰ درجے کے عالم دین اور علم و ہدایت کے منارے ثابت ہوئے۔

۳۰۔ جناب فاضل مقدادؒ

آپ کا مکمل نام مقداد بن عبید اللہ بن محمد بن حسین بن محمد السیوری الحلی اور الاسدی ہے۔ عالم، فاضل اور فقیہ ہیں۔ حلّہ کی بستی "سیوّر" کے رہنے والے تھے اور شہید اول کے شاگرد رشید ہیں۔ فقہ میں آپ کی معروف کتاب، جو بحمد اللہ آج بھی دستیاب ہے، اس کا نام "کنز العرفان" ہے۔ یہ کتاب قرآن کریم کی آیاتِ احکام پر مشتمل ہے۔ اس میں ان آیات مبارکہ کی تفسیر کی گئی ہے، جن سے فقہی مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے۔

شیعہ اور غیر شیعہ علماء وفضلاء وفقہاء نے آیات احکام پر متعدد کتابیں لکھی ہیں اور آیات احکام کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے، تاہم اس وقیع موضوع پر "کنز العرفان" بہترین کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ آپ کی دیگر کتب بھی مثالی ہیں، جن میں "شرح الفیہ" بھی سرفہرست ہے، جو شہید اوّل کے بارے میں جامع معلوماتی کتاب ہے۔ آپ شاگرد شہید اوّل بھی ہیں اور ان سے اجازہ یافتہ ہیں۔

آپ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ بقول سرور بارہ بنکوی ؎

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں، مگر ایسے بھی ہیں

۳۱۔ جناب جمال السّالکین ابوالعبّاس احمد بن فہد حلّی اسدیؒ

جناب کا مکمّل اسمِ گرامی احمد بن محمّد بن فہد جمال الدّین ہے۔ آپ کی کنیت ابوالعبّاس ہے۔ آپ ۷۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور آپ نے ۸۴۱ھ میں وفات پائی۔ آپ کی قبر کربلائے معلّیٰ میں مرجع خلائق ہے۔ آپ شہید اوّل اور فخر المحققین کے ہونہار ترین شاگردوں کے ہم عصر ہیں۔ حدیث میں آپ کے اساتذہ کرام میں جناب فاضل مقدادؒ شامل ہیں۔ فقہ میں آپ کے استاد شیخ بہاؤ الدّین علی بن عبدالکریم ہیں۔ فقہ میں آپ کی معروف کتابوں میں مختصر النافع، محقق حلّی کی شرح، المذہب، شہید اوّل کی ''الفیہ'' کی ''شرح الفیہ'' سرفہرست ہیں۔

آپ اخلاق اور سیر و سلوک میں زیادہ شہرت رکھتے تھے۔ اسی ضمن میں آپ کی معروف و مشہور کتاب ''عدّۃ الداعی'' ہے، جو بہت وقیع اور جامع علمی و ادبی کاوش ہے۔

۳۲۔ جناب سیّد جلیل امیر اصیل الدین عبداللہ حسینی دشتکی شیرازیؒ

آپ صاحب تقویٰ وجلالت بزرگ گزرے ہیں۔ علمِ تفسیر وانشاء وتالیف میں بے نظیر تھے۔ ابوسعید کے عہد حکومت میں آپ نے شیراز سے ترک سکونت کر کے ہرات میں رہائش اختیار کی اور ہفتے میں ایک بار مدرسہ گوہرشاد میں آپ درس دیتے تھے اور خلق خدا کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ ہر ماہ ربیع الاوّل میں نبی کریم رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پڑھا کرتے تھے۔

سیّد صاحب نے رسالت مآبؐ کی سیرتِ طیبہ پر ایک بہترین کتاب تالیف کی، علاوہ ازیں آپ نے ''مزارات ہرات'' نامی رسالہ بھی تالیف کیا، جس میں آپ نے ہرات میں اولیاء اللہ کے مزارات کا تفصیلی تذکرہ لکھا۔ آپ نے سترہ ربیع الاول ۸۰۳ھ میں وفات پائی۔

۳۴۳۔ جناب شیخ علی بن ہلال حائری ؒ

آپ زاہد، متقی، معقولات ومنقولات کے مجتہد تھے۔ ابن فہد حلّی آپ کے استاد محترم تھے، اور بعید نہیں کہ وہ فقہ میں ان کے استاد ہوں۔ اپنے دور کے شیخ الاسلام اور رئیس شیعہ تھے۔ محقق کرکی ؒ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کو فقیہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اُستاد شہید مطہّری کی معروف کتاب ''فقہ واصول فقہ'' میں بھی آپ کا ذکرِ خیر رقم ہے۔

۳۴۔ جناب شیخ محمد علی بن ابراہیم بن ابی جمہور الحصاویؒ

جناب قاضی نور اللہ شوستریؒ اپنی معروف کتاب ''مجالس المؤمنین'' میں تحریر کرتے ہیں۔ آپ مذہب امامیہ کے عظیم القدر مجتہد تھے۔ آپ کی ولادت لحصا میں ہوئی۔ آپ نے اپنے ہم وطن علماء سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور رات دن مسلسل محنت کی وجہ سے اپنے معاصرین کی صف میں ممتاز قرار پائے۔ مزید تعلیم کے لیے آپ نجف اشرف تشریف لائے اور جناب شیخ فاضل شرف الدین حسن بن عبدالکریم فتال، جو کہ حرم امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے خادم تھے، ان سے علمی استفادہ کیا۔

کچھ عرصے نجف اشرف میں قیام کرنے کے بعد ۸۷۷ھ میں حج وعمرہ اور زیارات مدینہ کے قصد سے آپ نجف اشرف سے روانہ ہوئے اور آپ نے شام کا سفر اختیار کیا، راستے میں کرخ نوحؑ نامی قصبے میں آپ نے شیخ الاسلام علی بن بلال جزائری کے پاس ایک ماہ تک قیام کیا۔ اس دوران آپ نے شیخ الاسلام سے بہت سے مسائل کا علم حاصل کیا اور حج وعمرے اور زیارات مدینۂ منوّرہ کی عظیم القدر سعادتیں حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن مالوف تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصے قیام کے بعد مزارات مقدسہ کی زیارات کے لیے بغداد آئے اور کربلائے معلّیٰ اور سامرہ شریف کی زیارات سے مشرف ہوئے۔ بعد ازاں خراسان (موجودہ مشہد مقدس) حضرت امام علی الرضاؑ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ نے اسی سفر کے دوران اصولِ دین پر ایک رسالہ تالیف کیا، جس کا نام ''زاد المسافرین'' رکھا اور مشہد مقدس پہنچ کر زیارت امام عالی مقامؑ کا عظیم ترین شرف حاصل کیا۔

مشہدِ مقدس میں آپ نے نقیب سادات جنابِ میر محسن بن محمد رضوی قمی کے ہاں رہائش اختیار کی اور انہی کی فرمائش پر آپ نے اپنے رسالے کی شرح لکھی، جس کا عنوان ''کشف البراہین'' رکھا۔ جب آپ کی مشہد آمد کی اطلاع ہرات (موجودہ افغانستان کا ایک شہر) پہنچی تو

ہرات سے چند اہل علم و ادب آپ سے ملاقات کے لیے مشہد مقدس آئے، جن میں جناب فاضل ہروی پیش پیش تھے۔ واضح رہے کہ جناب فاضل ہروی کا تعلق اہل سنت سے تھا اور شیخ لحصاوی اور فاضل ہروی کے درمیان مشہد مقدس میں ایک شاندار علمی مباحثہ ہوا، جس کا تذکرہ شیخ نے ایک رسالے میں کیا۔ اس مثالی مناظرے کی تفصیل قاضی نوراللہ شوستری کی کتاب ''مجالس المؤمنین'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، جو نہایت اعلیٰ درجے کی دینی معلوماتی کتاب ہے۔

سہیل سکینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

۳۵۔ جناب شیخ نورالدّین علی بن عبدالعلی کرکیؒ

مؤلف ''قصص العلماء'' کے مطابق جناب شیخ نورالدین علی بن عبدالعلی کرکیؒ جو محقق ثانی کے نام سے معروف ہیں، گزشتگان کے مقاصد کے جامع اور آگے آنے والوں کے مطالب کے موسس پیغمبر آخرالزّمان آنحضرتؐ کے مذہب حق کے مجدد، فقہ اور اس میں غور و خوض کے ابواب کھولنے والے اور بڑے معروف علماء کے شیخ اجازہ تھے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن اور لقب نورالدین تھا۔ آپ کو شیخ علی بن ہلال جزائری اور شیخ محمد بن محمد داؤد جزینی جو ابن موذن کہلاتے ہیں (وہ ابن المؤذن جو شہید اول کے چچاؤں کی اولاد ہیں) سے اجازہ حاصل ہے۔

آپ تحقیق اور علمی مسائل کی چھان بین میں اتنے زیادہ شہرت یافتہ ہیں کہ آپ کے بارے میں ان حقائق کا انکار ناممکن ہے۔ آپ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ شہید ثانی آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی توصیف کے لیے یہی بہت ہے کہ لوگ آپ کو محقق ثانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں اور آپ کے عظیم المرتبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ ایران میں مذہب حقّہ (یعنی تشیع) کو رائج و مضبوط کرنے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔

جناب شیخ علی بن عبدالعلی کرکیؒ شاہ طہماسب صفوی کے زمانے کے علماء میں سے تھے، شاہ طہماسب جناب شیخ علی کرکیؒ کو جبل عامل سے ایران کے علاقے میں لے کر آئے، ان کی بڑی عزت و تکریم کی اور اپنے زیر نگیں تمام ممالک میں لکھ بھیجا کہ جناب شیخ علی کے احکامات کی پیروی کی جائے۔ حقیقی سلطنت کے مالک وہی ہیں، کیوں کہ وہ نائب امامؑ ہیں۔ جس پر آپ نے ہر شہر اور گاؤں میں امام جماعت مقرر کر دیے، تاکہ وہ نمازِ جماعت پڑھائیں اور لوگوں کو دینی احکام و مسائل وغیرہ سکھائیں۔

آپ کی متعدد گراں قدر تصنیفات و تالیفات ہیں۔ آپ کا سن رحلت ۹۴۰ھ ہے۔

۳۶۔ جناب شیخ زین الدین (شہیدِ ثانیؒ)

جناب شیخ زین الدین بن نورالدین علوم کے محور، سب سے زیادہ فاضل و کامل، ایک گہرے سمندر، عجوبہ روزگار، ذہانت کے شاہکار اور ہمہ وقت شہادت کے طلب گار تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا کافی عرصہ سفر میں گزارا اور علم وحکمت حاصل کرنے کے لیے انتہائی تکالیف برداشت کیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی کو ہر آن پیش نظر رکھتے تھے۔ استخارہ کرتے تو جو آیات قرانی آپ کے سامنے آتیں، وہ موقع کی بالکل مناسبت سے ہوتیں۔

آپ نے روحانی ومعنوی خواب میں اپنی شہادت کے بارے میں آگاہی حاصل کرلی تھی۔ آپ نے خواب میں رسول اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ کا عظیم ترین شرف حاصل کیا مختلف کتابوں میں آپ کی بہت سی کرامات بھی درج ہیں۔ آپ نے روم، دمشق، مصر، شام، عراق اور مکہ معظّمہ وغیرہ کے سفر کیے۔ آپ کے قلم اور روشنائی کے بارے میں کرامت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ قلم کو دوات میں ڈبوتے تھے تو بیس سے تیس سطور لکھتے تھے، بلکہ کبھی تو اس سے بھی زائد۔ آپ کی تحریر کردہ سو سے زیادہ معروف علمی کتب ہیں جن میں ''روضہ'' طلباء اور معلمین سب کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتی ہے اور مختلف مسالک کے بڑے فقہاء کے لیے بہت معاون و مددگار تصنیف ہے۔

آپ کو کتابوں کے مطالعے کا انتہائی ذوق وشوق تھا۔ آپ نے کوشش کی کہ اپنی عمر کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی فضیلت حاصل کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ آپ ادب، فقہ، تفسیر، حدیث حتیٰ کہ حساب، ہیئت وعلوم عقلی میں حدکمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ ۹۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۹۵۱ھ تک مختلف ممالک سے علم وحکمت وفقہ کو حاصل کیا، یہاں تک کہ آپ شام میں مقیم ہوئے، اور وہی آپ کو ۹۶۶ھ میں شہید کردیا گیا۔

اور پانچویں مذاہب (فقہوں) کے متعلق طویل مدت تک درس دیتے رہے۔ آپ نے

''لمعہ'' کی شرح لکھی ، جوکہ عصر حاضر میں بھی تمام دینی مدارس کی ایک اہم اور بنیادی کتاب ہے۔اس کے علاوہ ''منعۃ المرید'' بہت مفید آداب کے بارے میں ہے، جوکہ طالب علموں اور اساتذہ دونوں کے لیے آج بھی نہایت اہمیت کی حامل کتاب ہے۔''منیۃ المرید'' سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے:''بلاشبہ عوام مرتبے میں اہل علم سے پست ہوتے ہیں۔پس جب عالم متقی ، پرہیزگار اور صالح ہوگا ،تو عوام مباح کاموں کو اپنائیں گے اور جب یہ مباح کاموں میں مشغول ہوتو عوام شبہات میں سرگرم ہوں گے اور جب عالم شبہات کوانجام دینے لگیں تو عوام حرام کاموں کے مرتکب ہوں گے اور جب عالم حرام کواختیار کرے گا تو عوام کفر کواختیار کریں گے۔''

بلاشبہ آج کل قریہ قریہ،قدم قدم اس کی مثال موجود ہے اور ہم سب اس کا روزمرّہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔علاوہ ازیں پہلے زمانے میں علماء کا احترام کیوں ہوتا تھا اور آج کیوں نہیں ہوتا؟ اس سوال کا جواب آپ نے یہ پیش کیا ہے کہ پہلے زمانے کے لوگ خود کوعلماء سے قریب کرنا چاہتے تھے اور ان کے ساتھ مجلس ومحفل میں شریک ہوتے تھے اور علماء ان سے پہلوتہی کرتے ، خاص کر اُمراء سے،اور وہ دنیاداروں کے ساتھ ایک فاصلہ رکھتے اور دنیاوالے یہ سمجھتے تھے کہ اکبر اعظم علماء کے قبضے میں ہے۔آج کے دور میں علماء نے اہل دنیا سے وابستگی اختیار کرلی ہے اور دنیا پرفریفتہ ہوگئے تو اہل دنیا نے ان کوٹھکرادیا اور یوں سمجھنے لگے کہ اکبر اعظم ہمارے ہاتھوں میں ہے اور علماء تو غریب بے چارے ہیں۔اِس ضمن میں ایک قول معصومؑ عرض ہے: غالباً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ''اُمراء کوفقہاء کے پاس جانا چاہیے، نہ کہ فقہاء کواُمراء کے پاس۔''

شہید ثانیؒ نے فرمایا کہ علماء وفقہاء رسولوں کے امانت دار ہیں۔جب انہیں بادشاہوں کی طرف جھکتے ہوئے دیکھوتو اس خطرے کومحسوس کرو۔''

آپ کے علم وفضل سے بھی حسبِ ماسبق حسد کیا گیا اور آپ کو مکہ معظّمہ میں بادشاہ روم کے حکم سے گرفتار کرلیا اور وہیں پر چالیس دن قید میں رکھا گیا پھر قسطنطنیہ لے جایا گیا اور دورانِ سفر ہی آپ کو شہید کردیا گیا۔ سفر کے دوران آپ سے کرامتیں ظاہر ہوتی رہیں۔ جب قاتل ملعون نے آپ کا سر مبارک بادشاہ کے پاس پہنچایا تو بادشاہ نے مکافات عمل کے تحت ملعون کو قتل کرادیا۔

۳۷۔ جناب احمد بن محمد المعروف مقدّس اردبیلیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی احمد بن محمد اردبیلی ہے اور محقق اردبیلی کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کو مقدس بھی کہا جاتا ہے۔ مقدس کا لفظ آپ کے لیے مخصوص ہے۔ آپ انتہائی زاہد و متقی تھے اور آپ کا تقویٰ اس درجے کا تھا کہ ہمارا ادنیٰ علم اور قلم اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ صاحب معالمؒ نے آپ سے درس پڑھا۔ آپ شہید ثانی کے بعد مرجع بنے۔ آپ کے تمام استاد شہید ثانی کے شاگرد ہیں۔ جناب مقدس اردبیلی کے بہت سے شاگردوں نے اجتہاد کے درجے کو حاصل کیا۔ علمائے سابقہ آپ کے بارے میں اتفاق کرتے ہیں کہ آپ کی شان بے شک لاجواب تھی۔ آپ نے چالیس سال تک کوئی فعل مباح بھی نہیں انجام دیا۔ نجف اشرف میں آپ نے رحلت پائی اور وہیں حرم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی معروف کتاب ''زبدۃ البیان'' ہے۔ آپ کے بارے میں بہت سی کرامات مشہور ہیں جو تشیع کی مشہور کتابوں مثلاً ''منتہی الاعمال'' میں اور ''انوار النعمانیہ'' میں نعمت اللہ الجزائریؒ نے بیان کی ہیں۔ مؤلف ''قصص العلماء'' اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ محقق و مقدس عالی قدر جناب اردبیلیؒ نے سید شاہ طہماسب کو خط لکھا۔ جب یہ مراسلہ شاہ کے پاس پہنچا تو وہ اس خط کی عزّت و توقیر کرتا ہوا اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا، اس کو بوسہ دیا، آنکھوں سے لگایا اور بہترین طریقے سے سیّد صاحب کی حاجت کو پورا کر دیا۔ اُس نے دیکھا کہ اس مراسلے میں اس کو ایھا الاخ یعنی اے میرے بھائی! کہہ کر مخاطب کیا ہے، سلطان نے وہ خط اپنے کفن میں رکھ دیا اور اپنے خواص سے کہا کہ خیال رکھنا، یہ میرے کفن کے ساتھ رہے اور مجھے اسی کے ساتھ قبر میں اتارنا، تاکہ میں منکر و نکیر پر حجت تمام کر سکوں اور وہ مجھے عذاب نہ دے سکیں۔

معزّز قارئین کرام! ذرا غور کیجیے کہ اُس زمانے کے بادشاہ اور شاہ و سلطان کتنے عاقل اور بابصیرت ہوتے تھے اور ان کے دلوں میں علم اور علمائے کرام کی کس قدر عزّت و تکریم تھی کہ وہ

علماء کے خط کو بوسہ دیتے اور اس کو اپنے کفن میں رکھواتے تھے۔ اس ضمن میں ایک لاجواب قولِ معصومؑ بھی ہمیں ملتا ہے: "جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں گرفتار دیکھو تو اسے تم اپنے دین کے بارے میں برا سمجھو، کیوں کہ ہر شخص جب کسی دنیاوی شے سے محبت کرتا ہے تو اس محبوب شے کے گرد گردش کرنے لگتا ہے۔"

آپ کی دوسری کرامت جناب نعمت اللہ جزائریؒ نے لکھی ہے کہ مقدس مشہدِ علوی علیہ السلام میں تھے کہ ایک شخص جو اُمرائے سلطنت میں سے تھا، سلطان عادل شاہ عباس اول کی خدمت میں اس سے کچھ تقصیر ہو گئی تو اس نے مقدس اردبیلیؒ سے عرض کیا کہ آپ سفارش کر دیں، تو مقدس اردبیلیؒ نے اس عبارت کا خط تحریر کیا: "عاریتاً حاصل کیے ہوئے ملک کے بانی عباس! .....جان لو کہ اگر چہ پہلے یہ شخص جاہل تھا، ظالم تھا، لیکن اب مظلوم ہے۔ چناں چہ اس کی خطا سے درگزر کرو۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر تیری کچھ خطاؤں سے درگزر فرمادے۔

تحریر کردہ: بندۂ شاہِ ولایت، احمد اردبیلیؒ"

اس کے جواب میں شاہ عباس نے عرض کیا کہ جو خدمات آپ نے ارشاد فرمائی تھیں، وہ آپ کا احسان تھا اور میں نے انجام دے دی ہیں۔ امید ہے کہ اس محبّ کو دعائے خیر میں یاد رکھیں گے۔ تحریر کردہ: حضرت علی علیہ السلام کی چوکھٹ کا کتا۔

آپ کی پرہیز گاری کا یہ عالم تھا کہ جس زمانے میں آپ کربلائے معلیٰ میں تھے، حدود حرم اطہر اور زمین کربلا پر حاجات ضروریہ سے فارغ نہیں ہوتے تھے۔

آپ کے بارے میں بھی بیان ہوا ہے کہ چالیس سال تک آپ نے سونے کے لیے پاؤں نہیں پھیلائے۔ قحط کے زمانے میں آپ اپنا سب کچھ مستحق افراد میں تقسیم کر دیتے تھے، حتیٰ کہ گھر میں کچھ نہیں رکھتے تھے۔

آپ اپنے ہم عصر سے کسی مسئلے میں بحث کرتے تھے تو نجف اشرف سے باہر تنہائی میں

کرتے، جہاں پہ کوئی دیکھنے سننے والے نہ ہوتے۔ یہ اس لیے کہ کسی کی بھی جانب سے اظہار برتری نہ ہو اور بحث فقط اللہ کی حاضری و ناظری میں ہو۔

آپ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ صحن نجف کے کنویں میں آپ نے پانی کھینچنے کے لیے ڈول ڈالا اور جب اسے کھینچا تو وہ اشرفیوں اور دیناروں سے بھرا ہوا تھا۔ آپ نے آسمان کی طرف رخ انور کیا اور کہا کہ بارِ الہٰا، احمد تجھ سے پانی کا طلب گار ہے، جواہرات کا نہیں۔

آپ کے بارے میں شیخ بہائیؒ کا واقعہ عبرت آموز ہے۔ کہتے ہیں کہ شاہ عباس نے آپ کو ایران آنے کی دعوت دی، مگر آپ نے قبول نہیں کی، مجبوراً شاہ عباس نے شیخ بہائی کو بھیجا کہ وہ مقدسؒ کو ایران لے کر آئیں۔ شیخ نے مقدس اردبیلی سے نجف اشرف میں ملاقات کی اور چلنے کے لیے قائل کر لیا۔ سفر آغاز ہوا۔ شیخ نے اپنے گھوڑے پر سفر کیا اور مقدس نے اپنے گدھے پر سفر شروع کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد گدھے کے آرام کی خاطر پیدل چلنا شروع کیا ۔شیخ نے کہا کہ آپ کسی اور جانور پر سفر کرلیں، لیکن مقدس نے انکار کیا۔ شیخ نے کہا کہ گدھے کو تیز دوڑائیے، مقدس اس پر بھی رضامند نہ ہوئے۔ بہرحال تھوڑی دیر کے بعد شیخ بہائی نے مقدس کے گدھے کو چابک ماردیا تاکہ وہ تیز چلے۔ مقدس کو یہ حرکت ناگوار گزری اور فرمایا کہ آپ کا تعلق علماء سے ہے اور میری اجازت کے بغیر آپ نے میری جانور کو اذیت پہنچائی، جب آپ کا یہ حال ہے تو پھر ایران کے دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ میں آپ کے ساتھ ایران جانے سے قاصر ہوں۔ خاصی منت سماجت کے بعد بھی مقدس رضامند نہ ہوئے اور واپس چلے گئے۔

آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ روایت و درایت کے لحاظ سے آپ اتنے جلیل القدر تھے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ عظیم شاہ، فقیہ و متقی و پرہیزگار تھے اور مرقدِ امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام سے آپ کو جواب ملتا تھا اور امام عصر صاحب الزماں علیہ السلام سے ملاقات ہوتی تھی ۔آپ کی متعدد تالیفات اور تصنیفات ہیں، جو آج بھی مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

۳۸۔ جناب شیخ محمد بن حسین بہائیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد بن حسین اور لقب بہائی تھا۔ آپ کے آباء واجداد ہمدانی کہلاتے تھے، جوکہ اصلاً حارث ہمدانی صحابی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تھے۔ آپ کی ولادت ۹۵۳ھ میں ملکِ شام میں ہوئی اور رحلت ۱۰۳۱ھ میں مشہدِ مقدس (خراسان) میں ہوئی۔ آپ کی تدفین روضۂ امام حضرت علی رضا علیہ السلام کے صحن مطہر میں عمل میں آئی۔ آپ کو دسویں صدی کا مجدّد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی شخصیت کرامت انگیز تھی۔ آپ پر اسرار علوم، اعداد، نجوم وفلکیات وریاضی پر عبور رکھتے تھے۔ ساتھ ہی اعلیٰ درجے کے حکیم اور شاعر بھی تھے۔ تفسیر، فقہ اور اپنے وقت کے دیگر علوم میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ نے مصر، حجاز، ایران اور دیگر اسلامی ممالک کے سفر کیے اور علوم نقلی وعقلی حاصل کرتے رہے۔ آپ کی بہت سے کرامتیں مشہور ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ صاحبؒ نے پتھر پر مربع نما کوئی شکل منقش کی اور اسے شیراز کی سرحد کے اندر دفن کردیا، تاکہ کوئی بلا ایران پر نہ لائے۔ کافی عرصے تک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایران پر کوئی بلا نہ آئی۔ بعد ازاں کسی لالچی حکمران نے اس پتھر کو انگریزوں کے ہاتھ فروخت کردیا

ایک مرتبہ شیخ بہائیؒ نے ایک نقش تیار کرکے اصفہان کی حدود میں دفن کیا، تاکہ طاعون کا مرض اصفہان میں نہ پھیلے۔ نقش نے اپنی تاثیر دکھائی اور ملک ایران کافی عرصے تک طاعون سے محفوظ رہا۔ ایران میں مذہب حقّہ شیعیت کے فروغ کے لیے آپ نے ان تھک جدوجہد کی، دینی مدرسے قائم کیے اور طالب علموں اور علماء کی قدر وتوقیر کے لیے خلوص دل سے محنت کی۔ جس کے نتیجے میں لوگوں اور عوام الناس میں علم اور علماء کی عزت کی جانے لگی اور طلبِ علم کا شوق بڑھ گیا۔ آپ نے علمائے کرام کی عزت وقدر کے سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور دینی مدرسوں کا جال بچھایا، جن میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کا خاطر خواہ خیال رکھا۔ بعد ازاں آپ کو اعلیٰ حضرت جناب مقدس اردبیلیؒ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مقدس

اردبیلیؒ کی ملاقات کا احوال تذکرہ مقدس اردبیلیؒ میں تحریر کیا گیا ہے۔آپ کا اور میر باقر دامادؒ کا زمانہ تقریباً ایک ہی تھا۔

مؤلف ''قصص العلماء'' لکھتے ہیں کہ: '' مشہور ہے کہ نجف اشرف میں روضۂ امیر المومنین امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کے صحن کی تعمیر شیخ بہائیؒ نے ایک خاص انداز سے کرائی تھی۔صحن کے اطراف میں جو حجرے بنائے گئے تھے، ان میں سے ہر ایک حجرہ کسی خاص ستارے کے مقابل تھا، جو کہ کسی خاص علم سے تعلق رکھتا تھا۔یعنی اس کے مقابل بیٹھنے سے اُس علم میں ترقی ہوتی تھی اور اس خاص علم کی شاخ پر جلد دسترس حاصل ہوتی تھی۔

دوسری خصوصیت اس کی یہ ہے کہ ہر موسم میں جب بھی سورج کی روشنی ٹھیک دیوارِ صحن پر پڑے، اوّل وقتِ ظہر ہوگا۔آپ کی باطنی نگاہ پر اثر اور روحانی و معنوی بصیرت مثالی تھی۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے اور علم و دانش میں کمال رکھتے تھے۔

اصفہان شہر میں عمر کے آخری حصے میں آپ ایک روز دوستوں کے ہمراہ قبرستان تشریف لے گئے جس کا نام ''تختِ فولاد'' ہے ایک قبر کے پاس پہنچ کر صاحب قبر سے باتیں کرنے لگے، آپ کے دوستوں کو آوازیں آرہی تھیں، لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا باتیں کر رہے ہیں۔تھوڑی دیر بعد شیخ صاحبؒ نے اُٹھ کر سر پر عبا کا کپڑا ڈالا اور کسی سے بات چیت کیے بغیر گھر واپس آگئے اور چند روز کے بعد اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔حسب وصیت حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے روضۂ مبارک کے ایک گوشے میں آپؒ کی تدفین عمل میں آئی، یہ خوش نصیبی آپؒ کا مقدر بنی، جہاں آج بھی ان گنت زائرین حاضری دیتے ہیں، روحانی کسبِ فیض کرتے ہیں اور سدا کرتے رہیں گے۔بقول شاعر اہل بیتؑ حضرت سید محمد احسن برنی ؎

سچ ہے کہ خدا تک ہے محبت کی رسائی
اور تجھ کو یقیں ہو تو محبت ہی خدا ہے

۳۹۔ جناب محمد بن ابراہیم صدر الدّین شیرازی (المعروف ملّا صدراؒ)

جناب صدر الدّین شیرازی ۹۷۹ھ میں ایران میں پیدا ہوئے اور ۱۰۵۰ھ میں رحلت فرما گئے۔آپ ملّا صدرا اور صدر المتالہین کے القاب سے معروف ہیں۔آپ پہلے فلسفی ہیں، جنہوں نے دینِ اسلام میں فلسفے کی صدیوں کی ترقی و ترویج کے بعد فلسفیانہ مسائل کی بحثوں میں مثالی نظم اور ہم آہنگی پیدا کی۔آپ نے ان دقیق مسائل کو ریاضی کے مسائل کی طرح ترتیب دیا اور ساتھ ہی ساتھ فلسفے کو عرفان سے منسلک کر دیا، جس کی وجہ سے نہایت اہم نتائج بر آمد ہوئے۔

آپ نے فلسفیانہ بحث کی نئی راہیں کھولی ہیں اور بہت سے ایسے مسائل حل کیے جو ارسطو کے فلسفے سے حل نہیں ہو سکتے تھے۔آپ نے متعدد عارفانہ مسائل کا تجزیہ کر کے انہیں خوش اسلوبی سے حل کیا، جو اُس وقت تک ناقابل حل تھے اور عقلی فکر سے بالاتر سمجھے جاتے تھے۔آپ نے دین کے ظاہری ماخذ اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے عمیق و دقیق ارشادات عالیہ (جو در حقیقت فرامین الٰہی کے پرتو ہیں) میں موجود علم و دانش و حکمت کے کئی ایسے جواہر پاروں کی وضاحت کی، جو صدیوں سے معمّا بنے ہوئے تھے اور اکثر خیال کیا جاتا تھا کہ ان کی نوعیت مجازی ہے یا وہ مبہم ہیں۔

عرفاء کہتے ہیں کہ سالک عارفانہ طریق پر کاربند ہو کر چار سفر اور چار مرحلے طے کرتا ہے۔

۱۔سیر من الخلق الیٰ الحق: اس مرحلے میں سالک کی کوشش ہوتی ہے کہ عالم طبیعت و مادہ سے گزر کر کچھ ماوراء طبیعی کیفیت عوالم کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے ذات حق تک رسائی حاصل کرے تاکہ اس کے اور حق کے درمیان حجاب دور ہو جائے۔

۲۔سیر بالحق فی الحق: یہ دوسرا مرحلہ ہے ذات حق کو قریب سے پہچاننے کے بعد سالک خود حق کی مدد سے اس کے کمالات اسماء اور صفات کا مطالعہ شروع کرتا ہے۔

۳۔سیر من الحق الیٰ الخلق بالحق: اس سفر میں سالک خلق خدا اور عوام کے درمیان واپس آجاتا ہے مگر اس طرح کہ حق کو ہر چیز کے ہمراہ اور ہر شے میں مشاہدہ کرتا ہے۔

۴۔سیر فی الخلق بالحق: اس سفر میں یا مرحلے میں سالک عوام کی ہدایت اور رشد و دست گیری کرتا اور حق تک پہنچانے میں مدد کرتا ہے۔

یوں آپ نے عرفان، فلسفے اور دین کے ظاہری رُخ میں ہم آہنگی اور ایک حسین امتزاج پیدا کر دیا اور یہ سب ایک راہ پر آ گئے۔

جناب ملاّ صدرا اپنے والدِ محترم کی رحلت کے بعد شیراز سے اصفہان چلے گئے تھے اور وہاں جناب شیخ بہائیؒ سے علم منقول حاصل کیا، بعدازاں جناب محمد باقر داماد کی خدمت و مجلس اختیار کی اور وہاں علم معقول کا درس حاصل کرتے رہے۔ بعدہٗ دونوں سے اجازہ حاصل کیا۔ وہاں سے آپ قم المقدسہ کے کسی دیہات میں چلے گئے اور ریاضت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے سات مرتبہ مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی زیارات کا عظیم شرف حاصل کیا اور ساتویں مرتبہ جب وہاں سے لوٹ رہے تھے تو واپسی پر بصرہ میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

جناب ملاّ محسن فیض کاشانیؒ آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں سرفہرست ہیں اور انہوں نے ہی آپ کے داماد ہونے کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپ نے ہی انہیں فیض کے لقب سے نوازا تھا۔

جناب ملاّ صدرا نے جس طریقۂ علم و فضل کو ترقی و ترویج سے ہمکنار کیا، اُسی کی بدولت وہ حرکت جوہریہ ثابت کرنے اور بُعد (لمبائی، چوڑائی اور گہرائی) کے ساتھ وقت کا گہرا تعلق ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ وہی بات ہے جسے طبیعیات میں بُعدِ چہارم کا نظریہ کہا جاتا ہے، اور جو نظریۂ اضافیت یعنی زمین میں نہیں بلکہ زمین سے باہر کی دنیا میں اضافیت اور دیگر کئی

معروف نظریات سے ملتا جلتا ہے۔

جناب ملاّ صدرا نے تقریباً پچاس سال مایہ ناز رسائل اور کتب تحریر کی ہیں۔آپ کی معروف کتاب ''اسفار'' ہے، جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔دوسری مشہور و معروف کتاب ''شواہد العربیہ'' ہے۔

۴۰۔ شیخ الاسلام جناب ملاّ محمد باقر سبزواریؒ

آپ محقق سبزواری کے لقب سے زیادہ معروف ہیں۔ آپ کا مکمل اسمِ گرامی ملاّ محمد باقر بن ملاّ محمد مومن خراسانی سبزواری ہے۔ آپ ۱۰۱۷ھ میں ایران کے معروف شہر سبزوار میں پیدا ہوئے۔ اصفہان کے ایک مدرسے میں تعلیم پائی، جو فقہی مکتب بھی تھا اور علمِ فلسفہ کا مرکز بھی۔ اسی لیے آپ منقولات و معقولات دونوں علوم پر دسترس رکھتے تھے۔ فقہی کتب میں آپ کا تذکرہ اکثر و بیشتر ملتا ہے اور اصول فقہ میں آپ کی معروف کتابیں ''ذخیرہ'' اور ''کفایہ'' ہیں چوں کہ آپ فلسفی بھی تھے، لہٰذا آپ نے کمالِ مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرتِ بوعلی سینا کی کتاب ''الٰہیات الشّفاء'' پر حاشیہ بھی تحریر کیا۔

آپ جناب شیخ بہائیؒ اور علاّمہ مجلسی اوّلؒ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ کا شمار دانا، ماہرین اور فضلاء میں ہوتا ہے۔ آپ کو جناب ملاّ محمد تقی مجلسیؒ اور جناب شیخ بہائیؒ سے اجازہ حاصل تھا۔

آپ نے مذکورہ بالا دو علماء و فقہاء سمیت دیگر جیّد علمائے کرام سے بھی کسبِ فیض کیا۔ آپؒ خود بھی ان علمائے حق میں شامل ہیں، جو صدر اسلام کے بلند مرتبے سے مشرّف ہوئے۔ سلاطین صفوی میں شیخ الاسلام، امام جمعہ کا مقام و مرتبہ علماء اور فقہاء کو دیا جاتا تھا۔ آپ کی اولادوں میں سے بھی متعدد محترم ہستیاں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئیں، جس کے بعد آپ کا پورا خاندان شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور و معروف ہوا۔

آپ چند برس گزرنے کے بعد مشہدِ مقدس آ گئے۔ ۱۰۸۳ھ میں آپ نے مشہدِ مقدس میں ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کیا اور مذہب حقہ (شیعہ، امامیہ) کی ترویج و ترقی میں مصروف ہو گئے۔ آپ برس ہا برس امام جمعہ بھی رہے اور دینِ مبین اسلام کے سلسلے میں عظیم الشان خدمات انجام دے کر ۱۰۹۰ھ میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۴۔ جناب میرزا محمد باقر داماد

جناب محمد بن محمد جو باقر داماد کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں، نسب کے اعتبار سے سید حسینی اور اصلاً استر آبادی ہیں۔ ان کی سکونت اصفہان (نصف جہان) میں تھی۔ عام طور پر میر داماد اور میر محمد باقر کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ داماد ان کے والد کے القاب میں سے ہے، کیوں کہ ان کے والد محقق ثانی شیخ علی بن عبد العلی کرکیؒ کے داماد تھے۔

محقق ثانی کی صاحب زادی میر محمد باقر کی والدہ ہیں، لہٰذا میر محمد باقر کے والد کو داماد کہتے تھے۔ یوں والد محترم کا لقب ہی بیٹے کا لقب بن گیا۔ آپ، لوگوں کے رہبر، نادر عالم اور فضائل کا مینار تھے۔ علم وادب کے اعتبار سے آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ علم لغت میں صاحب قاموس سے بھی بازی لے گئے ہیں۔ عربی ادب میں ارباب ادب کو علوم سے معمور کرنے والوں میں آپ سرِ فہرست ہیں۔ فصاحت و بلاغت میں اہل زمانہ کے سردار اور منطق و حکمت و کلام میں معروف علماء میں تسلیم شدہ اور حدیث وفقہ میں سب سے زیادہ فائق، علم ریاضی کی کل اقسام میں منفرد، گفتگو میں بے نظیر اور اصول وتفسیر میں بھی بے مثال شخصیت تھے۔ آپ کی عظمت آشکار کرنے کے لیے یہی امر کافی ہے کہ ملاّ صدری جیسا منفرد فاضل آپ کے دستر خوان کا فیض یافتہ ہے۔

علم حروف وغیرہ میں تو بے حد شہرت یافتہ ہیں، بلکہ تمام علوم میں نصف النہار کے سورج کی طرح چمکتے اور دمکتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ شاہ عباس نے میر داماد سے خواہش کی کہ کوئی ایسا طریقہ نکالو کہ جس سے شہد کی مکھیوں کو موم بنانے اور شہد بنانے کا طریقہ پتا چل جائے، تو میرا داماد نے کہا کہ شہد کی مکھیوں کے لیے ایک گھر شیشے کا بنایا جائے اور اس میں مکھیاں بند کر کے دریا میں رکھ دیں اور دیکھیں کہ مکھیاں کیا کرتی ہیں۔ چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ مکھیوں نے سارے شیشے کو کالا کر دیا اور پھر اپنا چھتہ اور شہد بنانے کا کام شروع کر دیا اور یہ معما،

معما ہی رہا۔

کہتے ہیں کہ آپ نے چالیس سال تک سونے کے لیے پاؤں نہیں پھیلائے اور بیس سال تک کوئی مباح کام بھی نہیں کیا۔ بعض اہل علم یہ خصوصیات جناب مقدس اردبیلیؒ کی بیان کرتے ہیں۔ شاید دونوں ہی باتیں درست ہوں اور بہت سے علماء کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے مدت العمر کبھی کوئی مباح کام بھی نہیں کیا، مثلاً شہید اول اور ان جیسے کئی علماء۔ آپ کی گراں قدر تالیفات وتصانیف بہت ہیں، جن میں سرفہرست معروف کتاب ''صراط مستقیم'' ہے۔ آپ نے شیخ بہائیؒ کا زمانہ بھی پایا اور آپ ان کے ہم عصر تھے۔ آپ کی رحلت ۱۰۴۱ھ میں ہوئی۔

۴۲۔ جناب علامہ قاضی نور اللہ شوستری (شہید ثالثؒ)

آپ کا اسم گرامی علامہ سید نور اللہ اور والد محترم کا اسم گرامی سید شریف نور اللہ تھا۔ آپ کا شجرۂ نسب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ ایران میں ۹۵۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ شیخ بہائی کے ہم عصر تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم شوستر اور بعد ازاں مشہد مقدس (ایران) میں حاصل کی اور چھتیس سال کی عمر میں ہندوستان ہجرت کی۔ اس زمانے میں دربار اکبری میں عالم فاضل افراد حاضر ہوتے تھے۔ آپ کو کچھ ہی عرصے میں دربار اکبری میں جگہ مل گئی۔ آپ کا مقصد تبلیغ دین تھا۔ آپ نے اس نیک کام کے لیے آگرہ کو پسند کیا اور وہیں تبلیغ دین کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ ہندوستان میں دینی خدمات کے سلسلے میں بالآخر آپ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا اور یوں حیات جاودانی حاصل کر لی۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کسی بھی تیغ سے کٹتی نہیں چراغ کی لَو
بدن کی موت سے کردار مر نہیں سکتا

آج تک آپ کا نام اور کام ہندوستان سمیت دنیا بھر میں معروف اور پائندہ ہے۔ آگرہ میں آپ نے حکیم فتح گیلانی سے قربت اختیار کی۔ انہوں نے بادشاہ اکبر سے تعارف کرایا اور اکبر نے آپ کو ہندوستان بلانے کی خواہش ظاہر کی۔ قاضی صاحب کو اندازہ تھا کہ انہیں ہندوستان کیوں بلایا گیا ہے۔ بہر حال آپ نے دینی تبلیغ کا خلوص دل سے آغاز کیا اور آج ہندوستان میں جو اہل تشیع کی علمی قابلیت ہے، یہ سب آپ ہی کی رہین منت ہے، کیوں کہ آپ کے زمانے میں زیادہ تر مومنین حالت تقیہ میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

بہر طور تھوڑے ہی عرصے میں اکبر نے آپ کو قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کر دیا۔ ہر خاص و عام آپ کے کیے ہوئے فیصلوں پر خوش تھا اور قاضی صاحب کے علم و فضل اور

قابلیت و عدالت کی شہرت چارسو پھیلنے لگی۔نتیجتاً آپ سے لوگوں کا حسد شروع ہوا، خصوصاً ناصبین کا۔اکبر بادشاہ راہی ملک عدم ہوا، اوراس کے بیٹے سلیم نے تخت سنبھال لیا اور جہانگیر کا لقب اختیار کیا جہانگیر اپنے عیش ونشاط، شراب وکباب میں مست تھا۔شراب خوری، نفس پروری اور رشوت ستانی کا بازار گرم ہوا، تو اس موقع پر قاضی صاحب کے خلاف شکایات جہانگیر کے گوش گزار کی جانے لگیں۔جہانگیر کو پایۂ تخت سنبھالے پانچ سال ہو چکے تھے۔قاضی صاحب کے خلاف مختلف من گھڑت اور بے بنیاد شکایتیں ہونے لگیں، تاہم خدا تعالیٰ کے فضل سے قاضی صاحب کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

آخر کار مخالفین نے ایک سازش تیار کی، جس کے تحت ایک مخالف شخص شاگرد کے بھیس میں آپ کے پاس بھیجا۔اس زمانے میں قاضی صاحب ''احقاق الحق'' اور ''مجالس المومنین'' نامی کتابیں تحریر کر رہے تھے، جو اس شاگرد کے ہاتھ لگ گئیں اوران میں سے ایک میں ایک ایسا مضمون بھی شامل کر دیا گیا، جس سے بادشاہ کو قاضی صاحب کی طرف سے بدظن کیا جا سکے۔

الغرض سازش کامیاب ہوئی اوراس کے نتیجے میں آپ کے خلاف قتل کا فتویٰ لے لیا گیا اور جہانگیر نے نشے کی حالت میں فتویٰ کو جاری کر دیا۔آپ کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا اور لاش کو بے گوروکفن نجس جگہ پر پھنکوا دیا گیا۔کئی روز بعد ایک ایرانی شیعہ سردار نے خواب میں جناب بی بی سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی زیارت کی اور آپؑ نے اُسے قاضی صاحبؒ کے کفن دفن کا حکم دیا۔الغرض سید راجو جو آپ کے گہرے دوست تھے، انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔آپ کی شہادت ۱۰۱۹ھ میں ہوئی۔آگرہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی، جہاں ایک پرشکوہ مقبرہ ہے۔پورے سال مومنین وہاں حاضر ہوتے ہیں اوران کی دلی حاجات بہ اذنِ خداوند تعالیٰ قاضی صاحبؒ کے وسیلے سے بر آتی ہیں۔قاضی صاحبؒ کے مزار پر

آج بھی ایام عزا اور خاص خاص موقعوں پر شاندار مجالس ومحافل منعقد ہوتی ہیں، جن میں شرکت کرنے کے لیے دور دور سے مومنین آگرہ آتے ہیں۔ آپ کے مزار کے احاطے میں ایک قدیم قبرستان بھی ہے، جہاں بہت سے بزرگان دین اور دیگر مومنین کرام کی قبور واقع ہیں۔ اب بھی وہاں وہی رونق رہتی ہے، جیسی چہل پہل اور رونق اللہ والوں کی درگاہوں پر نظر آتی ہے۔ آپ کی معروف کتب ''مجالس المومنین'' اور ''احقاق الحق'' ہیں۔ ان کے علاوہ سو کے قریب علم تفسیر، فقہ و کلام، اصول فقہ، تاریخ وفلسفہ، منطق وریاضی، ادب وعربی ادب اور فارسی زبان میں کتب آپ کا علمی وادبی ورثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ؒ کو جوارِ معصومین علیہم السلام میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کے درجات مزید بلند فرمائے، آمین۔

۴۳۔ جناب شیخ حسن (صاحب المعالمؒ)

آپ کی ولادت کے متعلق تاریخ میں اختلاف ہے، لیکن غالباً ۹۵۹ھ کے رمضان المبارک میں آپ پیدا ہوئے۔ شیخ حسن بن زین الدین شہید ثانی صاحب معالم ہیں۔ آپ نے مقدس اردبیلیؒ سے درس لیا۔ آپ صاحب معالم نجف اشرف میں تھے، چاہتے تھے کہ خراسان کی زیارت کے لیے جائیں، لیکن اس خوف سے کہ شاہ عباس ان کو طلب نہ کرے، نہیں گئے۔ مبادا سلطان کے ساتھ معاشرت اختیار نہ کرنی پڑ جائے۔ اس لیے نجف ہی میں رہ گئے۔

آپ نے احادیث میں حد درجہ احتیاط سے کام لیا۔ آپ کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ ایک ہفتے یا ایک ماہ سے زیادہ کی غذائی اجناس جمع نہیں کرتے تھے تاکہ فقراء کی غم گساری ہو سکے اور اس طرح غریب پرسکون رہیں۔ آپ کی نظر میں بڑی باریکی اور گہرائی تھی اور بڑی احتیاط کے بعد فتویٰ دیتے تھے۔ آپ کی معروف کتاب "معالم الاصول" ہے، جو آج بھی دروس میں رائج ہے۔ آپ کے زمانے میں کہا جاتا ہے کہ جب آپ حج کے لیے عرفات پہنچے تو اپنے اصحاب سے کہنے لگے کہ "میں خدا سے یہ امید رکھتا ہوں کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوگی، کیونکہ احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر سال حج ادا کرتے ہیں۔"

چناں چہ اعمالِ عرفہ اور دعائے عرفہ کے وقت اپنے خیمے سے باہر نکل آئے کہ اتنے میں ایک اجنبی شخص آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ حسن کہتے ہیں کہ "میں ان کے رعب و جمال سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور ایک جملہ بھی نہ بول سکا۔ پھر انہوں نے خود مجھ سے کچھ کہا اور اٹھ کر چلے گئے۔ میرا خیال ہے کہ وہ جناب صاحب الامر علیہ السلام تھے۔ میں تیزی سے اُنؑ کے پیچھے دوڑا، لیکن اُنؑ کو پھر نہ دیکھ سکا۔"

آپ اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے۔ آپ نے بہترین اشعار پہ مبنی قصائد لکھے۔ آپ کی تصنیف وتالیف کردہ متعدد کتابیں ہیں، جو کہ تحقیق، معنی تقلید اور اجتہاد پر قولِ صحیح پرکھنے کی

کسوٹی پیش کرتی ہیں۔ آپ کی رحلت ۱۱۰۱ھ میں باون سال کی عمر میں ہوئی۔

۴۴۔ جناب شیخ محمد بن شیخ حسن بن شیخ زین الدین شہید ثانیؒ
(فرزند صاحبِ المعالم)

جناب محمد بن شیخ حسن بن شیخ زین الدین شہیدِ ثانی فقیہ، عالم جیّد، متقی اور محدّث تھے۔ ابتدا میں اپنے والد بزرگوار جناب شیخ حسن صاحب المعالم اور جناب سید محمد صاحب مدارک سے تعلیم حاصل کی اور ان سے حدیث، اصول اور دیگر علوم سیکھے۔ معالم اور مدارک بھی پڑھیں، پھر مکہ معظّمہ کی طرف سفر کیا اور وہاں جناب مرزا احمد علی بن ابراہیم استر آبادی صاحب رجال سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ پھر اپنے وطن واپس آئے، لیکن زیادہ عرصہ قیام نہیں کیا، عراق کا سفر اختیار کیا اور کافی عرصے کربلائے معلّٰی میں رہے اور درس دیتے رہے۔ ایک دن آپ کربلائے معلّٰی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کی جانب تیر پھینکا، وہ آپ کے سینے کے پار ہوگیا، لیکن خدا نے حفاظت فرمائی۔ پھر زیارت مکہ و مدینہ شرف حاصل کیا اور عراق واپس آئے، پھر مکہ معظّمہ کا سفر اختیار کیا اور وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔

آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب فخر الدین تھا۔ آپ عابد، زاہد، فقیہ، محدث اور صاحب کرامت شخصیت تھے۔ آپ جب مکہ معظّمہ میں تھے تو آپ نے قبل از وقت اپنے انتقال کی خبر دے دی تھی۔ دوسری کرامت یہ تھی کہ جس رات وفات پائی تھی اور ابھی تدفین عمل میں نہیں آئی تھی کہ ان کی میت کے قریب قرآن مجید کی تلاوت کی آواز سنائی دے رہی تھی اور جس شخص نے یہ اطلاع پائی، اس نے کہا کہ قرأت کرنے والا اس بات کا اظہار کررہا ہے کہ میں قائم آل محمدؑ مہدیؑ ہوں۔

قرآن کریم کی تلاوت کا یہ واقعہ شیخ صاحب کی زوجہ نے (جو صاحب مدارک کی دختر

ہیں) بیان کیا تھا۔ ان دونوں کرامات کا ذکر جناب شیخ اسد اللہ کاظمی نے اپنی معروف کتاب ''مقابیس'' میں کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حضرت صاحب الامر علیہ السلام شیخ کی شب وفات ایسے وظائف پڑھ رہے تھے، جو اس کلام میں رائج نہ تھے۔ روایت ہے کہ بادشاہ وقت نے ان کو مکۂ معظّمہ سے طلب کیا اور اخراجات کے لیے رقم معین کردی اور اظہارِ فروتنی کے لیے شیخ صاحب کو خود خط بھی لکھا۔ شیخ صاحب نے قبول کرلیا تو ان سے کہا گیا کہ آپ بادشاہِ وقت کے خط کا جواب لکھیے ،تو آپ نے فرمایا کہ سوائے دعا کے بادشاہ کے لیے کوئی جواب نہیں ہوسکتا ،اور ہم یہ دعا بھی تحریراً نہیں کرنا چاہتے۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو تھوڑے تامّل کے بعد فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ شاہوں وغیرہ کے لیے دُعائے ہدایت کی جاسکتی ہے۔ پھر اس وقت بادشاہ کو خط لکھا اور دعا کے الفاظ یہ تھے: ''هَدَاهُ اللّٰهُ...''

جناب شیخ علی نے درالمنشور میں لکھا ہے، مشہور ہے کہ آپ طواف کررہے تھے کہ ایک شخص آیا اور مختلف پھولوں سے تیار کیا ہوا گل دستہ شیخ کو پیش کیا، جبکہ ایسے پھول مکہ معظّمہ اور اس کے اطراف میں کہیں نہیں پائے جاتے تھے،تو شیخ نے اس شخص سے کہا کہ یہ پھول کہاں کے ہیں؟ تو اس شخص نے کہا کہ یہ جنگلی پھول ہیں۔ یہ کہتے ہی وہ شخص نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ اغلب گمان ہے کہ وہ جناب صاحب الامر علیہ السلام تھے۔آپ کی تاریخ رحلت ۱۰۳۰ھ بتائی جاتی ہے۔آپ کے بیٹے جناب شیخ علی تھے،ان کی شخصیت بھی کافی مقبول و معروف رہی۔

۴۵۔ جناب آقا سیّد محمد صاحبِ مدارک ؒ

جناب سیّد محمد بن سیّد علی ابی الحسن موسوی سید نور الدین آقا سید علی ملقب بہ سید نور الدین کے پدری بھائی ہیں۔ یہی صاحب مدارک ہیں اور ان کا لقب شمس الدین ہے۔ ان کا تقدس اور علم نا قابل انکار ہے۔ جو تحریر کرتے تھے، اس کی پہلے بہت تحقیق کر لیا کرتے تھے۔ صاحب المعالم اور صاحب مدارک دونوں تقریباً ہم سن تھے۔ اور دونوں جناب مقدس اردبیلی ؒ سے درس لیا کرتے تھے۔ مقدس اردبیلی ؒ اس زمانے میں شرح ارشاد لکھ رہے تھے۔ وہ اس کے اجزاء کو صاحب مدارک اور صاحب معالم کے حوالے کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم ان تحریروں کو دیکھو ان کی عبارتوں کی تصحیح کرو۔ جب یہ دونوں چاہتے تھے کہ جناب اردبیلی کی خدمت سے اپنے شہروں کی طرف جائیں تو شیخ حسن صاحب المعالم مُلّا اردبیلی ؒ کی لکھی ہوئی کوئی چیز مانگتے تھے جو اپنے پاس بطور یادگار رکھیں، تو جناب اردبیلیؒ چند احادیث مبارکہ صاحب معالم کی خاطر لکھ دیا کرتے تھے اور ان کے آخر میں لکھتے تھے کہ ان کو ایک غلام نے اپنے آقا کے لیے لکھا ہے، اپنے مولا کے حکم کی اتباع میں تاکہ اس کے لیے یادگار ہو اور وہ مجھے اپنی تنہائیوں میں فراموش نہ کرے، اپنی نمازوں کے آخر میں خدا اس کو اپنی پسندیدہ چیزوں کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے کرم واحسان کے ساتھ اس سے راضی ہو۔ صلوٰۃ بر حضرات محمدؐ و آلؑ محمد۔

جناب سیّد نعمت اللہ جزائری ''انوار نعمانیہ'' میں لکھتے ہیں کہ صاحب معالم و صاحب مدارک نجف اشرف میں تھے اور چاہتے تھے کہ خراسان کی زیارت کے لیے جائیں، لیکن اس خوف سے کہ کہیں شاہ عباس ان کو اپنے پاس طلب نہ کر لے، نہیں گئے کہ کہیں سلطان کے ساتھ معاشرت نہ کرنی پڑے۔ اس لیے نجف ہی میں رہ گئے۔ صاحب معالم اور صاحب مدارک حدیث مبارکہ کے راوی عادل ہوں اور ہر ایک کی دو آدمیوں نے گواہی دی ہو، اس کو ضرور سمجھتے تھے۔

۴۶۔ جناب شیخ زین الدین نواده (پوتے) شہید ثانیؒ

جناب شیخ زین الدین بن شیخ محمد بن حسن بن شیخ زین الدین شہید ثانی، عالم فاضل اور صالح پرہیز گار، نقلی و فعلی علوم کے ماہر، بلند پایہ شاعر، جلیل القدر شخصیت اور اپنے زمانے کے بے نظیر خوگر علم تھے۔ آپ کی ولادت کا سال ۱۰۱۹ھ اور رحلت ۱۰۶۴ھ میں مکہ معظّمہ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے والد محترم جناب شیخ محمدؒ، جناب شیخ بہائیؒ جناب محمد امین استر آبادی اور دیگر علمائے عرب و عجم سے کسب فیض کیا اور شمع علم کی ضوافشانی میں اضافے کا سبب بنتے رہے۔ مکہ معظّمہ میں مجاوری کی، وہیں اللہ کو پیارے ہوئے اور حضرت بی بی خدیجہ سلام اللہ علیہا کے مزار کے نزدیک آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ جناب صاحب الوسائل نے آپ سے عربی، ریاضی، حدیث و فقہ وغیرہ کا علم حاصل کیا۔ آپ شعر بھی بہت اچھے کہتے تھے۔

عجب نہیں کہ بہ اذنِ خدا خاک کی جانب سے یہ جواب آئے۔ ان گنج ہائے گر انمایہ کا میں نے بال بھی بیکا نہیں کیا، اس لیے کہ اللہ کے نیک بندوں کے اجسام قبروں میں محفوظ رہتے ہیں اور اس کی متعدد مثالیں ہمارے مشاہدے میں آچکی ہیں۔

جناب شیخ زین الدین کے بھائی جناب شیخ علی نے کتاب "دار المنظوم والمنثور" میں لکھا۔ پہلے انہوں نے شیخ زین کا ذکر کیا، پھر ان کی تعریف و توصیف کی اور پھر لکھا کہ شیخ زین الدین نے ایران کا سفر کیا اور شیخ بہائیؒ کے گھر پہنچے۔ شیخ صاحب نے ان کا بڑا اکرام کیا اور وہ طویل مدت تک شیخ صاحب کی خدمت میں رہے اور اس مدت میں انہوں نے شیخ صاحب سے درس بھی پڑھا۔ ان کی تصنیفات و تالیفات بھی پڑھیں اور دیگر کئی علوم حاصل کیے۔ اس کے علاوہ شیخ نے اوروں سے بھی درس پڑھے، پھر واپس چلے گئے اور اسی سال ان کے والد محترم خالق حقیقی سے جا ملے۔ یہ ۱۰۳۱ھ تھا۔

پھر زین الدین نے مکہ معظّمہ کا سفر کیا اور بیشتر وقت مطالعے میں گزارتے

تھے۔ ''قصص العلماء'' کے مؤلف کا کہنا ہے کہ میں بھی انہی دنوں مکہ معظّمہ کی زیارت سے مشرف ہوا اور انہی کے ساتھ وطن واپس آیا۔ جن دنوں میں مکہ معظّمہ میں تھا، ہم روز عرفہ ایک دوسرے کے ساتھ تھے اور میں ان کی خدمت میں موجود تھا، اسی دوران انہوں نے وفات پائی۔ وہ اپنے والد محترم کے ساتھ ہی مکہ معظّمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں سپرد خاک ہوئے۔

۴۷۔ جناب شیخ علی بن شیخ محمدؒ

جناب شیخ علی بن شیخ محمد بہت متقی، جلیل القدر عالم دین تھے۔ آپ نے اپنی معروف کتاب ''دُرالمنثور'' میں ذکر کیا ہے کہ ''جب میرے والد عراق گئے تو میں چھ برس کا تھا، اور ہمارے وطن میں بڑا دنگا فساد ہوا، جس میں ہماری ایک ہزار کتابیں نذر آتش ہوگئیں۔ چناں چہ کرک نوح گاؤں چلا گیا اور وہاں کافی عرصے رہا، پھر میں نے اپنے بھائی کے ساتھ عراق کا سفر کیا، اس وقت میں بارہ سال کا تھا۔ جب میں نے قرآن مجید ختم کیا، تو میں اس وقت نو سال کا تھا۔

میری والدۂ ماجدہ دنیا کی ہر ماں کی طرح مجھے بہت چاہتی تھیں اور ہمیشہ یہ تاکید کرتی تھیں کہ نہ مجھے کوئی مارے اور نہ میری توہین کرے اور دن میں کئی بار میرا حال احوال معلوم کرتی رہتی تھیں، پھر میں تحصیل علم میں مشغول ہوگیا۔ اپنے دادا جان اور والد محترم کے شاگردوں سے علم حاصل کرنے لگا۔ ان میں سے ایک شیخ جلیل شیخ غیب الدین تھے اور ایک دوسرے بھائی شیخ زین الدین۔ اللہ ان سب پر رحم فرمائے۔ (آمین)

جب بھائی بھی میرے پاس سے چلے گئے تو میں بیوی، بچوں میں گھرا ہوا تھا اور طلب علم میں بھی مشغول تھا۔ بحمد اللہ میں نے کئی کتابیں لکھیں اور میری بڑی کوشش یہ تھی کہ باقی ماندہ کتب جو جلنے سے بچ گئی تھیں، کسی نہ کسی طرح محفوظ ہو جائیں۔ والد محترم کی رحلت کے بعد میں نے مکہ معظّمہ کا سفر اختیار کیا۔ یہ ۱۰۳۲ھ کا ذکر ہے، اس وقت میں سولہ سال کا تھا۔ اپنی کمسنی اور اکیلے پن کے سلسلے میں کسی سے مہربانی کا امیدوار نہیں تھا، بلکہ اپنے رب پر مکمل بھروسا کرتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کے بے کراں فضل و کرم کے نتیجے میں آپ سے کئی کرامات ظہور پزیر ہوئیں۔

آپ کا کہنا ہے کہ:

(۱) میں شرح لمعہ کا درس دیا کرتا تھا۔ پڑھاتے پڑھاتے ایک مرتبہ ایک ایسی عبارت آئی کہ اس میں لفظ صدوقان استعمال ہوا تھا۔ ایک شاگرد نے سوال کیا کہ یہ صدوقان کون ہیں؟ میں

نے فوراً کہا، محمد ابن بابویہ اور ان کے بھائی۔

(۲) میں ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہتا تھا کہ جو کتابیں ہماری باقی رہ گئی ہیں، وہ بھی جلد از جلد مجھے مل جائیں، لیکن حاجیوں کے آنے کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، اس لیے دیر ہوتی چلی گئی۔ ایک شخص کو میں نے منہ مانگا معاوضہ بھی دیا اور منتظر رہا کہ یہ کتابیں مجھ کو پہنچا دے گا، جب حاجیوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا، میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی میری طرف ایک خوان لیے چلا آرہا ہے اور اس خوان میں ایک آدمی کا سینہ مع اُس کی پسلیوں کے رکھا ہوا ہے۔ میں نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ ہمارے دادا جان شیخ زین الدین کا سینہ ہے۔ اس رات کے بعد جب دن ہوا تو مجھے خبر ملی کہ حاجی آئے ہیں اور ہماری کتابیں ساتھ لائے ہیں۔ ان میں سے بہت سی کتب خراب ہو گئی تھیں اور کچھ کی جلدیں پھٹ گئی تھیں اور کچھ اِدھر اُدھر لانے لے جانے میں شکستہ ہو گئی تھیں۔

(۳) ایک مرتبہ میں نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگوں نے شہید ثانیؒ کو پکڑا ہوا ہے اور انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں، تو میں نے کہا کہ ایک مرتبہ ان کو قتل کرنا کافی نہیں کہ دوبارہ قتل کرنا چاہتے ہو۔ کچھ مدت بعد مجھے خبر ملی کہ اکثر کتابیں جو وطن عزیز میں رہ گئی تھیں، وہ بھی ضائع ہو گئی ہیں اور لوٹ لی گئی ہیں اور یہ شہید ثانیؒ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے۔

(۴) ایک مرتبہ مجھے کسی ضرورت سے کہیں جانا پڑا، وہاں میں نے ان لوگوں کی (جہاں میں گیا تھا) مشتبہ غذا کھالی اور اپنے آباء کے طور طریقے کے خلاف عمل کیا، جس کے نتیجے میں وہ برکتیں اور خوبیاں جو میں ابتدائی عمر میں رکھتا تھا، کھو بیٹھا۔ لیکن جب میں اس جگہ سے نکل کر مکہ معظّمہ کی زیارت کے لیے آگیا تو پھر حج وزیارات کی برکت سے اللہ نے مجھے وہ پھر عنایت فرما دیں۔

معزز قارئین کرام! ذرا مندرجہ بالا کرامت پر غور و فکر کریں اور اس کے بعد ہم کو خود اپنا

احتساب کرنا چاہیے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔۔۔۔؟؟ اور مشتبہ مال کھا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب ہم عبادت الٰہی کی معنوی لذت و چاشنی سے محروم ہیں۔ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی دائمی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(۵) لفظ جلالہ کی گنتی کے طریقے سے میں نے کسی شخص کے لیے استخارہ کیا تو یہ آیہ مبارکہ نکلی۔ (يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ) (سورۂ ہود، آیت ۷۶) ''اے ابراہیم، اس سے دست بردار ہو جاؤ۔'' تو میں نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میرا نام ابراہیم ہے۔

(۶) ایک اور شخص آیا اور استخارے کی گزارش کی، میں نے استخارہ کیا تو یہ ہدایت نکلی۔ (قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيراً مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفاً وَلَوْلاَ رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ) (سورۂ ہود، آیت ۹۱) ''ہماری نظر میں تمہاری کچھ عزت نہیں ہے۔'' اس نے پوچھا کہ کون سی آیت نکلی ہے؟ میں نے آیت کی تلاوت کی۔ وہ شخص مسکرانے لگا اور تعجب کا اظہار کرنے لگا۔ میں نے سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ استخارہ اس لیے کرایا تھا کہ میں اپنے بعض امور میں اس کو اپنا نائب بنانا چاہتا تھا۔

(۷) امراء میں سے ایک شخص مجھے رقعہ لکھ کر بھیجتا تھا اور استخارہ کراتا تھا اور پوچھتا تھا کہ آیا نیک ہے؟ اور میں اسے جواب لکھ دیتا تھا۔ ایک دن اس نے رقعہ بھیجا کہ استخارہ کر کے آیت بھی لکھ دوں اور اس کے قاصد کو دے دوں۔ میں نے استخارہ کیا تو یہ آیت آئی۔ (وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ) (سورۂ رعد، آیت ۳۸) ''اور کسی رسولؑ کا یہ کام نہ تھا کہ بغیر حکم خدا کوئی علامت ظاہر کرے۔''

(۸) ایک شخص یہ چاہتا تھا کہ سلطان کی طرف سے کہیں کا حاکم بنا دیا جاؤں۔ اس نے مجھ

سے استخارے کی درخواست کی ،تو میں نے کہا کہ میں غیر شرعی کام کے لیے استخارہ نہیں دیکھتا۔اس نے کہا کہ اگر میں اس کی درخواست قبول نہیں کروں گا تو میری جان کو خطرہ ہے۔ میں نے استخارہ کیا، تو یہ آیت نکلی۔(وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئاً وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ) (سورۂ مائدہ، آیت ۴۲) ''اگر تم ان سے روگردانی کرو گے تو وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کرو۔''

(۹) کسی شخص نے میرے پاس شادی کے لیے استخارہ کرایا، تو یہ آیت آئی۔ (وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَراً فَجَعَلَهُ نَسَباً وَصِهْراً) (سورۂ فرقان، آیت ۵۴) ''جس نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا، پھر اس کو بیٹا (بیٹی اور بہو) اور داماد بنایا۔''

(۱۰) ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی کی شادی کے بارے میں استخارہ کیا گیا اور یہ آیت نکلی۔(كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئاً وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَراً وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ) (سورۂ کہف، آیات ۳۳،۳۴) یہ دونوں باغ خوب پھل لایا کرتے تھے اور ان پھلوں میں ذرا بھی نقصان نہ ہوتا تھا اور ہم نے ان دونوں کے بیچ میں ایک نہر جاری کر دی تھی اور اس شخص کے پاس بہت مال تھا۔''

(۱۱) دو بھانجے ہندوستان کا سفر کرنا چاہتے تھے، ان کا ماموں ہندوستان میں قیام پزیر تھا، لیکن وہ شخص بڑا فاسق اور شراب خور مشہور تھا۔ میں نے حسب درخواست استخارہ دیکھا تو یہ آیت آئی۔(أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْراً وَأَمَّا الآخَرُ فَيُصْلَب) (سورۂ یوسف، آیت ۴۱) ''تم میں ایک تو اپنے مالک کو شراب پلائے گا، رہا دوسرا تو اس کو پھانسی دی جائے گی۔''

(۱۲) ایک شخص کو یہودی حکومت طلب کر رہی تھی کہ اس کو ہمارے حوالے کر دیا جائے، اس شخص نے بار بار استخارہ کرایا، ہر مرتبہ حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ و بنی اسرائیل کی آیات نکلتی تھیں۔

(۱۳) ایک شخص کسی کام سے بادشاہ کے حضور جانا چاہتا تھا، استخارہ دیکھا، یہ آیت نکلی۔(وَإِذِ

اعۡتَزَلۡتُمُوهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأۡوُوا إِلَى الۡكَهۡفِ يَنشُرۡ لَكُمۡ رَبُّكُم مِّن رَّحمته وَيُهَيِّءۡ لَكُم مِّنۡ أَمۡرِكُم مِّرۡفَقا) (سورۂ کہف، آیت ۱۶) ترجمہ: ''کسی غار میں چل رہو، تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع فرما دے گا۔''

(۱۴) اسی مقصد کے لیے کسی شخص نے استخارہ دیکھا تو یہ آیت نکلی۔ (قَالَ رَبِّ اشۡرَحۡ لِي صَدۡرِي) (سورۂ طٰہٰ، آیت ۲۵) ترجمہ: ''اے میرے پروردگار، میرے سینے کو کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے، میری زبان کی گرہ کو کھول دے کہ لوگ میری بات کو سمجھیں۔''

(۱۵) کسی شخص کا اپنی بیوی سے ایک کنیز کی وجہ سے جھگڑا ہوتا تھا، تو لوگوں نے مجھ سے استخارہ نکلوایا کہ آیا کنیز کو فروخت کر دیا جائے، تو سورۂ اعراف کی اُنیسویں آیت آئی: (وَيَا آدَمُ اسۡكُنۡ أَنتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَنَّةَ فَكُلاَ مِنۡ حَيۡثُ شِئۡتُمَا وَلاَ تَقۡرَبَا هَـذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ یہ ہے: ''اے آدم، تم اور تمہاری زوجہ اس باغ میں بسو اور جہاں جہاں سے تمہارا دل چاہے، خوب کھاؤ۔ لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ تمہارا شمار ظالمین، نافرمانوں میں ہو جائے گا۔''

(۱۶) ہندوستان میں کسی زمانے میں بدامنی تھی۔ ایک شخص نے مجھ سے استخارہ کرایا کہ آیا وہ ہندوستان جائے، تو سورۂ ہود کی آیت ۷۶ آئی، (يَا إِبۡرَاهِيمُ أَعۡرِضۡ عَنۡ هَذَا إِنَّهُ قَدۡ جَاء أَمۡرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمۡ آتِيهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُودٍ) جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس بارے میں تمہارے رب کا قطعی حکم آچکا اور ان پر وہ عذاب آنے والا ہے، جو دور نہیں ہوگا۔''

(۱۷) کسی نے ظاہر طور پر خروج کا ارادہ کیا اور استخارہ دیکھا، سورۂ توبہ کی آیت ۴۶ آئی (وَلَوۡ أَرَادُواۡ الۡخُرُوجَ لَأَعَدُّواۡ لَهُ عُدَّةً وَلَـكِن كَرِهَ اللّهُ انبِعَاثَهُمۡ فَثَبَّطَهُمۡ وَقِيلَ

اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِيْن) جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کی کوئی تیاری تو کرتے، لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا ہی ناپسند ہوا، پس ان کو سست بنا دیا اور ان سے کہہ دیا کہ تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔''

(۱۸) میں نے اپنے لیے استخارہ دیکھا کہ جس علاقے میں ہوں، وہاں سے چلا جاؤں، تو سورۂ نساء آیت ۷۵ آئی۔ (وَمَا لَكُمْ لاَ تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيْلِ اللّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَـذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيّاً وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيْرا) جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے اللہ، ہم کو اس بستی سے نکال، جس کے باشندے ظالم ہیں۔''

مرحوم شیخ علی کی جس طرح قدرت کی طرف سے آزمائش کی گئی، اسی ضمن میں ایک قابل ذکر امران کے ایک بیٹے کی مفارقت ہے، جو بڑا باکمال تھا اور یہاں اس واقعے کا ذکر اس لیے کیا جا رہا ہے کہ یہ بہت فکر انگیز اور نصیحت آموز واقعہ ہے۔ غفلت شعار لوگ اس کو پڑھ کر ہوش میں آئیں، صابرین اس سے سبق حاصل کریں کہ یہ بہترین واقعہ طلبائے علم دین کے شوق میں اضافے کا سبب ہے۔

جناب شیخ علی نے کتاب ''در منشور'' میں فرمایا ہے کہ میرا دل، میرے جگر گوشے، دل کے ٹکڑے پر کیوں آتش فراق سے نہ جلے کہ ایسا بیٹا جس کی زندگی کے کسی حصے میں آغاز حیات سے انتہائی عمر تک میں نے کھیل کود کی طرف راغب نہ دیکھا یا بے ادبی سے کبھی نگاہ بھی اٹھائی ہو، کبھی مجھ سے ہم کلام ہوتا تو نظر اٹھا کر مجھے دیکھتا نہ تھا، اس کی نگاہیں جھکی رہتی تھیں، اس نے کبھی مجھ سے براہ راست کسی چیز کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔ دس سال کی عمر سے نماز شب کا عادی تھا اور جو مختصر زندگی اس نے پائی، وہ کل بائیس سال تھی، اس میں اس نے مجھ سے فقہ میں الفیہ مختصر نافع اور شرائع کا درس لیا اور مختصر نافع و شرائع کو اس نے اپنی تحریر میں لکھا تھا۔ اس نے مجھ سے شرح لمعہ

پڑھی اور شرح لمعہ کے حاشیے پر اس نے میرے حواشی لکھے۔ پھر ان حواشی کو علیٰحدہ بھی لکھا۔

ماہ رمضان المبارک کی ہر رات عبادت، تلاوت و دعا کے ساتھ بیدار رہا کرتا تھا اور کسی سے بھی یہ شکوہ نہ کرتا تھا کہ میرے بچے کئی ہیں۔ حالاں کہ میں اس کو بہت کم جیب خرچ دیا کرتا تھا تاکہ اس کو قناعت کی عادت پڑ جائے۔ جب کسی مجلس میں کسی کے ساتھ بیٹھنا ہوتا تو شرم و حیا کی وجہ سے اپنی طرف سے گفتگو کی ابتدا نہیں کرتا تھا۔ اس کی کل بائیس سال عمر ہوئی اور نحو میں اس نے شرح اجرومیہ، شرح قطر، شرح الفیہ ابن مالک پڑھیں۔ شرح قطر اور شرح الفیہ کو اپنی تحریر میں لکھا اور کسی اور استاد سے اس نے کتاب ''مغنی اللبیب'' بھی پڑھی۔

اس نے مجھ سے حدیث میں ''من لا یحضرہ الفقیہ'' مکمل پڑھی اور اس کتاب کے جو میرے حواشی تھے، وہ اس نے اس پر لکھے اور کچھ ''تہذیب'' سے بھی پڑھا، اور رجال میں مجھ سے علامہ کا خلاصہ اور کتاب درایہ پڑھی اور دونوں کو اپنی تحریر میں بھی لکھا۔

''معالم'' کا کچھ حصہ مجھ سے پڑھا اور کچھ کسی اور سے اور اس کو خود بھی لکھا۔ اس کے علاوہ شرح شمسیہ مختصر تلخیص اور مطول کا کافی حصہ اور شرح تجرید اور خلاصۃ الحساب اور حساب تشریح الافلاک میں کچھ رسالے پڑھے، اقلیدس کی تحریریں بھی پڑھیں اور اپنی تحریر میں ان کو لکھا۔ خوش خطی میں تو وہ بہت بلند مقام پر تھا اور قلم سے کتاب پر سرخ روشنائی سے حاشیہ بنا دیا کرتا تھا۔ جب میں اس کتاب کو دیکھتا تو کہتا کہ یہ لائینں کیوں بنائی ہیں؟ تو کہتا کہ میں نے اسے مجلد کر کے سیٹ کر دیا ہے اور جدول کھینچ دیا ہے۔ اور جب میں دیکھتا تھا کہ کسی وقت میں نے کسی کتاب کی تصحیح (پروف ریڈنگ) کی اور پھر تھک گیا، تو وہ گھنٹہ دو گھنٹہ، تین گھنٹے بلکہ چار گھنٹے تک اس کام کو اکیلے کر دیتا تھا۔ جب کوئی کام دیکھتا تو اس کو پورا کرنے کے اسباب مہیا کرتا اور اس کام کو اللہ کا نام لے کر کر ڈالتا تھا۔

جب وہ آٹھ سال کا تھا تو ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا تھا کہ جو بچے بالغ ہونے سے پہلے

مر جاتے ہیں۔ وہ بہشت میں جاتے ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں، تو کہنے لگا کہ آپ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بچپنے ہی میں موت سے ہمکنار کر دے، تاکہ میں بہشت میں داخل ہو جاؤں۔ تو میں نے جواب دیا کہ اگر بڑے لوگ بھی نیک عمل بجالائیں تو وہ بھی جنت میں جائیں گے۔ اس نے تمام عمر کبھی مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا، لیکن جب میں درس دیتا اور وہ کسی مسئلے کو سمجھ لیتا تو اس کا چہرہ کھل اٹھتا۔

شروع میں تو میں یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس لیے کم گو ہے کہ اس کی زبان میں روانی نہیں ہے۔ لیکن اس نے درس پڑھنا شروع کیا تو اس کی زبان نہایت تیز کاٹنے والی تلوار سے بھی زیادہ تیز ہوتی تھی۔ میں نے کبھی اس کے منہ سے کسی کی غیبت نہیں سنی۔ ایام ماہ رمضان المبارک میں، میں اس سے ملاقات کو جاتا تو وہ میری آواز سنتے ہی کتاب کو بند کر دیتا اور مصلیٰ سمیٹ دیتا تھا۔ تو میں کہتا کہ بیٹا یہ تو تلاوت قرآن وقرأت کی راتیں ہیں، تم بھلا بیکار کیوں بیٹھے ہو، تو از روئے حیا سر جھکا لیتا اور کوئی جواب نہ دیتا۔ تو اس کی بیوی بتاتی کہ یہ تو عبادت ہی میں مشغول تھے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے اسے ایک بیٹا عنایت کیا، لیکن وہ چند دن ہی میں فوت ہو گیا، میں اس بچے کی موت پر بہت رویا، لیکن میرا بیٹا بہت کم رویا اور یوں لگتا تھا کہ وہ راضی برضائے رب ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسے تین بیٹیوں سے نوازا۔ جب بھی کوئی بچی اس کے ہاں پیدا ہوتی تو بہت خوش و مسرور ہوتا اور اپنی بیوی سے کہتا کہ خداوند تعالیٰ نے ہمارے ثواب میں اضافہ فرمایا ہے۔ اگر کوئی بیٹی کسی چیز کی فرمائش کر دیتی تو دوڑ کر بازار جاتا اور وہ چیز لا کر اس کو پیار سے دے دیتا۔ کبھی مجھ سے یہ نہ کہتا کہ گھڑ سواری کے لیے مجھے گھوڑا دے دیں، حالانکہ میرے پاس گھوڑے تھے اور مجھے ان کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اپنے اخراجات کی رقم مجھ سے خود نہیں مانگتا تھا، بلکہ کسی کنیز یا بچے کو بھیج دیتا تھا۔ اگر کبھی میں یہ ہدایت کرتا کہ دیکھو فضول خرچی نہ کرنا تو خاموش رہتا۔ اور اگر کبھی جواب دیتا بھی تو یہ کہتا کہ الحمدللہ آپ بھی صاحب اولاد ہیں اور میرے بھی اللہ

کے فضل وکرم سے بچے ہیں۔ چناں چہ ہم دونوں کا بالکل یکساں معاملہ ہے۔

جب وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے والا تھا تو کچھ دن قبل اس نے مجھ سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت کی اجازت چاہی، تو میں نے کہا کہ میں تمہاری مفارقت برداشت نہیں کرسکتا، کسی اور وقت میں ان شاء اللہ تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ اس نے پھر ایک مرتبہ اجازت طلب کی، تو میں نے قرآن مجید سے فال نکالی تو سورۂ یوسف کی آیت نمبر ۸۰ آئی۔ (فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُم مَّوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ وَمِن قَبْلُ مَا فَرَّطتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ) ترجمہ یہ ہے ''بس میں تو اس ملک سے کہیں نہ جاؤں گا، جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیں یا خدا میرے حق میں کوئی فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' اس کے بعد میں نے اسے اجازت نہ دی، اور تھوڑی ہی مدت میں وہ بیمار ہوکر خالق حقیقی سے جاملا۔

ہم نے اس کی میت کو شہر مقدس مشہد بھیجا اور وہاں اس کی تدفین ہوئی۔ کچھ عرصے بعد اس کے چچازاد نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ ان کے دروازے پر آیا ہے، چچازاد نے دیکھا کہ وہ دروازے پر دستک دے رہا ہے، تو وہ باہر نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک خوب صورت گھوڑے پر سوار ہے۔ انہوں نے اس سے اندر آنے کو کہا تو کہنے لگا کہ مجھے اب آپ کا گھر اچھا نہیں لگ رہا۔ مجھے تو اللہ نے موتیوں اور جواہر کا گھر عطا کیا ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو مطلع کروں کہ میرے پاس ایک شخص کی کتاب ہے، جو میں نے عاریتاً لی تھی، اس شخص کا نام مُلّا افضل ہے، اور میں نے اس کتاب کے بارے میں کوئی وصیت نہیں کی تھی۔ وہ میرے صندوق میں ہے اس کا نمبر فلاں ہے۔ شیخ علی کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو بھیجا اور وہ صندوق کھلوایا گیا، تو جو چیزیں اس نے بتائی تھیں، اسی طرح اس میں رکھی ہوئی تھیں، جس سے ثابت ہوا کہ خواب بالکل

صحیح تھا۔

میرے بیٹے کی تاریخ ولادت بروز ہفتہ، آخری ساعت ۱۸ ذی الحجہ ۱۰۵۶ھ ہے اور رحلت ماہ ذی الحجہ کی بائیس تاریخ ۱۰۷۸ھ ہے۔ اس سے دو سال پہلے میرا ایک اور بیٹا، جو صرف آٹھ سال کا تھا، داغ مفارقت دے چکا تھا۔ سچ ہے کہ "ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی جانب ہمیں واپس جانا ہے۔"

سہیل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸ C1

۴۸۔ جناب آقا سیّد علی ملقب بہ سیّد نور الدینؒ

جناب سید علی بن سید علی بن ابوالحسن الابراہیمی الموسوی جن کا لقب سید نور الدین ہے، ذکی، فطین، فاضل، زاہد، عابد شخصیت تھے۔ آپ کی ولادت ۹۷۰ھ اور رحلت ۱۰۶۸ھ میں ہوئی۔ آپ صاحب مدارک کے پدری بھائی تھے۔ آپ اپنے زمانے کے مانے ہوئے شخص تھے۔ آپ نے مکۂ معظّمہ کو اپنا وطن قرار دیا۔ ابتدا میں شام میں رہتے تھے اور لوگ حاکم شام کے مقابلے میں آپ کا زیادہ احترام کرتے تھے، تو آپ مکۂ معظّمہ چلے گئے۔ آپ کی عمر ماشاء اللہ نوّے سال سے تجاوز کر گئی تھی، تاہم آپ کسی سے مدد طلب نہیں کرتے تھے۔ لیکن لوگ تعاون کرنے کی جستجو کرتے تھے۔

مؤلف ''قصص العلماء'' فرماتے ہیں: ''واضح رہے کہ سیّد نور الدین کے والد محترم سیّد علی نے شہیدِ ثانی کی دختر سے شادی کی اور ان سے صاحب مدارک جناب سیّد محمد کی ولادت ہوئی۔ شہید ثانی کی شہادت کے بعد صاحب معالم کی والدہ، جو شہید ثانی کی زوجہ تھیں، سے آپ نے نکاح کر لیا اور پھر سید نور الدین متولد ہوئے۔ اس طرح سیّد محمد صاحب مدارک سیّد نور الدین کے پدری بھائی ہوئے اور شیخ حسن صاحب معالم سید نور الدین کے مادری بھائی ہیں۔

صاحب معالم سیّد محمد صاحب مبارک کے ماموں جان ہیں اور سیّد محمد صاحب مبارک صاحب المعالم کے بھانجے ہیں، لیکن ضعیف ناقص عقل والوں کے لیے زوجۂ استاد محترم سے نکاح خلاف ادب ہے اور بہ قول والد بزرگوار سید نور الدین سے یہ بڑی بے ادبی سرزد ہوگئی۔ جیسا کہ مرحوم آقا سید ابراہیم زوجہ شریف العلماء کو (جو ان کے استاد محترم تھے) اپنے نکاح میں لے آئے تھے، جب کہ اس سے پہلے وہ استاد محترم کی صاحب زادی سے بھی شادی کر چکے تھے۔ چنانچہ لوگوں کو گمان یہی ہے کہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے، لیکن چونکہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے، اس لیے اس طرح کا خیال محض بے عقلی ہے۔ خصوصاً جب کہ زوجہ شہید ثانی سے سید علی کے

نکاح میں یہ مصلحت کارفرما تھی کہ سید نورالدین عالم وجود میں آئے۔

سید نورالدین نے اپنے والد محترم صاحب مدارک و معالم سے درس پڑھا اور دین اسلام کے لیے عظیم خدمات انجام دیں۔ سچ ہے (اور اسی لیے قرآن حکیم میں کہا گیا ہے کہ) ''جو علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے برابر نہیں ہو سکتے۔''

۴۹۔ جناب آخوند مُلاّ محمد تقی مجلسیؒ (والد بزرگوار علامہ مجلسیؒ)

آپ کو مجلسی اوّل بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا مکمل اسم گرامی مُلاّ محمد تقی ہے۔ آپ علامہ مجلسی کے والد محترم ہیں۔ آخوند مُلاّ محمد تقی بن مقصود علی مجلسی (خدا ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے) اپنے وقت کے دانا ترین فضلاء اور علمائے حدیث میں نمایاں ترین شخصیت تھے، جن کا شعار واقعاً زہد وتقویٰ تھا۔ آپ شیخ بہائیؒ کے شاگرد اور مُلاّ صدراؒ کے ہم عصر تھے۔

جناب شیخ اسد اللہ کاظمینیؒ نے اپنی معروف کتاب ''مقالیس'' کے مقدمے میں لکھا ہے کہ جناب محمد تقی مجلسی نمایاں کرامات کے حامل تھے۔ آخوند مجلسی نے خود ''شرح فقیہ'' میں تحریر کیا ہے کہ چوں کہ پرودگار عالم نے مجھے توفیق زیارت حیدر کرار علیہ السلام سے نوازا ہے، لہٰذا اس کی رحمت و برکت سے مجھ پر بہت سے انکشافات ہوئے، کمزور عقل والے ان کشف نما کیفیات کو برداشت نہیں کرسکتے۔ میں نے اس کیفیت میں بلکہ کہنا چاہیے کہ خواب و بیداری کے عالم میں دیکھا کہ میں سامرہ میں ہوں اور وہاں کے روضے کو بڑی بلندی اور زیب وزینت کے ساتھ دیکھا۔ اور میں نے دیکھا کہ جناب عسکریینؑ کے روضے پر بہشت کے کپڑوں میں سے ایک سبز کپڑا سجا ہوا ہے، ویسا کپڑا میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا۔ اپنے آقا و مولا حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں، قبر سے بالکل متصل ہیں اور آپؑ کا رخ انور دروازے کی جانب ہے۔

جیسے ہی میں نے امام زمانہ علیہ السلام کو دیکھا، زیارت جامعہ بلند آواز سے پڑھنی شروع کردی، جیسے کہ کسی کی تعریف کی جاتی ہے۔ جب میں نے پوری زیارت پڑھ لی تو آپ نے فرمایا کہ ''کیا خوب زیارت ہے۔'' میں نے عرض کیا۔ میرے آقا و مولاؑ، میری جان آپؑ پر فدا ہو۔ یہ آپ کے جد کی زیارت ہے۔ اور میں نے قبر مطہر کی جانب اشارہ کیا۔ آپ عجل اللہ تعالیٰ فرجھم نے فرمایا: ''ہاں داخل ہو جاؤ۔'' جب میں داخل ہوا تو دروازے کے قریب کھڑا

ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا: ''آگے بڑھو'' میں نے عرض کیا کہ میں ڈرتا ہوں کہ (خدانہ خواستہ) بے ادبی کر کے کافر نہ ہو جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارا حکم ہے۔ کوئی پروانہ کرو۔'' میں تھوڑا سا آگے بڑھا، لیکن میں ڈر رہا اور خوف سے کانپ رہا تھا، پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا: ''آگے آؤ۔'' پھر میں بڑھا۔ یہاں تک کہ آپ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔'' میں نے عرض کیا کہ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ فرمایا: ''بالکل نہ ڈرو، بیٹھ جاؤ۔'' تو میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ لیکن بالکل اس طرح جیسے کوئی غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں، آرام سے بیٹھو، چوں کہ تم نے زحمت اُٹھائی ہے اور پیدل چل کر اور برہنہ پا آئے ہو۔۔۔'' غرض کہ اس بندے کے ساتھ آپؑ کے بہت عظیم الطاف اور مہربانی سے سرشار کلام ہوئے۔ اکثر تو ناچیز کو یاد نہیں رہے پھر میں خواب سے بیدار ہو گیا اور اسی دن غیب سے میرے لیے اسباب زیارت فراہم ہو گئے، حالانکہ ایک زمانے سے راستے بند تھے، لیکن اس وقت امام زمانہ علیہ السلام کے معجزے سے ساری رکاوٹیں دور ہو گئیں اور میں پیدل برہنہ پا آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا۔

ایک رات روضۂ مقدس کے ہال میں پھر وہی زیارت پڑھی اور اس دو روزہ سفر کے راستے میں متعدد کرامات اور امام زمانہ علیہ السلام کے معجزات کا ظہور ہوا۔ اس خواب کے واقعے کو شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت جامع میں آپ ہی کے نام سے درج کیا ہے۔

جناب شیخ عباس قمی ''منتہی الاعمال'' جلد دوم میں رقمطراز ہیں کہ ۱۰۷۰ھ میں آپ کی رحلت واقع ہوئی اور آپ کی قبر مطہر اصفہان (جسے نصف جہان کہا جاتا ہے) میں جامع مسجد کے پہلو میں ہے۔ آپ کی معروف تالیفات میں ''شرح من لا یحضرہ الفقیہ'' فارسی میں سرفہرست ہے، نیز اس کتاب کی عربی میں بھی شرح لکھی، جس کا عنوان ''روضۃ المتقین'' ہے۔ ''اصول کافی'' پر حواشی بھی آپ کا ایک اور بڑا کارنامہ ہے، کہ جس کے باعث مشکل احادیث پر روشنی

پڑی۔ آپ کی ایک اور نہایت قابل قدر کتاب ''شرح صحیفہ کاملہ'' (حضرت امام زین العابدین سید سجاد علیہ السلام کی معروف تصنیف) ہے، جس کی روشنی کی کرنیں چار دانگ عالم کو علم و حکمت کے نور سے فیض یاب کرتی رہیں گی۔

۵۰۔ جناب مُلّا محسن فیض کاشانیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد بن مرتضیٰ اور لقب محسن ہے۔ آپ کا ایک اور لقب فیض ہے اور فیض کاشانی بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ایران کے معروف شہر ''کاشان'' کے ایک علمی گھرانے میں ہوئی اور جلد ہی ابتدائی تعلیم مکمل کر کے قم مقدس کا سفر اختیار کیا اور ملا صدر الدین شیرازی کی شاگردی اختیار کی۔ آپ نے خداداد صلاحیتوں کی بدولت جلد ہی تمام رائج علوم پر دسترس حاصل کی۔ علم حدیث میں آپ نے ایک خاص مقام حاصل کیا۔ آپ کی معروف کتب ''صافی'' اور ''وافی'' اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ آپ کو جامع محقق اور فاضل شخصیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کی تالیفات کو جناب علامہ مجلسیؒ کی تالیفات کے بعد سب سے بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات دوسو کے قریب ہیں۔ آپ نے ایران میں شیعیت کو مضبوط کرنے کے لیے خاص کردار ادا کیا۔ قم، کاشان، اصفہان، شیراز اور پورے ایران میں جنگی بنیادوں پر مذہب حقہ کے لیے کام کیا۔ استاد، محقق ملا محمد محسن کاشانیؒ جناب محمد ابن حسن حر عاملیؒ اور شیخ محمد باقر مجلسیؒ ان تین عظیم محدثین کو ''محمدون الآخرون'' کہا جاتا ہے۔ آپ کو صاحبِ کتاب ''صافی ووافی'' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ ''اصول وفروع کافی'' کی شرح ہے۔ اِس میں کتب اربعہ کی احادیث کا بعض مقامات پر مختصر بیانات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

آپ نے ۱۰۹۱ھ میں وفات پائی۔

۵۱۔ جناب شیخ محمد بن حسن حُرِّ عاملیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد بن حسن حر عاملی ہے۔ آپ جبل عامل میں جو کہ فلسطین کا ایک شہر ہے ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم، چچا جان اور نانا جان سے حاصل کی اور چالیس سال تک علوم عقلی و نقلی حاصل کرتے رہے۔ بحمد اللہ دو مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے سفر کیا اور عراق و ایران وطوس کی زیارات مقدسہ سے مشرف ہوئے۔ آخر طوس میں مجاوری اختیار کی۔ آپ کی معروف تالیف ''وسائل الشیعہ'' ہے۔ آپ کو صاحب وسائل بھی کہا جاتا ہے۔ اس کتاب حدیث کو آپ نے اٹھارہ سال کی محنت شاقہ کے نتیجے میں پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ''وسائل الشیعہ'' گزشتہ چار سو سال سے دینی مدارس کی لازمی ضرورت ہے اور ہر طالب علم کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

آپ نے علامہ مجلسیؒ سے بھی ملاقات کی۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ مجلسیؒ نے شیخ حر عاملیؒ کو بادشاہ کے دربار میں متعارف کروایا۔ اُسی روز صاحب وسائل نے اپنی سادگی میں بادشاہ سے دوسرے دن بھی ملاقات کا شوق ظاہر کیا۔ چناں چہ سلطان نے دس دن بعد کا وقت دیا۔ شیخ صاحب دس دن بعد علامہ مجلسیؒ اور دیگر علماء کے ساتھ دربار پہنچے۔ قاعدہ یہ تھا کہ سلطان علمائے کرام کے احترام میں فرش پر نہیں بیٹھتا تھا۔ چناں چہ علامہ مجلسیؒ اور دیگر علماء اپنی نشست پر بیٹھے، لیکن شیخ حر عاملیؒ سلطان کے فرش خاص پر بیٹھ گئے۔ سلطان کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے شیخ حر عاملیؒ سے پوچھا کہ ''حُر'' اور ''خر'' میں کیا فرق ہے؟ شیخ نے برجستہ جواب ارشاد فرمایا کہ فقط ایک مسند کا فرق ہے۔'' جو سن کر سلطان نے خاموشی اختیار کی۔

آپ کی دیگر تالیفات اور تصنیفات بھی ہیں۔ جن میں ایک کتاب میں احادیث قدسیہ کو جمع کیا گیا ہے۔ آپ نے آخری عمر میں مشہد مقدس ہجرت کی اور وہیں پر ۱۱۰۴ھ میں آپ کی رحلت ہوئی۔ تدفین مشہد مقدس ہی میں عمل میں آئی اور آج بھی آپ کا پرنور مرقد مرجع خلائق ہے۔

۵۲۔ جناب علاّمہ محمد باقر مجلسیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی ملا محمد باقر مجلسیؒ ہے۔ علامہ عظیم فاضل، جامع علوم، بہترین عبادت گزار، زاہد، عادل، متقی اور پرہیز گار تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰۳۷ھ اصفہان (ایران) میں ہوئی۔ آپ کے علمی کمالات کی کرامت آپ کی معروف کتاب ''بحارالانوار'' ہے، جو کہ واقعاً ایک علمی خزانہ ہے بلکہ گویا سمندرِ علم ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات زمانۂ بچپن سے لے کر رحلت تک متعدد اور گراں قدر ہیں۔ آپ ایک ہزار اشعار یومیہ کہا کرتے تھے، جن میں ہر شعر میں پچاس حروف ہیں۔ یہ کام تائیدِ ایزدی اور غیبی قوّت ہی سے ممکن ہے۔ آپ اصفہان کی ایک جامع مسجد میں امام جمعہ و جماعت تھے اور جود و سخاوت میں وقت کے بادشاہ تھے۔ آپ نے ''بحارالانوار'' میں بیس ہزار مستند احادیث کو جمع کیا جو کہ آج بھی علم و ادب کی نورانی کرنوں سے ایک عالم کو روشن کر رہی ہیں۔

ملا محمد باقر مجلسیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ اپنی کتاب ''حق الیقین'' لکھ رہے تھے اور جب یہ مکمل ہو کر شام، اردن عراق وغیرہ میں پہنچی تو ستر ہزار اہلسنت افراد نے مذہب تشیع کو قبول کر لیا۔ آپ کی کتاب کے ذریعے شیعہ مذہب کو عروج و ترویج نصیب ہوئی اور جعلی عقائد اور من گھڑت قصوں سے ایران کے عوام کی جان چھوٹ گئی۔ آپ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور درس و تدریس علم میں اپنے زمانے میں معروف تھے اور شاہ حسین (ایران کا بادشاہ) آپ کے مشورے پر عمل کرتا تھا۔ آپ نے درس میں کتبِ اربعہ کو شامل کیا۔

آپ کے ہونہار شاگردوں میں جناب نعمت اللہ جزائریؒ بھی نمایاں ہیں۔ آپ نے جناب جزائری کو اپنے پاس تین سال رکھا اور ان کو ہر طرح سے مدد فراہم کی۔ جناب شیخ حر عاملیؒ جب اصفہان پہنچے تو جناب علامہ مجلسیؒ سے ملاقات کی اور انہوں نے جناب حر عاملیؒ کی ملاقات بادشاہ وقت سے کرائی۔ شیخ حر عاملیؒ نے مشہد مقدس میں سکونت اختیار کی اور وہیں رحلت فرمائی۔

جناب علامہ مجلسیؒ کے بارے میں بہت سی کرامات مشہور ہیں آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ کو کپڑوں میں لپیٹ کر جناب صاحب الامر مہدی آخر الزماں علیہ السلام کے حضور میں لایا گیا۔لیکن یہ بات پایہ تحقیق کو نہیں پہنچی۔

دوسری کرامت یہ مشہور ہے کہ علمائے جنّ آپ کی مجلس درس وتدریس میں شرکت کرتے تھے۔آپ کے والدِ محترم جناب محمد تقی مجلسیؒ بھی صاحبِ روحانی تھے اور انہوں نے یہ بات طے کردی تھی کہ باقر مجلسی کی والدۂ ماجدہ انہیں کبھی حالت جنابت میں دودھ نہیں پلائیں گی۔

آپ کی ایک اور کرامت ہے۔جیسے خود علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ ایک شب جمعہ اپنی دُعاؤں کو سرسری دیکھ رہا تھا کہ ایک ایسی دعا پر نظر پڑی،جس میں الفاظ بہت کم اور معانی بہت گہرے تھے۔میں نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ آج رات یہی دعا پڑھوں گا اور پھر میں نے وہ دعا پڑھی۔اگلی شبِ جمعہ پھر میں نے وہی دعا پڑھی۔اگلی شبِ جمعہ پھر میں نے چاہا کہ وہی دعا پڑھوں کہ اچانک گھر کی چھت سے میں نے ایک آواز سنی کہ ''اے فاضل وکامل انسان!ابھی تو کراماً کاتبین اُس دعا کا ثواب لکھنے سے بھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔جو تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اب تم دوبارہ اس کے پڑھنے کا ارادہ کررہے ہو'' وہ عجیب التاثیر دعا یہ ہے۔ (بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مِنْ اَوَّلِ الدُّنْيَا اِلٰى فَنَا ئِهاوَمِنَ الْاٰخِرَةِ اِلَى بَقَائِهَا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ نِعْمَةٍ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوبُ اِلَيْهِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ)عاشقوں کے دل کی بہار،رہبرِ انقلاب اسلامی ایران،مردِ مجاہد مجتہدِ اعظم سید روح اللہ حضرت امام خمینیؒ ''بحار الانوار'' کے متعلق فرماتے ہیں۔''بحار الانوار'' جو محدثِ عالی قدر،عالم بزرگوار علامہ مجلسیؒ کی تالیف ہے،تقریباً چار سو کتب ورسائل کا مجموعہ ہے۔درحقیقت یہ چھوٹا سا ایک کتب خانہ ہے۔''

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں ہر باب کو الگ الگ عنوانات دیے، پھر حدیث یا روایت کے عنوان کے مطابق قرآن کریم سے وہ آیات جو ان پر بطور دلیل پیش جا سکتی ہیں، لکھیں اور ان کی تفسیر بھی تحریر کی، نیز موقع محل اور اپنے زمانے کے حالات و واقعات کے مطابق حکماء، عرفاء، فضلاء، علماء اور اہل دانش کی طرزِ فکر کو بھی پیش کیا اور اقوال بھی تحریر کیے اور ان پر جرح بحث اور تحقیق بھی کی اور پھر استدلال بھی قائم کیا۔ الغرض یہ سب کچھ ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک بڑا زبردست کام ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی "بحارالانوار" کی علمیت، نورانی، روحانی، ادبی اور معنوی لذت اور اثر آفرینی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ آپ کی وفات حسرت آیات ۱۱۱۱ھ میں ہوئی۔ جیسا کہ آپ سب بخوبی واقف ہیں، لہٰذا حضرت امام حسین علیہ السلام، دیگر شہدائے کربلا علیہم السلام اور کربلائے معلیٰ علامہ باقر مجلسیؒ کے خاص الخاص موضوعات رہے ہیں۔

۵۳۔ جناب علامہ نعمت اللہ جزائریؒ

کتاب ''قصص العلماء'' میں جناب محمد تنکابنی لکھتے ہیں کہ سیّد نعمت اللہ بن سیّد عبداللہ جزائری فاضل و عالم، دانا و ہوشیار، ادیب، بزرگوار عالی نسب جن کو اللہ تعالیٰ نے وحدت ادراک سے نوازا تھا۔ ان کا بیٹا سیّد ولی اللہ فاضل علماء اور سیّد عبداللہ کا پوتا کامل ترین فضلاء میں سے تھا۔ اس بحر ذخار عالم کے اخلاف و اولاد سب کے سب ارباب کمال ہیں اور لرستان میں اس خاندان میں اس وقت سے لے کر اب تک بزرگی کا انحصار ہے۔ آپ علوم عربی اور لغت کے ماہر، علم حدیث کے حامل تھے اور آپ کا مسلک اخباری تھا۔

آپ نے جن علمائے اعلام کی شاگردی اختیار کی، ان میں آقائے جمال خوانساری، ملا محسن فیض، شیخ علی بن شیخ محمد بن شیخ حسن بن شیخ زین الدین شہید (جنہوں نے اپنے دادا کی شرح لمعہ پر حاشیہ لکھا) اور آخوند ملا محمد باقر مجلسیؒ ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلے میں آپ نے مجلسی کی خدمت میں زیادہ علم حاصل کیا اور انہوں نے خود ''انوار النعمانیہ'' میں لکھا کہ اگرچہ علامہ مجلسی کے شاگرد ہزار سے اوپر تھے، لیکن مجھ سے انہیں خاص محبت اور لگاؤ تھا، حتیٰ کہ اکثر راتوں کو وہ مجھے اپنے کتب خانے میں روک لیتے، تاکہ بحار کی تصنیف کے ضروری امور انجام دیے جاسکیں۔ وہ بہت پُر مزاح شخصیت تھے اور باوجود اس کے کہ بڑے شوقین مزاج اور خوش اطوار تھے، ان میں ایسا رعب وجلال تھا کہ جب بھی میں ان کے پاس حاضر ہونا چاہتا تو ان کی ہیبت سے دل کانپتا تھا اور میں ذرا سی دیر کے لیے دروازے پر ٹھہر جاتا تھا جب دل قابو میں آجاتا تو حاضر خدمت ہوتا۔

آپ نے میرزا ابراہیم بن آخوند ملا صدری کی بھی شاگردی کی تھی۔ ''انوار النعمانیہ'' میں لکھا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے اختتام پر شبِ عید جو شبِ جمعہ بھی تھی، اس دن میں دن کے وقت میرے اوپر الحاح وزاری اور خضوع وخشوع کی کیفیت طاری رہی تھی تو اب رات کو جو

سویا تو عالم خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک لق و دق صحرا میں کھڑا ہوں اور اس صحرا میں صرف ایک گھر نظر آرہا ہے اور لوگ ہر طرف سے آکر اسی گھر کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے بھی اسی کا رخ کیا تو دیکھا کہ ایک شخص اس گھر کے دروازے پر بیٹھا لوگوں کے مسائل کے جوابات دے رہا ہے تو میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہستی ہیں۔ تو مجھے بتایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ تو میں بھی صفوں کو چیرتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور میں نے عرض کیا:

اے جد بزرگوار! ہمیں ایک دعا ملی ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز کے شروع میں یہ پڑھو:

(اِنّی اَقْدَمُ اِلَیْکَ مُحَمَّداً بَیْنَ یَدَیْ حَاجَتِیْ وَاَتَوَجَّہُ بِہٖ اِلَیْکَ) تا آخر دعا اور اس دعا میں آپؐ کے نام کے ساتھ نام علیؑ بن ابی طالبؑ ذکر نہیں ہوا ہے اور میں جب یہ دعا پڑھتا ہوں تو آپ کے نام کے ساتھ نام علیؑ کا بھی ذکر کرتا ہوں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ یہ میری طرف سے دعا میں کوئی بدعت تو نہیں ہو گئی، کیونکہ یہ آپؐ سے اسی طرح نقل ہوئی ہے جس کا ذکر آپؐ سے کیا ہے۔

اس پر آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں باہم ملائیں اور فرمایا کہ "علیؑ کے نام کا ذکر میرے نام کے ساتھ کرنا ہرگز بدعت نہیں ہے۔" جب میں خواب سے بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ بعض کتابوں میں اس دُعا میں اسم علیؑ بھی موجود تھا۔

سیّد مذکور نے اپنی آپ بیتی ایک رسالے میں لکھی ہے، جو بڑی مزیدار اور انوکھے لطیفوں سے پُر ہے، کیوں کہ آپ بڑے شوخ اور پُر مزاح تھے، بالکل شیخ بہائیؒ اور علامہ مجلسیؒ کی طرح۔ آپ نے مزاحیہ کتاب بھی لکھی ہے، جیسا کہ شرح جامی کا حاشیہ بڑا بہترین اور طلباء کے مزاجوں کو بڑا بھانے والا ہے۔ اور ان کی ایک اور کتاب ہے، جس کا نام "مسکن شیخون در فرار از وبا و طاعون" ہے۔

چونکہ آپ کے حالات زندگی بڑے عبرت انگیز اور نصیحت آمیز ہیں اور طلباء کو بھی زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھانے والے ہیں، لہٰذا ہم ان کا ذکر کر رہے ہیں اور چونکہ ہم نے اپنی کتاب کی ابتدا اپنے استاد معظم استاد آقا سید ابراہیم کے نام سے کی تھی، لہٰذا اس کا اختتام بھی ایک سید بزرگوار سید نعمت اللہ کے نام نامی پر کر رہے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ میری ولادت ۱۰۵۰ھ میں ہوئی اور ابھی میری عمر رواں کے ۳۹ سال گزرے ہیں۔ اور اس قلیل عمر میں کس قدر میں نے مصائب اٹھائے۔ ابھی میں پانچ سال کا تھا اور بچوں کے ساتھ کھیل کود میں لگا رہتا تھا کہ ایک دن میں کھیل کے میدان میں ایک دوست کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میرے والد میرے پاس آئے اور بڑے پیار سے بولے: اے میرے منے میرے ساتھ چلو، ہم معلم کے پاس چلتے ہیں، وہ تمہیں لکھنا پڑھنا سکھائے گا تبھی تم کسی مقام پر پہنچ سکو گے۔ میں یہ سن کر رونے لگا اور چلنے سے انکار کر دیا۔ لیکن میری واویلا کا کوئی فائدہ نہ ہوا، چنانچہ معلم کے پاس پہنچے اور اس نے حروف تہجی پڑھنا سکھائے۔

جب دوسرا دن ہوا میں نے ماں کی حمایت لینا چاہی اور کہا کہ مجھے مکتب نہیں جانا، مجھے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے جانے دیں۔ میری والدہ نے والد کو صورت حال سے آگاہ کیا، لیکن میرے والد نے مجھے کھیلنے کی اجازت نہ دی تو میں نے سوچا کہ اس مکتب کی پڑھائی جلدی جلدی نمٹا دوں تو پھر مجھے کھیلنے کودنے کا موقع مل جائے گا۔ چنانچہ بہت جلدی میں نے قرآن مجید ختم کر لیا اور بہت سے قصائد اور اشعار مجھے زبانی یاد ہو گئے۔ ابھی میں ساڑھے پانچ سال کا ہوا تھا کہ بحمد اللہ قرآن مجید ختم کر لیا تھا۔ میں نے پھر والدہ کی منت سماجت کی کہ اب تو میری اس مصیبت سے جان چھڑا دیں اور مجھے کھیل کود کرنے دیں۔ تو میرے والد نے کہا: بیٹا تم یہ کہانیوں کی کتاب لو اور ہم کسی کے پاس جائیں گے جو تمہیں یہ کہانیاں پڑھائے گا۔ میں رونے لگا۔ میرے والد نے سوچا کہ اس بچے کو کچھ سبق سکھانا چاہیے۔ چنانچہ وہ مجھے ایک نابینا شخص کے

پاس لے گئے جو امثلہ، بصرویہ اور تصریف زنجانی کا بڑا ماہر تھا۔ چنانچہ اس شخص نے مجھے درس دینا شروع کیا۔ میں اس نابینا استاد کے عصے کو تھامتا اور اس کی خدمت کیا کرتا اور اس پڑھائی کی خاطر مجھے اس کی بڑی خدمت کرنا پڑی۔ جب امثلہ (۱) اور بصرویہ کی کتابیں ختم ہوگئیں اور (۲) تصریف پڑھنے کی باری آئی تو مجھے اپنے رشتہ داروں میں سے ایک سید صاحب کے پاس بھیجا گیا جو تصریف زنجانی اور کافیہ کے بڑے ماہر تھے۔ چنانچہ ان سے میں نے تصریف پڑھنا شروع کی اور جن دنوں میں ان کے پاس درس پڑھتا تھا تو وہ مجھے اپنے ساتھ باغ میں لے جاتے اور مجھ سے کہتے کہ گھاس اکھاڑلو، یہ ہمارے چوپایوں کا چارہ ہے، تو میں گھاس اکھاڑتا رہتا اور میرے استاد بیٹھے ہوئے صَرف، اَعلال و اِدغام (۳) کی گردانیں دوہراتے رہتے۔ پھر اس ساری گھاس پھونس کا میں ایک بڑا گٹھر باندھ لیتا اور سر پر رکھ کر ان کے گھر لے جاتا۔ انہوں نے مجھے تاکید کردی تھی کہ خبردار یہ گھاس اکھاڑنے والی بات اپنے کسی رشتہ دار کو نہ بتانا۔ خدا خدا کر کے یہ گھاس کا کام ختم ہوا اور ریشم کے کیڑوں کا زمانہ آگیا تو شہتوت کے پتوں کے گٹھے باندھ باندھ کر سر پر رکھ کر لے جانے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میرے سر کے بال اڑ گئے اور میں گنجا ہو گیا۔ میرے والد نے جو میرا یہ حال دیکھا تو پوچھا کہ یہ تمہارے سر کے بالوں کو کیا ہوا؟ گنجے کیسے ہو گئے؟ میں نے کہا: مجھے نہیں پتا۔ تو انہوں نے میرا علاج کرایا اور پھر میرے سر پر بال اُگ آئے۔

تصریف زنجانی سے فراغت ہوئی تو کافیہ پڑھنے کی باری آئی۔ میں ایک گاؤں گیا اور وہاں ایک فاضل شخص سے کافیہ پڑھی۔ ایک دن میں مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک شخص سفید براق کپڑے پہنے بڑا سا عمامہ سر پر رکھے کہ عمامہ کیا ایک چھوٹا سا گنبد معلوم ہوتا تھا، ایک عالم کی ہیئت

---

(۱) امثلہ: کہانیاں، کہاوتیں (۲) تصریف: ایک علم کا نام ہے جس میں کلمات عربیہ کے صیغوں کی وضع و ہیئت سے بحث کی جاتی ہے۔ (۳) ادغام: صَرف کی اصطلاح ایک حرف کو دوسرے میں داخل کرنا۔

میں مسجد میں آیا۔ میں اس کے پاس گیا اور صرف کی گردانوں میں سے کوئی گردان اس سے پوچھی، تو اُس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ گھبرا گیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ جب آپ کو اتنی سی گردان بھی نہیں آتی تو یہ اتنا بڑا عمامہ سر پر کیوں باندھا ہے۔ اس پر سب لوگ ہنسنے لگے اور وہ شخص لمحہ بھر میں وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اس کے بعد سے میں نے گردانوں کی خوب مشق کی (تا کہ مجھے اس کی طرح کہیں شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ مترجم)

لیکن اب میں خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کہ میں نے اس مردمؤمن کو ایسا کیوں کہا، لیکن خدا کا شکر بھی ادا کرتا ہوں کہ یہ حرکت مجھ سے قبل از بلوغ ہوئی۔ کافی عرصہ یہاں گزارنے کے بعد میں نہر عشار گیا، کیوں کہ میں نے سنا تھا کہ وہاں کوئی عالم شخص ہے اور میرے (مرحوم و مغفور) بھائی جو فاضل، صالح اور پرہیز گار انسان تھے اور ان کا نام سید نجم الدین تھا ان عالم کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جب وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ میرے بھائی وہاں سے فارغ ہو چکے ہیں۔ میں بھی اُن کے ساتھ اپنے گاؤں واپس آ گیا۔ پھر ہم دونوں شط بنی اسد ایک عالم کے پاس پہنچے اور کافی دن ہم وہاں پڑھتے رہے۔ پھر ہم وہاں سے اپنے گاؤں پلٹے تو میرے بھائی جو مجھ سے عمر میں بڑے تھے، حویزہ چلے گئے تو میں نے بھی والد سے حویزہ جانے کی اجازت چاہی تا کہ بھائی کے ساتھ رہ کر تعلیم حاصل کروں۔ میرے والد مجھے لے کر شط سحاب پر آئے اور وہاں ہم ایک کشتی میں بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک تنگ راستے سے گزرنا پڑا۔ دونوں طرف گنے لگے ہوئے تھے اور بیچ میں کوئی کشادہ راستہ نہ تھا۔ بس اتنا تھا کہ کشتی درمیان سے گزر سکے۔ گرمی اپنے عروج پر تھی اور پانی میں سے مچھر اُڑ اُڑ کر آ رہے تھے۔ مچھر بھی شہد کی مکھیوں جیسے کہ جہاں ڈنگ مار دیتے وہ جگہ سوج جاتی تھی۔ اس راستے میں کچھ کا میشی لوگ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ ہم ان کی طرف چلے کیوں کہ ہمیں بہت بھوک لگ رہی تھی۔ عصر کے وقت ان پاس پہنچے تو صاحب خانہ نے ہمارے لیے فرش بچھایا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو ہم نے نماز ادا کر لی۔ اور رات کے

کھانے کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن سونے کا وقت ہو گیا اور کھانے کا کوئی پتا نہ تھا۔ ادھر بھوک بھی شدت کی لگ رہی تھی اُدھر نیند نے آدبوچا۔ ابھی تھوڑی ہی رات گزری تھی کہ صاحب خانہ ہمارے قریب آیا اور اپنے جانوروں کو نام لے لے کر پکارنے لگا۔

میں نے کسی سے پوچھا کہ بھلا یہ اپنی گایوں کو اس وقت کیوں بلا رہا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ ان کا دودھ دوہے گا اور اس دودھ سے تمہارے لیے چاول تیار کرے گا۔ میں کہا: انا اللہ و انـا الیـہ راجعون اور پھر سو گیا۔ صبح کا وقت قریب تھا تو ایک بڑا سا پیالہ آیا اور ہمیں جگایا گیا۔ میں نے جو دیکھا تو اس پیالے میں چاول کے کوئی آثار دکھائی نہ دیے۔ ہم نے کہنیوں تک اپنے ہاتھ اس پیالے میں ڈبو دیے اور دودھ پی لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بھوک اور چمک اٹھی۔ ہاں ایک بات ہے اس پیالے کی تہ میں ایسا لگا کہ شاید چاول کے کچھ دانے موجود ہیں۔

غرض طلوع آفتاب کے بعد ہم کشتی پر سوار ہو گئے اور حویزہ پہنچ گئے۔ میرے بھائی پہلے سے ہی حویزہ کے کسی بڑے آدمی کے گھر قیام کیے ہوئے تھے اور کسی فاضل کے پاس جا کر شرح جامی پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم بھی ان کے ساتھ شریک درس ہو گئے اور ہم نے شرح جاربردی، شافیہ کے ساتھ پڑھی۔ یہ اُستاد بھی ہم سے بڑی خدمت لیا کرتے تھے۔ ان کا نام شیخ حسن تھا۔ انہوں نے اپنے تمام شاگردوں کو حکم دیا ہوا تھا کہ جب بھی قضائے حاجت کی غرض سے ساحل کی طرف جائیں تو دو دو پتھر یا اینٹیں قلعہ ترک کے پاس سے لیتے آئیں۔ چنانچہ ہوتا یہ تھا کہ جانا تو دن میں کئی بار پڑتا تھا اور ہم یہ پتھر ڈھوڈھو کر لاتے رہتے تھے۔ جب اس طرح بہت سارے اینٹ پتھر جمع ہو گئے تو انہوں نے اپنا مکان تعمیر کرنا چاہا۔ لہٰذا ایک راج لایا گیا اور ہم سب اس کے مزدور قرار پائے اور استاد کا مکان تعمیر ہو گیا۔

جب کبھی ہم پُرانے حویزہ جاتے اور پھر واپسی کا ارادہ کرتے تو استاد ہم سے کہتے تھے کہ بچو! تم خالی خولی واپس جانا چاہتے ہو۔ ٹھہرو! پھر وہ وہاں سے باسی مچھلیاں اور دوسری چیزیں

خریدتے اور کہتے کہ ان کو لے کر جاؤ۔ ہم مجبوراً ان کو سر پر رکھتے اور چل پڑتے اور ان میں سے پانی ہمارے کپڑوں اور منہ پر ٹپکتا رہتا۔ ہم اگر کبھی یہ چاہتے کہ ان کی کتاب کا حاشیہ ہی نقل کر لیں تو ہرگز اجازت نہ دیتے تھے۔ لیکن اکثر یہ ہوتا کہ ہم ان کی کتاب چوری چھپے لے لیتے اور حواشی نقل کر لیتے۔ ان کی ہمارے ساتھ یہی روش تھی، لیکن بڑی خوشی خوشی ان کی خدمات انجام دیتے تا کہ ان کی ذات بابرکت سے مستفیض ہوسکیں۔ ان کو بے شک اپنی کتابیں بڑی پیاری تھیں۔ ان کے بعد یہ کتابیں ان کے دامادوں کو ملیں، لیکن انہیں ان کتابوں سے ذرا لگاؤ نہ تھا۔

الغرض یہ تو ہماری پڑھائی کا حال تھا۔ اب کھانے کی کیفیت سنیں۔ ہمارا قیام تو وہاں کے ایک بڑے آدمی کے گھر میں تھا۔ لیکن اکثر یوں ہوتا تھا کہ ہم بحث ومباحثے کے لیے ظہر تک مدرسے میں رکے رہتے اور جب گھر پہنچتے تو پتا چلتا کہ سب کھانے پینے سے فارغ ہو چکے ہیں۔ پھر رات تک ہمیں کھانا نصیب نہ ہوتا تھا۔ میرا ساتھی تو زمین پر پڑے ہوئے خاک آلود خربوزے کے چھلکے کھا کر ہی گزارہ کر لیتا اور مجھ سے اصل حقیقت چھپائے رکھتا تھا۔ ایک دن میں اس کی تلاش میں جب وہاں پہنچا تو پتا چلا کہ بہت سے چھلکے جمع کیے بیٹھا ہے اور دروازے کی اوٹ میں بیٹھا ان کو کھا رہا ہے۔ جب کہ ان پر خوب مٹی بھی لگی ہوئی تھی۔ میں نے جو یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ ہنس پڑا۔ اس نے کہا: اس میں بھلا ہنسنے کی کیا بات ہے؟ میں نے کہا: میں بھی یہی کیا کرتا ہوں اور میرا حال تم سے مختلف نہیں ہے، حالانکہ ہم ایک دوسرے سے حقیقت حال چھپاتے تھے۔ اس نے کہا کہ جب یہ بات ہے تو اب ہم مل کر خربوزے کے چھلکے جمع کیا کریں گے اور ان کو پہلے پانی سے دھولیا کریں گے پھر کھائیں گے۔ چنانچہ ایک زمانے تک ہم یوں ہی وقت گزارتے رہے۔

اب ذرا کیفیت مطالعہ بھی سن لیجیے۔ ہم دونوں چاند کی چاندنی میں پڑھا کرتے اور جن راتوں میں چاندنی نہ ہوتی تو میں نے کتابوں کے متن حفظ کر لیے تھے، جیسے ابن مالک کی

الفیہ اور کافیہ وغیرہ کے، تو چاندنی راتوں میں تو چاند کی روشنی میں پڑھا کرتے اور جب راتیں تاریک ہوتیں تو جو متون مجھے زبانی یاد تھے ان کو بار بار ذہن میں دوہرایا کرتا کہ ان کو بھول نہ جاؤں ۔ لوگ مجلس میں بیٹھے ہوتے اور میں بھی وہیں موجود ہوتا، لیکن لوگوں کے سامنے یوں ظاہر کرتا کہ جیسے میرے سر میں درد ہو۔ چنانچہ دونوں زانوؤں کے درمیان سر رکھ کر بیٹھ جاتا اور مسلسل ان متون کو پڑھتا رہتا۔ مدتِ دراز تک یہی سلسلہ جاری رہا کہ ایک مرتبہ والد بزرگوار جزائر سے آئے اور کہا کہ تمہاری والدہ تمہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہیں۔ چنانچہ ہم والد کے ساتھ جزائر آ گئے اور کچھ مدت ٹھہر کر حویزہ کا رخ کیا۔ وہاں ہم نے ایک جزائری شخص کو دیکھا جو شیراز جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ میرے بھائی نے اپنا اسباب اٹھایا ور بصرہ چلا گیا۔ میں اُس شخص کے ساتھ پھر جزائر آ گیا۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہم چار دن تک اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہے، اس کے بعد اس شخص کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر بصرہ کی رہ لی لیکن میں نے گھر والوں کو نہیں بتایا تھا، کیوں کہ میرا خیال تھا کہ میرے والد مجھے طلب کر لیں گے۔ چنانچہ میں نے ملاح سے کہا کہ میں کپڑے اتار کر پانی میں کود رہا ہوں۔ میں کشتی کے پچھلے حصے کو ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھوں گا اور جب کشتی چلے گی تو میں پانی میں ہی لٹکا رہوں گا، تا کہ مجھے کوئی نہ دیکھ پائے۔ چنانچہ میں اسی طرح ایسی جگہ پہنچ گیا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب مجھے کوئی بلا نہیں سکتا۔ پھر میں کشتی میں سوار ہوا۔

راستے میں ساحلِ دریا پر ہم نے کچھ لوگوں کو دیکھا اور اس وقت ہم دریا کے بیچوں بیچ میں تھے کہ ایک شیخ نے آواز لگائی، کہ تم لوگ اہلِ سنت ہو یا شیعہ؟ سب نے کہا کہ ہم اہلِ سنت ہیں، تو اس شیخ نے کہا کہ خدا فلاں، فلاں، فلاں پر لعنت کرے، کیا تمہیں پتا نہیں کہ فلاں مخنث تھا۔ پھر ساحل پر کھڑے لوگ گالیاں دینے لگے اور کشتی کے لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے۔ کشتی تو دریا میں چل رہی تھی لیکن وہ لوگ ساحل سے ہم پر پتھراؤ کر رہے تھے۔ غرض نصف روز تک

ہمارا سفر اسی کیفیت میں ہوا۔ اور آخر ہم بصرہ پہنچ گئے۔ اس زمانے میں بصرے کا بادشاہ حسین پاشا تھا۔ ہم نے بصرے میں قیام کیا اور ایک جلیل القدر سید سے جو مرد فاضل تھا، درس لینا شروع کیا۔ ابھی کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ میرے والد آن پہنچے کہ جزائر واپس چلو۔ ہم بخوشی تیار ہو گئے ہم پھر ساحل سمندر پر آئے اور کشتی کرائے پر لی اور والد کو بتائے بغیر شیراز کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر ہم نے کشتی کا کرایہ ادا کیا اور پیدل چلے، راستے میں پہاڑیاں تھیں ہم نے ننگے پاؤں ان کو عبور کیا، اُس وقت میری عمر گیارہ سال تھی۔ ہم صبح کی نماز کے وقت شیراز جا پہنچے اور اس شیخ کے ساتھ جو ہمارے ساتھ تھا اس کے گھر پہنچے لیکن اُس کا گھر مدرسہ منصوریہ سے کافی فاصلے پر واقع تھا اور ہماری خواہش یہ تھی کہ ہم مدرسے میں قیام کریں، کیوں کہ وہاں ہمارے بعض اقارب بھی تھے تو شیخ نے کہا کہ تم یہ راستہ پکڑ واور یہ کہتے جاؤ کہ ہم مدرسہ منصوریہ جانا چاہتے ہیں اور ہم فارسی نہیں جانتے ہیں۔ ہم چل پڑے اور ہم نے اس جملے کو دو حصوں میں بانٹ دیا ایک ٹکڑا ایک کہتا اور دوسرا ٹکڑا دوسرا۔ چنانچہ جو بھی راستے میں دکھائی دیتا ہم میں سے پہلے ایک بولتا مدرسہ منصوریہ پھر دوسرا کہتا، جانا چاہتے ہیں۔ اس طرح جیسے تیسے ہم مدرسے پہنچ گئے۔ میں تو وہاں چوکھٹ پر ہی بیٹھ گیا اور میرا بھائی مدرسے میں اندر چلا گیا۔ طالب علموں میں سے جو بھی باہر نکلتا اور مجھے دیکھتا تو تھکن کے آثار چہرے پر دیکھ کر ہمدردی کا اظہار کرتا۔ آخر جب ایک ہمدرد ہمیں مل گیا تو پھر ہم اس کے کمرے میں جا بیٹھے۔

دوسرے دن ایک بحرانی فاضل شخص سے ہماری ملاقات ہوئی جو ابن مالک کی الفیہ کا درس دیتے تھے۔ ہم نے ان کو سلام کیا، انہوں نے ہمیں بیٹھنے کو کہا اور جب درس سے فارغ ہوئے تو ہمارا حال چال پوچھا۔ ہم نے اپنی ساری کہانی سنائی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور ستون مسجد کے پیچھے لے جا کر میرے کان کو پکڑ کر زور سے مروڑا اور کہا، بچے ہرگز اپنے آپ کو شیخ عرب مت سمجھو اور بڑائی نہ مارو اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ اگر تم میری نصیحت پر عمل کرو گے تبھی

ایک فاضل شخص بن سکو گے۔ میں نے ان کی نصیحت کو پلے باندھ لیا اور پڑھائی کے دوران دوستوں سے علیحدگی اختیار کرلی۔ پھر وہ ہمارے ساتھ مدرسے کے مہتمم کے پاس آئے۔ انہوں نے بڑا مختصر سا وظیفہ ہمارے لیے طے کردیا جو کسی عنوان بھی ہمارے لیے کافی نہ تھا۔ بہرحال ہم نے اُن شیخ سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی اور کسی اور کے پاس بھی درس لینے جانے لگے۔ کچھ وقت یونہی گزرا۔ آخر میرے بھائی اور دوست نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم جزائر کی طرف لوٹ چلیں کیوں کہ عرصہ حیات ہم پر تنگ ہوتا جارہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں اجرت پر کتابت کرنا شروع کردیتا ہوں جس سے میں اپنا گزارہ کروں گا اور کاغذ اور دوسری اشیا مہیا کروں گا۔

اس طرح میں نے چار درس پڑھنے شروع کیے اور پھر میں ان پر حاشیہ لکھتا اور تصحیح کرتا اور صورتحال یہ تھی کہ موسم گرما کی جھلستی ہوئی گرمی میں دوسرے طالب علم مدرسہ کی زمین یا چھت پر جاکر سو جاتے یا وہاں بیٹھ جاتے اور میں اپنے حجرے کا دروازہ بند کر کے مطالعہ کرنے، حواشی لکھنے اور تصحیح درس میں مصروف رہتا، حتیٰ کہ مؤذن صبح کے قریب جب حمد خدا شروع کرتا تو میں کتاب پر سر رکھ دیتا اور لمحہ بھر کے لیے جھپکی لے لیتا اور جب طلوع صبح ہوتی تو تدریس کا کام شروع کر دیتا اور جب مؤذن اذان ظہر کہتا تو اس وقت میں درس کے لیے نکلتا اور درس پڑھا کرتا۔ کبھی کبھار یوں ہوتا کہ روٹی کا کوئی ٹکڑا نانبائی کی دوکان سے مل جاتا تو راستہ چلتے چلتے اسے توڑ توڑ کر کھاتا رہتا، لیکن اکثر مجھے روٹی نصیب نہ ہوتی تھی اور رات سر پر آجاتی تھی۔ اور اکثر جب رات ہوتی تو میں شک میں پڑ جاتا کہ میں نے روٹی کھائی ہے یا نہیں اور جب اچھی طرح غور کرتا تو مجھے معلوم ہوتا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔

اکثر اوقات پڑھنے کے لیے چراغ مہیا نہیں ہوسکتا تھا۔ میں نے اپنا کمرہ بلندی پر لیا تھا، جس میں بہت سی کھڑکیاں تھیں۔ جب چاند چڑھتا میں کتاب کھول کر بیٹھ جاتا اور مطالعہ شروع کردیتا۔ جب وہاں سے چاندنی ختم ہوجاتی تو میں دوسری کھڑکی کھولتا اور وہاں جا بیٹھتا۔

دو سال تک میں یہی کرتا رہا نتیجہ یہ ہوا کہ آنکھیں کمزور ہو گئیں اور اب تک میری نگاہ کمزور ہی ہے۔ میں ایک درس کے حواشی نماز صبح کے بعد لکھا کرتا تھا۔ سردی کی شدت سے میرے ہاتھ پھٹ جاتے اور ان سے خون رسنے لگتا تھا لیکن میں اس طرف متوجہ نہ ہوتا تھا، حتیٰ کہ تین سال یونہی گزر گئے۔

اب میں نے مفتاح اللبیب وشرح تہذیب جو علم نحو میں ہے لکھنی شروع کی، اس کتاب کا متن شیخ بہاء الدین محمدؒ کی تصنیفات میں سے ہے۔ اور کافیہ پر شرح کا بھی آغاز کیا۔ میں علوم عربیت تو ایک بغدادی شخص سے پڑھ رہا تھا اور اصول اہل احساء میں سے ایک محقق سے۔ اور منطق و حکمت شاہ ابوالولی اور میرزا ابراہیم جیسے محققین و مدققین سے۔ اور علم قرأت ایک بحرینی فاضل سے سیکھ رہا تھا۔ ہم کئی طالب علم مل کر شیخ جلیل شیخ جعفر بحرانی سے درس پڑھا کرتے تھے۔ یہ درس دوسرے لوگ پڑھتے تھے اور میں سنا کرتا تھا۔ جب ہم شیخ کے پاس پہنچتے تو جو بھی آگے بیٹھا ہوتا، اُسے کہتے کہ پڑھو اور خود پڑھنے والے کے قریب ہو بیٹھتے اور ہمیں درس پڑھنے اور اس کے معنی کی تفہیم پر ہماری حوصلہ افزائی کیا کرتے کہ ہم اپنی کوششوں کو جاری رکھیں۔

ایک مرتبہ یہ اتفاق پیش آیا کہ ہمارے چچاؤں اور اقرباء میں سے کسی کی خبر وفات پہنچی تو اس دن میں اُن کے سوگ میں رہا اور درس کے لیے نہیں گیا، اُستاد نے ہمارے متعلق اوروں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اہل عزا ہیں۔ دوسرے دن ہم درس میں گئے تو وہ درس دینے پر راضی نہ ہوئے اور کہا کہ خدا میرے ماں باپ پر لعنت کرے اگر میں تمہیں درس دوں۔ تم کل کیوں نہیں آئے تھے؟ ہم نے اپنی پریشانی کا قصہ سنایا تو انہوں نے جواباً کہا کہ بہتر یہ تھا کہ تم درس میں بدستور آتے اور جب درس ہو چکتا تو اپنے عزاداری کے امور انجام دیتے۔ اور اگر تمہارے باپ کے مرنے کی بھی خبر آئے تو بھی تم درس سے دست بردار نہ ہونا۔ تو ہم نے ان کے سامنے قسم کھائی کہ ہم ہرگز درس کو نہ چھوڑیں گے چاہے کتنے ہی مصائب ہم پر کیوں نہ آن پڑیں،

تب کہیں جا کر وہ راضی ہوئے اور وہ بھی فوراً نہیں کافی عرصے بعد وہ راضی ہوئے اور ہماری بات کو قبول کیا۔

ایک مرتبہ یہ اتفاق ہوا کہ ہم اُن سے اُصول فقہ میں شرح عمیدی پڑھ رہے تھے۔ تو اُس میں ایک ایسا مسئلہ پیش آ گیا جو اشکال سے خالی نہ تھا۔ ہماری پوری جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ آج رات ان مطالب پر خوب غور وخوض کرو اور جب صبح کو آؤ اور اس مسئلے کا حل نکال لو تو ایک دوسرے کی پشت پر سوار ہو کر فلاں جگہ سے فلاں مقام تک جانا۔ جب ہم صبح ان کے پاس پہنچے تو تمام ساتھیوں نے اس مسئلے کے متعلق اپنا حل پیش کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم بتاؤ۔ تو میں نے بھی جتنا سمجھ سکا تھا اتنا اس مسئلے کے متعلق بتایا تو استاد نے کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہی درست ہے اور یہ سب لوگ غلط کہہ رہے ہیں۔ پھر مجھ سے کہا کہ اس مسئلے میں جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں آیا ہے وہ مجھے لکھاؤ تا کہ میں اس کو حاشیہ کتاب پر تحریر کردوں۔ چنانچہ میں نے بولنا شروع کیا اور وہ لکھتے رہے اور جب اس کام سے فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا کہ اب تم ان سب کی پشتوں پر باری باری سوار ہو کر فلاں جگہ تک جاؤ، اس طرح ہر ایک کو مجھے لاد کر لے جانا پڑا۔ ہمارے ان استاد کا بھی کیا عجب حال تھا۔ مجھے اس دن وہ اپنے گھر لے گئے اور کہنے لگے کہ یہ میری بیٹی ہے میری خواہش ہے کہ اُسے میں تمہارے حوالے کردوں۔

میں نے کہا: ان شاء اللہ جب میں عالم ہو جاؤں گا اور تحصیل علم سے فراغت حاصل کر لوں گا تو پھر شادی بھی کروں گا۔ لیکن اتفاق یہ ہوا کہ ان کو ہندوستان کا سفر درپیش ہوا اور وہ حیدر آباد دکن کے دورے پر چلے گئے۔

ایک دن میں نے اپنے ان استاد سے شیخ عبدالعلی حویزی کی تفسیر کے متعلق سوال کیا جو انہوں نے احادیث کی رو سے تحریر کی تھی تو وہ کہنے لگے کہ جب تک شیخ عبدالعلی زندہ ہیں ان کی تفسیر کی قیمت ایک کوڑی کی بھی نہیں ہے لیکن جب وہ وفات فرمالیں گے تو پہلا شخص جو اس تفسیر کو

سنہرے حروف سے لکھے گا میں ہوں گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ رباعی پڑھی۔

ان الفتیٰ ینکر فضل الفتیٰ   لو ماً و بخلا فاذا ماذھب

(بے شک ایک جوان دوسرے جوان کی فضیلت کا انکار کرتا ہے۔ ملامت کرتے ہوئے اور بخل سے پس جب وہ چلا گیا۔)

لج بہ الحرص علیٰ نکتۃ   یکتبھا عنہ بماء الذھب

جس کے کلام کی باریکی پر حرص سے جھگڑا کیا جاتا تھا تو اس کو سونے کے پانی سے لکھا۔

ایسا ہی قصہ ایک اور بھی ہے: ایک اصفہانی فاضل شخص نے ایک کتاب لکھی، لیکن اس کتاب کو بالکل بھی شہرت نہ ملی اور اس کا کوئی نسخہ نقل نہ کیا گیا، تو کسی عالم نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تمہاری کتاب کو کوئی شہرت حاصل نہ ہوئی؟ تو اس شخص نے کہا دراصل میرا ایک دشمن ہے جس دن وہ مرجائے گا میری کتاب کو بڑی شہرت ملے گی۔ عالم نے پوچھا: بھلا وہ دشمن ہے کون؟ کہا: وہ میں ہی ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مصنف نے حق بات کہی۔(۱)

میں شیراز میں تقریباً نو سال رہا لیکن جتنی فاقہ کشی اور مشقتیں مجھے وہاں اٹھانی پڑیں، وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

ایک مرتبہ کی بات مجھے یاد آتی ہے کہ بدھ اور جمعرات دو شب و روز مجھے سوائے پانی کے کچھ میسر نہ آیا۔ جب شب جمعہ ہوئی تو مجھے لگا کہ زمین گھوم رہی ہے اور آنکھوں میں اندھیرا چھا رہا ہے۔ میں جناب سید احمد بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضے کی طرف گیا اور ان کے قبر کے پاس جا کر قبر کو بغل میں دبا کر کہا کہ آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ ابھی میں وہاں کھڑا ہوا تھا

---

(۱) انسان محنت کر کے اپنے افکار و خیالات کو تحریر میں لاتا ہے تا کہ ان سے دوسرے فیض حاصل کریں، لیکن اپنے بخل کی وجہ سے کہ میری یہ محنت لوگوں کو آسانی سے مل جائے گی تو بھلا مجھے کیا فائدہ؟ اس لیے وہ خود ہی اسے عام نہیں ہونے دیتا (مترجم)

کہ ایک سیّد نے آ کر رات کا کھانا مجھے عنایت کر دیا۔ میں فوراً خدا کا شکر اور اس کی حمد بجالایا۔

ایسی پریشانی میں، میں کبھی دوستوں اور علماء کے ساتھ باغات میں چلا جاتا اور کبھی ہفتہ بھر یا کبھی اس کم یا زیادہ عرصہ وہاں قیام کرتا لیکن میں علمی مشاغل کو وہاں بھی نظر انداز نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قیام شیراز میں مجھ پر بڑا احسان کیا کہ درس کے ساتھی بہت نیک اور صالح عطا کیے۔ تحصیل علوم کے لیے جو مشقتیں میں نے برداشت کی ہیں، اسی ضمن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ میرے ایک دوست کا گھر شیراز میں تھا اور میں اس کے ہاں اس لیے سونے جاتا تھا کہ وہاں چراغ کی روشنی میں مطالعہ کرسکوں گا۔ مجھے ایک درس کی تیاری کرنی ہوتی تھی وہ میں چراغ کے سامنے آخر شب میں بیٹھ کر کرتا۔ مجھے جامع مسجد میں جا کر پڑھنا ہوتا تھا۔ جو شہر کے بالکل دوسرے سرے پر واقع تھی تو میں اس کے گھر سے نکل کھڑا ہوتا تھا، جب کہ ابھی رات کافی باقی ہو تی تھی۔ میں عصا ہاتھ میں پکڑتا۔ میرے ٹھکانے اور مسجد کے درمیان میں بازار پڑتا تھا۔ آخر شب میں روشنی نام کو نہ ہوتی اور سارا بازار تاریکی میں ڈوبا ہوتا۔ ہر دکان کے پاس ایک بھاری بھرکم کتا بچھڑے کے برابر دکان کی حفاظت کے لیے بیٹھا ہوتا اور میں اکیلا اس سڑک پر چلتا ہوتا جب بازار تک پہنچتا تو دیوار کا سہارا لے لیتا تا کہ صحیح راستہ پر قائم رہوں اور جب کسی سبزی فروش کی دکان کے قریب پہنچتا تو زور زور سے اشعار پڑھنا شروع کر دیتا تا کہ کتا مجھے چور نہ سمجھے بلکہ یہی سمجھے کہ کوئی راہگیر ہے اور دکان کے سامنے ہر کتے کی مناسبت سے میں کوئی ترکیب کیا کرتا تھا، تا کہ وہ میرے پیچھے نہ لگنے پائے۔

وقت یونہی گزرتا رہا۔ میں مدرسہ منصوریہ کا طالب علم تھا اور میرا حجرہ کافی اوپر تھا۔ میرا کوئی دوست نہ تھا جو میرے پاس میرے حجرے میں آتا جاتا یا میرے حجرے کے قریب سے گزرتا۔ دراصل میں بالکل تنہائی پسند ہو گیا تھا۔ وقت رفتہ رفتہ گزرتا جا رہا تھا حتیٰ کہ میرے والدین کا خط آیا کہ جزائر واپس آجاؤ۔ چنانچہ میں اور میرے بھائی جزائر واپس ہوئے اور ہم

دونوں اپنے گھر پہنچے۔ ہمارے گھر والے تو ہمیں دیکھ کر باغ باغ ہو گئے۔ وہ ہمیں یوں بھی سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے کہ دوسرے جو بھی گئے تھے علم سے بے بہرہ ہی واپس آ گئے تھے (اور ہم الحمدللہ پڑھ لکھ کر آئے تھے)۔ میری والدہ نے ہم دونوں سے کہا کہ اگر مجھے راضی رکھنا چاہتے ہو تو شادی کر لو۔ میں عرض کی کہ ابھی علم حدیث وفقہ باقی ہے، لیکن میری والدہ نے حکم دیا کہ تمہیں شادی ہی کرنی ہے ہمارے انکار کی وجہ یہ تھی کہ اگر ہم شادی کرتے تو ہمیں پھر جزائر ہی میں رہنا پڑتا۔ بہر حال والدہ کا حکم ماننا تھا چنانچہ ہم دونوں کی شادی ہو گئی۔ شادی کے بیس دن بعد تک ہم وہیں رہے۔ ایک دن میں ایک فاضل شخص سے ملاقات کے لیے نہر صالح نامی دیہات میں گیا۔ سب اکٹھے ہوئے تو علوم عقلیہ پر مباحثہ ہونے لگا تو اس عالم شخص نے کہا: بڑے افسوس کا مقام ہے علم حدیث تم سے فوت ہو گیا۔ میں نے کہا: کیسے فوت ہو گیا؟ تو انہوں نے کہا کہ قول یہ ہے کہ علم فروج نساء میں ذبح کر دیا گیا ہے۔ یہ جملہ میرے لیے بڑی غیرت کا باعث ہوا اور میں نے کہا کہ اے شیخ میں ہرگز اپنی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا اور اس مجلس سے اٹھتے ہی شیراز روانہ ہو جاؤں گا۔

لوگوں نے کہا: یہ بڑی ممکن سی بات ہے، لیکن میں اٹھ کھڑا اور کشتی میں جا بیٹھا اور وہاں پہنچا جہاں سلطان بصرہ موجود تھا۔ وہ مجھے اپنے ساتھ صحرا میں لے گیا کہ ذرا تفریح کر لیں۔ جب ہم بصرہ واپس آئے تو مجھے لگا کہ میرے والد میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ میں فوراً شیراز روانہ ہو گیا اور اپنے مدرسے پہنچ گیا اور میرے بھائی بھی میرے پیچھے آ پہنچے۔ ہم مدرسے میں جا ٹھہرے حتیٰ کہ ہمیں اپنی والدہ کی وفات کی خبر ملی اللہ ان پر رحمت نازل کرے۔ ہمیں آئے ہوئے ابھی ایک ماہ یا اس سے بھی کچھ کم عرصہ ہوا ہو گا کہ مدرسہ منصوریہ میں ایسی آگ لگی کہ ایک طالب علم بھی جھلس کر انتقال کر گیا اور کچھ کتابیں بھی جل کر خاکستر ہو گئیں۔

المختصر ایسے واقعات درپیش ہوئے کہ ہم نے اصفہان کا سفر اختیار کیا۔ ہم ایک کافی بڑا

گروپ بن گئے تھے ،لیکن اثنائے سفر میں سردی کی اس قدر شدت ہوئی کہ ہم بالکل قریب المرگ ہوگئے ۔خیر اللہ کا احسان ہوا اور ہم اصفہان پہنچ گئے اور ایک مدرسے میں پہنچے۔وہاں صرف چار حجرے تھے،جن میں سے ایک حجرے میں ہم نے قیام کیا۔اور حال یہ تھا کہ جب ہم وہاں سوتے اور کسی ایک کو حوائج ضروریہ کے لیے جانا ہوتا تو باقی سارے لوگ بھی جاگ جاتے ۔اس طرح زندگی ہمارے لیے اجیرن ہو چکی تھی۔ہم نے جو بھی کچھ ہمارے پاس تھا کپڑے اور دیگر چیزیں ساری بیچ ڈالیں اور جان بوجھ کر ہم نمکین غذا کا زیادہ استعمال کیا کرتے تا کہ پانی کافی پی سکیں۔اور ہم ثقیل چیزیں کھاتے تھے (تا کہ بھوک جلدی نہ لگے)۔

اب خدا کا ہمارے اوپر ایک اور فضل ہوا اور اس کا وسیلہ آخوند ملا محمد باقر مجلسی ؒ بنے۔خدا ہمیشہ ان کا سایہ ہم پر رکھے۔آپ مجھے اپنے گھر لے گئے اور وہاں میں تقریباً چار سال رہا اور میں نے اپنے دوسرے ساتھیوں کا بھی آپ سے تعارف کرایا۔آپ نے ہماری ضروریات زندگی کا اہتمام فرمایا اور آپ کی خدمت میں، میں علم حدیث حاصل کرتا تھا۔پھر آپ نے میرزا تقی کے نام پر ایک مدرسے کی بنیاد رکھی اور مجھے اس کا مدرّس قرار دیا۔یہ مدرسہ شیخ بہائی کے حمام کے قریب ہی واقع ہے۔چنانچہ میں اب مستقل طور پر اصفہان میں سکونت پذیر ہوگیا اور آٹھ سال تک اس مدرسے میں مدرّسی کے فرائض انجام دیتا رہا۔اس کے بعد میری آنکھیں کثرت مطالعہ کی وجہ سے بہت کمزور ہوگئیں۔اصفہان میں معالجین نے بہت علاج کیا،لیکن سوائے اس کے کہ تکلیف میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا مجھے کوئی افاقہ نہ ہوا۔میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اس کی دوا تو مجھے بخوبی معلوم ہے۔اور میں نے اپنے بھائی سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ مشاہدِ عالیہ کے لیے سفر اختیار کروں تو میرے بھائی نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔چناں چہ اصفہان سے راستہ طے کرتے کرتے ہم کرمان شاہ پہنچ گئے اور پھر ہارونیہ میں داخل ہو گئے چونکہ یہ شہر ہارون رشید نے بنایا تھا اس لیے اسی کے نام سے موسوم تھا۔جب ہم پہاڑیوں پر چڑھے تو اچانک بارش

شروع ہوگئی۔ ہوا بہت ٹھنڈی تھی۔ پتھروں پر سے پاؤں پھسل پھسل جاتے تھے اور کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ چارپایوں پر سوار ہو کر وہاں سے گزر سکے کیونکہ سردی نہایت شدید تھی اوپر سے بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں نے آیۃ الکرسی پڑھنی شروع کر دی اور آگے بڑھنے لگا قافلہ والوں میں سے ہر کوئی اپنی سواری سے گرا لیکن بحمد اللہ میں بصحت و سلامتی اپنی منزل پر پہنچ گیا۔

یہاں ایک چھوٹی سی کارواں سرا تھی، جس کے کمروں میں چوپائے باندھے جاتے تھے۔ میں نے اپنا سامان جو زیادہ تر کتابوں پر مشتمل تھا، اس اصطبل میں چھوڑا۔ اب مصیبت یہ آئی کہ سردی کی وجہ سے لوگوں نے اُپلے سلگا دیے، جس سے سارے اصطبل میں دھواں ہی دھواں پھیل گیا، اب ہم ایک طرف بارش اور دوسری طرف اُپلوں کے دھوئیں میں پھنس کر رہ گئے۔ بارش سے بچنے کے لیے اصطبل میں جاتے اور ناک کو زور سے بند کر لیتے لیکن جب دم گھٹنے لگتا تو باہر نکلتے اور بارش کا مزہ چکھتے۔ ساری رات ہمارا یہی شغل رہا کہ کبھی اندر جاتے اور کبھی سانس لینے کے لیے باہر نکلتے اور رات تھی کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور سورج نکلا۔ قریبی گاؤں کے لوگ روٹیاں فروخت کرنے کے لیے آئے، ان میں ایک عورت بھی تھی جس کی لمبی سی داڑھی تھی جو کچھ سفید اور کچھ کالی تھی۔ ہمیں اس کی ہیئت بڑی عجیب لگی۔ پھر ہم اس گاؤں میں چلے آئے اور اپنی کتابیں اور دیگر سامان وہاں چھوڑ کر ہم میں سے کچھ لوگ سامرہ کی طرف چل پڑے۔ ابھی ایک فرسخ ہی راہ طے کی تھی کہ ہمیں ایک شخص ملا کہ جس نے ہمیں خبردار کیا کہ تم جس طرف جا رہے ہو وہاں نہر پاشا میں ڈاکو گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ یہ سن کر ہم عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گئے کہ آگے جائیں یا واپس چلے جائیں۔ آخر ہم نے یہی طے کیا کہ ہمیں آگے چلنا چاہیے، جب ہم اس نہر کے پاس پہنچے، تو ڈاکوؤں نے اپنے گھوڑوں پر سوار ہم پر حملہ بول دیا۔ میں نے آیۃ الکرسی کا ورد شروع کیا، اب جب وہ ہمارے بالکل قریب آ گئے تو سب کے سب ایک جگہ رک گئے، اور کچھ سوچ بچار کرنے لگے۔ پھر وہ ہمارے پاس آئے اور کہا

کہ تم لوگ راستہ بھول گئے ہو اور حقیقت یہی تھی کہ ہمیں راستہ نہیں مل رہا تھا، چنانچہ ان میں سے ایک نے ہمارے لیے راستے کی نشاندہی کی اور ہمیں قازانیہ تک پہنچا دیا۔

اب ہم نے دیکھا کہ سادات سامرہ ہمارے استقبال کو موجود ہیں اور ہمارا اسباب ہم سے لے لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ آپ لوگ اپنی سواریاں چھوڑ دیں اور ہماری سواریوں پر بیٹھ جائیں چنانچہ ہم ان کے چارپایوں پر سوار ہو گئے اور رات کے وقت ہمارا داخلہ مشہد مبارک میں ہوا۔ ہم نے ایک سید صاحب کے ہاں قیام کیا۔ ایک عورت کچھ لکڑیاں لے آئی جن کی قیمت بمشکل ایک فلس (اُس وقت کی کرنسی) ہو گی۔ جب ہم نمازِ صبح سے فارغ ہوئے تو ہم نے کہا کہ اب ہم زیارت کے لیے جاتے ہیں تو سید صاحب خانہ نے کہا کہ آپ لوگ ہمارے ہاں ماحضر تناول کیے بغیر کیسے زیارت پر جا سکتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ ہمارے پاس گوشت روٹی موجود ہے۔ سید نے کہا: ہرگز نہیں، آپ کو ہمارے دسترخوان پر کچھ نہ کچھ کھانا ضرور ہے۔

چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد لکڑی کا ایک بڑا سا پیالہ آیا جس میں کالا کالا پانی بھرا ہوا تھا۔ ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ آخر اس پانی میں کیا چیز پڑی ہوئی ہے۔ ساتھ میں کچھ چمچیاں تھیں۔ انہوں نے کہا: بسم اللہ کیجیے! وہ گرما گرم شوربا تھا، ہم نے چمچیاں اُٹھائیں، لیکن وہ اتنی چھوٹی تھیں کہ پیالے کی تہ تک نہ پہنچ سکتی تھیں۔ آخر ہم نے اپنا ہاتھ اس برتن میں ڈال دیا کہ شاید نیچے کوئی اور چیز بھی ہو تو پتا چلا کہ چاول کے کچھ دانے پانی میں ابالے گئے ہیں، تو ہم میں سے ہر ایک نے ایک آدھ چمچہ اس میں سے پیا اور پھر چلنے پر آمادہ ہوئے تو وہ سید صاحب بولے: اے میرے مہمانو! تمہیں پتا ہے کہ سامرہ کے سادات میں خوف خدا نام کی کوئی چیز نہیں ہے، جب تم قبہ امام میں پہنچو گے تو وہ تمہارے کپڑے تک اتروالیں گے، لیکن تم نے میرا نمک کھایا ہے، چنانچہ میرا حق بنتا ہے کہ تمہیں نصیحت کروں۔ تم اپنے نئے لباس بدل کر پرانے کپڑے پہن لو تا کہ بخیر و عافیت واپس آجاؤ۔ تو میرے ساتھیوں نے اس کی بات سن کر نئے لباس اُس کے حوالے

کردیے اور پرانے کپڑے پہن لیے۔ میں کہا کہ مجھے آج سردی لگ گئی ہے، اس لیے میں نے اپنے سارے کپڑے ایک دوسرے کے اوپر ہی پہن لیے۔ اب ہم زیارت کو چلے۔ پہلے ہی دروازے پر چار محمدی (۱) ہم سے وصول کر لیے گئے، دوسرے دروازے پر پہنچے تو پھر کچھ دینا پڑا۔ پھر ہم نے اپنے مولاؤں کی زیارت کی اور ہم سرداب مبارک میں چلے گئے۔ جب سرداب سے نکلے تو پھر ہمیں گھیر لیا گیا اور جو دل چاہا ہم سے چھین لیا گیا اور حالت یہ تھی کہ ایک بیچارہ زائر ایک ہاتھ سے اپنے تہہ بند کو پکڑے ہوا تھا، دوسری طرف سے ایک سید اس کو کھینچ رہا تھا اور وہ بیچارہ شخص سر برہنہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ آخر ہم اپنی قیام گاہ آئے اور صاحب خانہ سے کہا کہ لاؤ ہمارے کپڑے ہمیں دے دو۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ میرے حقوق کا حساب کر دیں اور وہ ادا کر دیں۔ ہم نے کہا: بہت خوب، آپ اپنا حساب بتائیں۔ اس نے کہا پہلا حق تو میرا یہ ہے کہ میں نے آپ کا استقبال کیا۔ ہم نے کہا: بالکل صحیح ہے یہ تو واضح ہے۔ اس کے میں آپ سے صرف دو محمدی وصول کروں گا۔ دوسرا حق یہ ہے کہ آپ نے رات میرے گھر پر قیام کیا چنانچہ اس کا کرایہ بھی ہم نے ادا کیا۔ پھر کہا کہ آج کے قیام کا کرایہ، چنانچہ وہ بھی لے لیا۔ پھر کہا کہ آپ کے لیے لکڑیاں منگوائیں جو میری بیوی کی محنت تھی جو لکڑیاں لائی تھی۔ غرض وہ ہر چیز کا حساب کرتا رہا اور وصول کرتا رہا۔ پھر بولا کہ سب سے بڑا حق میرا یہ ہے کہ میں نے آپ کو کھانا کھلایا۔ اس کا ایک ایک محمدی ہر ایک سے وصول کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں نے آپ کی حمایت کی، اس کا بھی حق ہے کہ آپ میرے ہاں ٹھہرے تھے، ورنہ سادات سب کچھ آپ سے چھین کر لے جاتے، چنانچہ وہ بھی دیا۔ اس کے بعد بولا کہ حق مشایعت بھی ادا کرو۔ وہ بھی دیا۔ اب سارے حقوق ادا کرنے کے بعد ہم نے کہا کہ اب تو ہمارے لباس ہمیں دے دو تو اب کیا جواب ملتا ہے

(۱) محمدی: غالباً کسی سکے کا نام ہے۔ (مترجم)

کہ تم لوگ خود ہی سوچو اور سمجھو کہ اگر تم وہ کپڑے پہن کر زیارت کو چلے جاتے تو سادات وہ بھی تم سے چھین لیتے۔ تو تم کیا سمجھتے ہو میں سید نہیں ہوں! میں بھی وہ تمہارے کپڑے تم سے لے رہا ہوں لیکن دیکھو میں نے تمہاری کوئی اہانت و توہین تو نہیں کی ہے نا! اب مجبوراً ہم کیا کہتے، سوائے اس کے کہ خدا تمہیں جزائے خیر دے۔ (کہ تم نے بغیر توہین کے ادب و احترام کے ساتھ ہمارے کپڑے ہم سے لے لیے)

پھر ہم بغداد گئے۔ اور بغداد سے کاظمین اور وہاں سے جناب سید الشہداءؑ کے لیے روانہ ہوئے۔ میں جہاں بھی گیا تھا ہر امام کے سرہانے سے کچھ مٹی اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ روضۂ امام حسینؑ پر حاضری دی تو آپ کی پائنتی سے کچھ خاک اٹھائی اور ان سب کو ملا کر میں نے اپنی آنکھ کا سرمہ بنایا، اسی دن میری آنکھ میں اتنی طاقت آ گئی کہ میں مطالعہ کر سکتا تھا۔ اب میری آنکھ پہلے سے کہیں زیادہ بہتر تھی اور میں جس صحیفے کی شرح لکھ رہا تھا، اُس کو پورا کرنا شروع کر دیا اور اب بھی کبھی میری آنکھیں آشوب کرتی ہیں تو میں اسی کو سرمہ بناتا ہوں اور یہی میری شافی دوا ہے۔ میں نے جب روضۂ امیر المومنینؑ پر حاضری دی اور آپؑ کی زیارت کی تو میں نے اپنا ہاتھ آپؑ کے سرہانے کی طرف زمین پر پھرایا تا کہ کچھ خاک وہاں سے بھی اٹھالوں تو میرے ہاتھ میں ایک سفید موتی جو دُرِ نجف تھا، آ گیا۔ میں نے اُسے محفوظ کر لیا اور جب باہر آیا تو اپنے مومن بھائیوں کو دکھایا، سب کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ بات تو ہم نے کبھی نہ سنی تھی کہ یہاں سے کبھی کسی کو دُرِ نجف ملا ہو، بلکہ کسی فرشتے نے اس کو وہاں ڈالا ہوگا۔ کیونکہ اب سے برسوں پہلے ایسا ہوا تھا کہ خدّام میں سے کسی ایک کو آنجنابؑ کے صحن مبارک سے دُرِ نجف ملا تھا۔ تو روضہ مبارک کے متولّی نے وہ اس خادم سے لے کر شاہ صفی کو ہدیتاً بھیج دیا تھا۔

القصّہ اس نگینے کی ہم نے انگوٹھی بنوالی ہے اور وہ اب بھی ہمارے پاس محفوظ ہے اور اس سے ہم برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ اس نگینہ کی عجیب و غریب کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ میں

یہ انگوٹھی انگلی میں پہنے رہتا ہوں۔ ایک مرتبہ شوستر میں جامع مسجد گیا، نماز مغرب وعشاء کے بعد جب گھر آیا اور چراغ کے قریب جا کر بیٹھا تو پتا چلا کہ انگوٹھی کا نگینہ کہیں گر گیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ آج ہی کہیں گرا ہے۔ مجھے بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور میں گویا رنج والم میں ڈوب کر رہ گیا۔ میرے بعض شاگردوں نے کہا کہ ہم چراغ لے کر جاتے ہیں اور اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ میں نے کہا ممکن ہے یہ دن کے وقت میں نکل کر گر گیا ہو اور دن میں تو کئی جگہ گیا ہوں نہ معلوم کہاں گرا ہوگا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ جاؤ خدا کی ذات پر توکل کر کے تلاش کرو۔ چنانچہ وہ چراغ لے کر چلے گئے، ابھی پہلی مرتبہ زمین پر چراغ رکھ کر دیکھنا ہی چاہتے تھے کہ وہ ان کو پڑا ہوا مل گیا۔ اس کا سائز ایک چنے کے برابر تھا۔ لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی چھوٹی سی چیز اتنی آسانی سے مل گئی! مجھے خوشخبری سنائی تو مجھے یوں لگا کہ جیسے ساری دنیا کی دولت میرے دامن میں ڈال دی گئی ہو۔ الحمدللہ کہ اب تک وہ میرے پاس موجود ہے۔

ہم جب زیارت سے فارغ ہوئے تو ہم نے فضلاء و مجتہدین سے ملاقاتیں شروع کیں اور ان سے گفتگو اور ہم نشینی کا شرف پایا، پھر ہم رماحیہ آئے۔ میں ایک مجتہد کا مہمان تھا۔ چند دن ان کے ہاں ٹھہر کر ہم نے ایک کشتی کرائے پر لی اور اس پر سوار ہو کر جزائر جانے کا ارادہ کیا۔ ابھی کشتی دو فرسخ ہی چلی ہوگی کہ مٹی میں دھنس گئی۔ ہم ایک رات اور ایک دن وہاں رکے رہے۔ پھر ایک فرسخ یا کچھ زیادہ چلی ہوگی کہ پھر پہلے کی طرح کھڑی ہوگئی۔ غرض اسی طرح ہوتا رہا، تو کشتی والوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اس سے پہلے تو ہمارے لیے یہ صورتحال کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ اب میں سوچ میں پڑ گیا اور بولا یہ ماہ جمادی الثانی چل رہا ہے اور رجب قریب آچکا ہے اور رجب کی زیارت ہونے ہی والی تھی۔ میں نے اس کو چھوڑ کر جزائر کا ارادہ کر لیا، اسی لیے یہ دشواری پیش آرہی ہے۔ تو میں نے ملاح سے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری کشتی بخیر وخوبی چلتی رہے تو مجھے اتار دو اور پھر ساری بات اس کو سمجھائی۔

ماہ رجب چار محترم مہینوں میں سے سب سے پہلا مہینہ ہے۔اس ماہ کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اگر اس ماہ میں کسی امامؑ کی زیارت کی جائے تو وہ مخصوص زیارت رجبیہ پڑھنی چاہیے، جو مفاتیح الجنان میں اعمالِ رجب میں لکھی ہوئی ہے، کیوں کہ ۱۳ رجب المرجب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ولادتِ باسعادت کا روز ہے، لہٰذا نجف اشرف میں اس تاریخ کو آپؑ کی زیارت بے حد فضیلت رکھتی ہے۔(مترجم)

ملّاح کو بڑا تعجب ہوا، پھر اُس نے کہا کہ یہاں کے ایک گاؤں میں ہمارے ایک بھائی رہتے ہیں، میں کشتی کو اسی طرف لے جاتا ہوں تا کہ آپ ان کے گھر پر اتر جائیں۔اور پھر اس نے کسی کو میرے ساتھ کر دیا کہ مجھے ان کے گھر تک پہنچا دے۔میرا کشتی سے اترنا تھا کہ کشتی بڑے آرام سے اپنے بہاؤ پر تیرنے لگی۔

ہم اس شخص کے گھر آئے جو ہمارے بھائیوں اور دوستوں میں سے تھا۔پھر اس نے ایک غلام کو بھیجا کہ میرا اسباب کشتی سے اتار لائے۔میں اس مردِ مومن کے ساتھ کچھ دن اس کے گھر پر مقیم رہا۔پھر ہم اور وہ دونوں زیارت رجب کے لیے چلے اور اپنے مولا امیر المومنینؑ کی زیارت کی۔زیارت سے فارغ ہو کر پھر اس مردِ مومن کے گھر آئے۔وہ گاؤں ساحل فرات پر واقع تھا اور نہر کے پانی میں ایک درخت اگا ہوا تھا، وہ اس کی شاخ پر بیٹھتا تھا اور کشتی نیچے سے گزرا کرتی تھی۔ایسی خوبصورت جگہ ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔دن میں ہم تیتر، بٹیر کا شکار کرتے اور رات کو انہیں بھون کر کھا لیا کرتے۔آبِ فرات میں ہر روز بہشت کے پرنالے سے پانی پھینکا جاتا ہے۔نیز حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ آبِ فرات سے ہر مادر زاد اندھے، کوڑھی بلکہ ہر آفت رسیدہ کو شفا حاصل ہوتی ہے، لیکن مخالفین اہلبیتؑ کے بدنوں کی نجاست کی وجہ سے اس پانی کی برکت زائل ہو گئی ہے۔بس اب ایک برکت باقی ہے۔ہمارے مولا و آقا حضرت امام جعفر صادقؑ آبِ فرات کی خاطر مدینے سے تشریف لاتے، تا کہ آبِ فرات کو نوش فرمائیں

اوراس سے غسل کریں اور پھر واپس چلے جاتے۔ چنانچہ ایک روز آپؑ نہر فرات پر آئے اور ایک شخص جو ساحل فرات پر موجود تھا اس سے کہا کہ مجھے ایک جام آب بھر کر دو۔ اُس نے دیا تو آپ نے نوش فرما کر کہا اور پانی دو۔ اس نے پھر بھر کر دیا۔ آپ نے اُس میں سے پیا بھی اور اپنی ریشِ مبارک کو بھی تر کیا اور پھر ارشاد فرمایا: الحمدللہ ربّ العالمین، اس پانی میں کتنی برکت ہے۔

قصّہ مختصر میں اب پھر کشتی میں سوار ہوا اور جزائر پہنچ گیا۔ وہاں کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی جو پہلے والی کشتی میں ہمارے ساتھی تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ کے اُترنے کے بعد کشتی بغیر حیل و حجت چلتی رہی اور بلا وجہ کہیں کھڑی نہ ہوئی، حتیٰ کہ ہم خیر و عافیت سے اپنی منزل پر پہنچ گئے۔

جب میں جزائر پہنچا تو میرے گھر والے بہت خوش ہوئے، کیونکہ میرے بھائی پہلے ہی شط بغداد کے راستے جزائر آچکے تھے۔ میں تین ماہ تک وہاں رکا اور وہاں میں نے شرح تہذیب لکھنی شروع کر دی۔ پھر ہم وہاں سے نہر صالح چلے گئے، وہاں کے باشندے سب کے سب نیک اور خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔ اور ان کے علماء بھی سچے مومن تھے۔ نفاق و حسد ان میں نام کو نہیں تھا۔ سب میرے ساتھ بڑے حُسنِ سلوک سے پیش آئے اور ہم چھ ماہ سے کچھ زیادہ وہاں رہے۔ ہماری موجودگی میں اُنہوں نے ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی جس میں انتہائی جلیل القدر شیخ خاتمۃ المجتہدین شیخ عبدالنبی جزائری نماز پڑھایا کرتے تھے۔ وہاں ہم نماز باجماعت پڑھتے تھے مگر نماز جمعہ نہیں۔

اس کے بعد سلطان محمد نے سلطان بصرہ پر لشکر کشی کر دی تا کہ اس سے جزائر اور بصرہ چھین لے۔ چنانچہ سلطان بصرہ نے سوچا کہ جزائر و بصرہ کو بالکل تباہ حال کر دے اور وہاں کے باشندوں کو حویزہ کے قریب ایک جگہ سحاب میں منتقل کر دے۔ چنانچہ ہم سب وہاں چلے گئے۔ اس نے اپنا لشکر قلعہ قرنہ میں رکھا اور خود اہل جزائر کے ساتھ سحاب میں رہنے لگا۔ وہ کبھی ہماری

طرف نکل آتا تھا تو اس کے لیے صحرا میں ایک خیمہ لگا دیا جاتا تھا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچتے تو وہ تعظیم کو کھڑا ہو جاتا اور مجھے اپنے ساتھ خیمے میں بٹھا لیتا اور مجھ سے بڑی محبت کا اظہار کرتا۔ جب سلطان محمد کے لشکر نزدیک آ پہنچے اور قلعے کا محاصرہ کر لیا تو وہ اس قلعے پر روزانہ ایک ہزار توپوں سے گولہ باری کرتے تھے، بالکل یوں لگتا تھا کہ زمین دہل رہی ہو۔ میں ''شرح تہذیب'' کی تالیف میں مشغول تھا۔ میں نے اپنی کتابیں اور بیوی بچے اپنے بھائی کے ہمراہ حویزہ روانہ کر دیے اور صرف تالیف کرنے والی ضروری کتابیں میرے پاس رہیں۔ پھر میں نے بھی سلطان سے اجازت چاہی کہ میں بھی حویزہ کا سفر اختیار کروں۔ لیکن اس نے مجھے اجازت نہ دی اور یہ کہا کہ اگر آپ ہمارے درمیان سے چلے جائیں گے تو ہم میں سے کسی کا وجود باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ آپ یہیں رہیں۔ اس طرح چار ماہ تک اسی حصار میں رہے، حتیٰ کہ جب ماہ مبارک رمضان آ گیا تو میں نے حویزہ کا سفر اختیار کیا اور میں خبروں کا منتظر رہتا تھا۔ جب ماہ مبارک کی گیارہویں تاریخ ہوئی تو شب جمعہ تھی اور ہمیں خبر ملی کی سلطان لشکر کی بے وفائی سے ڈر کر بھاگ گیا ہے اور زورق چلا گیا ہے۔ یہ خبر جزائر پہنچی تو طلوع صبح کا وقت تھا، سارے مرد، عورتیں بوڑھے، بچے حویزہ کی طرف بھاگے اور اس راستہ کے طے کرنے میں تین دن لگے۔ اثنائے را میں ایک ایسا بیابان پڑتا تھا جس میں آب و گیاہ کا نشان تک نہ تھا۔ اس بیابان میں بہت سے لوگ خوف و دہشت اور بھوک پیاس کی شدت سے انتقال کر گئے۔ اور اس قدر لوگ مرے کہ خد ہی ان کی تعداد جانتا ہے اور جو لشکر اس علاقہ میں تھا وہاں لاکھوں کی تعداد میں قتل کیے گئے اور ج اس منظر کو دیکھتا تھا، تو وہ روز قیامت کا تصور ذہن میں لاتا تھا۔

بہر حال سلطان حویزہ قدس اللہ روحہ جن کا نام سلطان علی خان تھا، اس نے اہل جزا کی پیشوائی کے لیے سپاہی بھیجے اور ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کیا۔ خدا اس کا بھ کرے۔ ہم دو ماہ تک اس کے پاس مقیم رہے، پھر اصفہان کا سفر اختیار کیا لیکن براستہ شوستر

جب ہم شوستر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں کے باشندے صلح پسند اور فقیر منش ہیں اور علماء کو دوست رکھتے ہیں۔ وہاں سادات خاندان کی ایک بڑی شخصیت تھی جن کا نام میرزا عبداللہ تھا۔ ہم ان کے گھر جا اترے اور انہوں نے ہماری تمام ضروریات زندگی ہمارے لیے مہیا فرمادیں۔ اب وہ تو رحمت خدا سے متوسل ہو گئے ہیں۔ اپنے پسماندگان میں دو فرزند چھوڑے ہیں ایک سید شاہ میر اور دوسرے سیّد محمد مومن۔ اور دونوں ہی بچپنے سے بے حساب صفات وکمالات کے حامل ہیں۔ عرب وعجم میں ان کا تعلق کریم ابن کریم گھرانے سے ہے۔ ان کے والد نے ہمارے اہل وعیال کو بھی حویزہ سے بلوالیا اور گھر اور دوسری ضروریات زندگی فراہم کیں۔ ہم تقریباً تین ماہ تک شوستر میں مقیم رہے، پھر دیہدشت کے راستے اصفہان کا سفر کیا، اور ہمارے بال بچے شوستر میں ہی رہے۔ جب دیہدشت پہنچے تو کارواں سرا میں ایک حجرہ لے لیا اور وہاں رہے، ایک گھنٹے بعد کسی ساتھی نے کہا کہ دیکھو باہر نکلو شاید ہمارے دوست احباب میں سے کوئی مل جائے جو ہمارے لیے گھر کا انتظام کرے۔ وہ باہر گیا اور پھر ایک سید کے ساتھ آیا جو اصفہان میں مجھ سے تعلیم پاتا تھا۔ اس نے جب مجھے دیکھا تو باغ باغ ہو گیا اور اس نے کہا کہ اس شہر میں آپ کے کچھ شاگرد ہیں۔ چنانچہ اس نے ان کو اطلاع دی، وہ دیہدشت کے سادات تھے اور انہوں نے ہمیں گھر مہیا کیا۔

اس علاقے کا حاکم محمد زمان خان نامی ایک شخص تھا، وہ عالم اور کریم وسخی تھا اور اپنی سخاوت میں بے نظیر تھا۔ جب ہمارے آنے کی خبر اسے ملی تو اس نے اپنے وزیر کو ہمارے پاس بھیجا اور اس نے ہماری ضروریات کا انتظام کیا۔ جب دن ڈھلنے لگا تو حاکم نے ہمیں بلوایا۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ تم صحیفہ کی شرح لکھ رہے ہو۔ میں نے کہا: ہاں۔ تو اس نے کہا کہ دعائے عرفہ کا ایک فقرہ ہے اس کی کیا شرح لکھی؟ تو میں نے پوچھا کون سا فقرہ؟ اس نے کہا: قول امامؑ ہے "تغمدني فيما اطلعت عليه مني بما يتغمد به الغادر

علی البطش لو لا حلمه۔ (میرے ان گناہوں کے بارے میں کہ جن پر تو مطلع ہے اس شخص کی مانند میری پردہ پوشی فرما کہ اگر اُس کا حلم مانع نہ ہوتا تو وہ سخت گرفت پر قادر ہوتا) میں نے اس عبارت کی تشریح میں تین پہلو ذکر کیے تو وہ کہنے لگا کہ ایک رخ میرے بھی ذہن میں آتا ہے اور ایک پہلو آقا حسین خوانساری نے نکالا ہے۔ ہم نے ان دونوں پہلوؤں کو بہت اچھا سمجھا اور ان پر بحث شروع کردی اور میں اُس سے بڑے احترام سے بات کر رہا تھا، لیکن وہ دوزانو ہو بیٹھا اور اپنا شاہی لباس اپنے پس پشت اتار کر رکھ دیا اور کہا کہ آپ اس طرح فرمایئے جس طرح مدرسہ میں طالب علموں کو درس دیتے ہیں اور مجھے اس سعادت سے محروم نہ کیجیے۔ چنانچہ مباحثہ ہوتا رہا، میں اس کو ایک علم سے دوسرے علم کی طرف منتقل کر دیتا تھا، لیکن وہ گفتگو میں مجھ پر اس علم کے لحاظ سے سبقت لے جاتا تھا۔ حتیٰ کہ وقت ظہر آ پہنچا۔ ہم نے اپنا مباحثہ روکا اور دوسرے دن پھر مباحثے کا آغاز کیا۔ غرض تین ماہ تک ہم اس شہر میں رہے اور روزانہ یہی صورتحال ہوتی تھی۔ میں نے زندگی میں اس سے زیادہ فہیم، ذکی اور فصیح البیان شخص نہیں دیکھا۔ اس کے باوجود علما اور فقراء کی امداد میں وہ پیش پیش نظر آتا تھا۔ جب میں نے اس سے سفر اصفہان کی اجازت چاہی تو اُس نے مزید احسانات کیے۔

جب اصفہان کا سفر اختیار کیا تو اب دیکھیے کہ وہاں ہمارے اوپر کیا گزرتی ہے۔ ہم ایک بہت فرحت بخش مقام پر پہنچے، جہاں نہریں بہہ رہی تھیں اور جابجا سرسبز درخت لگے ہوئے تھے، یہیں بڑا لطف آیا، طبیعت ہشاش بشاش ہوگئی۔ اچانک میرے دل میں ایک خیال گزرا، میں نے خدا کی پناہ مانگی کہ آج اگر میں خوش باش ہوں تو میں نے آزمایا تھا کہ اگر ایک دن خوشی نصیب ہوتی تھی تو دوسرے دن نہایت روح فرسا ہوتا تھا۔ ہم سوار ہوئے، ہمارا ایک ساتھی ہم سے آگے روانہ ہو چکا تھا، وہ راستے میں ایک چٹان کے نیچے بیٹھ گیا، میں اور میرے بھائی سوار ہوئے، جب ہمارے چوپائے اس کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور

گھوڑوں نے تیزی سے دوڑنا شروع کردیا اور میری سواری نے مجھے ایک بہت بڑے پتھر پر گرادیا، جس کی وجہ سے میں بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو معلوم ہوا کہ میرے بائیں بازو میں شدید درد ہے۔ میرے ساتھی جب قریب آئے تو میرے بازو کو مضبوطی سے باندھ دیا۔ اصفہان تک میں اسی حال میں گیا اور میرزا تقی دولت آبادی کے مدرسے میں اپنے حجرے میں بیٹھ گیا۔ میرے ہاتھ کا علاج ہوتا رہا۔ پانچ ماہ ہم وہاں رہے، جب ہاتھ ٹھیک ہوگیا تو میرے بدن میں عجیب تکلیف پیدا ہوگئی کہ مجھے گویا کسی چیز کا احساس ہی نہ ہوتا تھا، اور میں کھلی آنکھوں سے موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا تھا، لیکن میں اللہ کی عطا کی ہوئی توفیقات سے بڑا خوش تھا۔ ایک زمانہ تک یہی کیفیت رہی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مرض سے شفا بخشی، لیکن میرے بھائی کو بخار رہنے لگا، چنانچہ ہم وہیں ٹھہرے رہے، لیکن پھر اس کو اسہال کی شکایت ہوگئی، اور آخر کار شب جمعہ اوّل ماہ شعبان کو وہ رحمتِ الٰہی سے ملحق ہوگیا۔ میرے دل کو ایسا صدمہ پہنچا کہ آج تک میں اس کو بھلا نہیں سکا اور روز مرگ تک مجھے اب سکون نصیب نہ ہوگا، حتٰی کہ میں بھی منوں مٹی تلے دفن ہوجاؤں۔ اس کی وفات ۱۰۷۹ھ میں ہوئی اور یہ ۱۰۸۹ھ ہے اور کوئی رات ایسی نہیں جاتی کہ میں اس کو خواب میں نہ دیکھتا ہوں، الحمد للہ بہت خوشحال دیکھتا ہوں۔ لیکن دن میں کیا ہوتا ہے، اس کی کتابیں میری نگاہوں کے سامنے ہوتی ہیں، جن کو میں پڑھتا رہتا ہوں اور جب اس کی کوئی کتاب نگاہ سے گزرتی ہے میرا غم تازہ ہوجاتا ہے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون ۔ اس کے بعد میں اصفہان میں پریشان حال ہی رہا اور دریائے ہم وغم میں غوطہ زن رہتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ لا علاج مصائب ہیں لیکن ہاں اگر میں زیارت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے لیے جاؤں تو یقیناً تسلی حاصل ہوگی۔ لہٰذا میں نے سفر اختیار کیا۔ راستے میں بہت تاریکی تھی، راستہ نہ ملتا تھا۔ جب دن نکلا تو ایک ریگستان میں پھنس گئے اور ناف تک ریت میں دھنس گئے۔ ہمارے چوپائے بھی زین تک ریت میں دھنسے ہوئے تھے، ہم موت کی سرحدوں میں تھے کہ خدا نے احسان فرمایا اور

راستہ مل گیا اور ہم مشہد مقدس پہنچ گئے۔ اس روحانی ارضِ مقدّس میں ہم نے کچھ روز قیام کیا۔ پھر ہم نے اسفراین کے راستے سے واپسی اختیار کی اور دوران واپسی ہم نے بڑے عجیب وغریب حالات کا مشاہدہ کیا، جب ہم سبزوار پہنچے تو مجھے ایک درد عارض ہوگیا چنانچہ میں نے اونٹ کے اوپر محمل لگا کر اس میں آرام کیا۔ جب ہم اصفہان واپس آگئے تو تھوڑے ہی دن وہاں قیام کیا تھا کہ سفر شوستر پیش آگیا اور آخر کار اس کو ہی میں نے اپنا وطن قرار دیدیا اور میں نے وہاں اپنا گھر تعمیر کرلیا اور میرے اور سلطان حویزہ کے درمیان بڑا پیار ومحبت کا رشتہ قائم تھا۔ وہ ہر سال مجھے بہت سے خطوط لکھا کرتا اور مجھ سے خواہش کیا کرتا تھا کہ میں اُس کے پاس آؤں اور جب میں اس سے ملاقات کو جاتا تو اس قدر حسن سلوک سے پیش آتا کہ میں اُس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر رہتا۔

فی الحال میرا قیام شوستر میں ہے اور اس قلیل عمر میں، میں نے بے شمار مصائب کا سامنا کیا جو بیان سے باہر ہیں۔ صرف ایک چیز جو اِن مصائب کو میرے لیے آسان بنادیتی ہے، وہ احادیث تھیں، جن میں کہا گیا ہے کہ مومن ہمیشہ منزل امتحان میں ہوتا ہے اور مصائب کا شکار رہا کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر مومن دریا میں غرق ہو اور کسی تختہ کا اس نے سہارا پکڑ لیا تو وہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کو اس کے اوپر مسلط کردیتا ہے کہ اسے اذیت دیتا رہے تاکہ اس کے ثوابوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔

ہمارے استاد ملا محمد باقر مجلسیؒ اللہ تعالیٰ ان کی منزلت اور بلند کرے، جو علم وعمل کے لحاظ سے بےنظیر تھے وہ ہمیشہ مصیبت کے تیروں کی زد پر رہتے تھے۔

جو سخت ترین آلام ہم پر گزرے وہ کئی تھے۔ اوّل یہ کہ دوستوں کی مفارقت کا صدمہ برداشت کیا۔ دوسرے اپنے بھائی کی جدائی اور موت کا صدمہ، جس سے میرے دل کو ایسی تکلیف پہنچی ہے کہ وقت مرگ سے پہلے اس کا ازالہ ناممکن ہے۔ تیسرے اولاد کی موت اور ان

سب مصائب میں بیچ والی مصیبت سب سے سنگین ہے۔ چوتھے علماء اور اپنے ہم جنسوں کا حسد کہ جہاں بھی میں گیا ہر جگہ مجھ سے حسد کیا گیا اور شیراز میں تو یہاں تک ہوا کہ جن کتابوں کو میں نے بڑی محنت سے خوشخط لکھا تھا، اور ان پر حواشی بھی لکھے تھے، وہ چرالی گئیں اور کنوئیں میں پھینک دی گئیں، یہاں تک کہ سب تباہ ہوگئیں اور جس شخص نے وہ چرائی تھیں وہ مل بھی گیا تھا، لیکن میں نے اس سے ایک حرف شکایت کا نہ کہا، حتیٰ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے دوسری کتابیں عنایت فرمادیں اور اس شخص کو ایک ورق بھی حاصل نہ ہوسکا اور انتہا یہ ہوئی کہ وہ کفار سے طالب امداد ہوا۔ میں ہمیشہ محسود رہا اور کبھی کسی سے حسد نہ کیا۔ خدا نے مجھے اپنے ساتھیوں اور عزیزوں کا محتاج نہ ہونے دیا۔ یہ سب فضل پروردگار ہے، ورنہ اس بندہ عاصی کا کیا مرتبہ ومقام!

پانچویں لوگوں کے ساتھ معاشرت ایک عجیب مرحلہ ہے، کیونکہ انسانوں کی طبیعتوں میں بے حد اختلاف ہوتا ہے اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کے مزاج کے مطابق اس سے سلوک ہو اور یہ بڑا مشکل کام ہے کہ ہر شخص کے حسب طبع ومزاج عمل انجام دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا خوامخواہ ہاں میں ہاں ملائی جائے یا غلط کاریوں کو دیکھتے ہوئے بھی چپ سادھ لی جائے اور اس پر علماء کا اجماع ہے کہ یہ حرام ہے اور یہ کام ہر کسی کے بس کا ہے بھی نہیں۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ سارے بنی اسرائیل ان سے راضی ہوجائیں، تاکہ ان کی ہتک حرمت نہ کریں، اور غیبت سے باز رہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! یہ تو وہ صفت ہے جو میں نے اپنے لیے نہیں کی تو بھلا تمہارے لیے کیسے ممکن ہے؟ اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے اگر کوئی ذرا سا غور وفکر کرے اور لوگوں کے حالات کی چھان بین کرے تو وہ دیکھے گا کہ لوگ خدا کے اس قدر شاکی ہیں کہ کسی جابر خوں ریز بادشاہ کی بھی اتنی شکایت نہ کرتے ہوں گے اور ہمیں شاید ہی کوئی ایسا شخص مل سکے کہ جو قضا وقدر کے بارے میں خدا پر الزام تراشی نہ کرتا ہو اور یہ صورتحال زیادہ تر فقیری وتنگدستی، مرض، حالات کی دگرگونی اور

زوال نعمت کے وقت دکھائی دیتی ہے۔

چھٹے سب سے بڑی مشکل جس نے جینا حرام کر دیا اور سکون کا لمحہ میسر نہیں آتا کہ اس سے قبل کوئی نہ کوئی پریشانی رونما ہو جاتی ہے، وہ یہ تھی کہ ہم نے ایسے مقام کو اپنا وطن قرار دیا کہ جس میں نہ کوئی مفتی ہے نہ مجتہد کہ ہم معاملہ اس کے حوالہ کر دیں اور اگر عبادات یا معاملات کے بارے میں ہم سے کوئی سوال ہوتا تو ہمارے لیے بڑا مشکل مرحلہ بن جاتا تھا، کیونکہ یہ مقام معاونت ادا کا محتاج ہے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں اشکال ہے تو کوئی مانتا نہیں اور جواب میں یہ کہتے ہیں کہ آپ کے پاس تو ڈھیروں کتابیں موجود ہیں اور آپ نے تو فلاں فلاں عالم سے درس پڑھا ہے تو آپ کو تو ہر ڈھکی چھپی بات کا اور دلوں کے بھیدوں تک کا علم ہونا چاہیے۔ میں پریشان ہو کر اکثر اوقات لوگوں سے خلوت اختیار کر لیتا اور گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتا اور یہ تمام سابقہ مشکلات سے زیادہ مشکل مرحلہ تھا۔ خدا ہمارے قول و فعل سے خرابیاں اور یاوہ گوئیاں دور فرمائے۔ (آمین)

ساتویں یہ کہ تالیف و تصنیف کے اسباب مہیا نہیں ہیں اور عالم کے لیے کتابیں فائدہ مند ہوتی ہیں۔ الحمد للہ ہمارے پاس کافی کتابیں موجود ہیں اور یہاں مجھے پروردگار نے کتاب ''نوادر الاخبار'' جو دو جلدوں میں ہے تالیف کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور ''شرح تہذیب'' بھی جو آٹھ جلدوں میں ہے پوری کی پوری موجود ہے اور علم فقہ میں کتاب ہدیہ جو ایک جلد میں ہے اور ''کشف الاسرار'' جو ''استبصار'' کی شرح ہے، دو جلدوں میں اور کتاب ''انوار النعمانیہ'' جو دو جلدوں میں ہے پھر خدا نے ''شرح صحیفہ'' کی توفیق دی، جو ایک جلد میں ہے اور ''شرح مغنی ابن ہشام'' اور ''تہذیب'' پر شرح ایک جلد میں۔ ''کافیہ'' پر شرح اور کچھ دوسرے رسائل۔ یہاں تک نعمت اللہ صاحب کی تحریر تھی۔ آپ کی تالیفات میں کتاب ''مسکن الشجون فی الفرار عن الوباء والطاعون'' اور کتاب ''زهر الربیع'' بھی شامل ہیں۔

نیز آپ کی تالیفات میں ''شرح جامی'' پر حاشیہ اور ''شرح جامی'' کے حواشی میں اس فقیر مولف کتاب کی کتاب قابل ترجیح ہے جو اس بات کی حقیقت کو جاننا چاہے وہ خود اس کتاب کی طرف رجوع کرے اور از روئے انصاف خود ہی فیصلہ کرے (کہ میں نے یہ بات غلط نہیں کہی) اور میرے حاشیے کے بعد عصمۃ اللہ بن محمود کا حاشیہ دوسرے حواشی پر قابل ترجیح ہے اور تیسرے نمبر پر حاشیہ عصام اور چوتھے نمبر پر حاشیہ سید نعمت اللہ آتا ہے اور اس کے بعد سب ہم رتبہ ہیں اور فی الحقیقت عصام فاضل اور دقیق شخصیت تھے اور انہوں نے کبریٰ پر فارسی میں شرح لکھی ہے اور تفسیر قاضی پر حاشیہ اور مطول میں ملا سعد کی اس عبارت مَا انا رَأَيتُ اَحَداً (میں نے کسی کو نہیں دیکھا) پر ملا علی قوشچی نے حاشیہ اور دوسروں نے بہت سے رسائل لکھے۔ اور عصام نے بھی اس عبارت پر ایک رسالہ لکھا۔ شمسیہ منطق پر شرحِ عصام اور شرحِ شمسیہ پر سید شریف کے حاشیے پر بھی انہوں نے حاشیہ لکھا۔ اور ابن حاجب کے کافیہ پر بھی شرحِ عصام ہے۔ اور شرحِ جامی پر بھی ان کا حاشیہ ہے۔ اور اس ناچیز مؤلّفِ کتاب نے شرحِ جامی پر اپنے حاشیے میں ان کے اکثر اعتراضات کا جواب بھی دیا ہے۔

آپ کے حالات زندگی بڑے عبرت انگیز اور نصیحت آمیز ہیں اور طلباء کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۰۵۰ھ میں ہوئی اور کم عمری ہی سے بہت مصائب و آلام کا شکار رہے، لیکن آپ کی تمام زندگی اور خدمات جہد مسلسل سے عبارت ہیں۔

۵۴۔ جناب آقا محمد بن آقا حسین خوانساریؒ

جناب آقا محمد، آقا حسین خوانساری کے فرزند ارجمند ہیں۔ لقب جمال الدین اور محقق خوابناری کی شہرت رکھتے ہیں۔ آپ کو مُلاّ محمد تقی مجلسیؒ سے اجازہ حاصل ہے۔ آپ کی تالیفات کم ہیں، لیکن بڑی سنجیدگی اور خلوصِ دل سے لکھی گئی ہیں۔

جس سال مُلاّ محسن فیض کاشانی نے زیارت بیت اللہ کا ارادہ کیا اور کاشان سے روانہ ہو کر اصفہان پہنچے اور آقا حسین کے مہمان ہوئے تو آقا جمال بھی مجلس میں آ گئے۔ مُلاّ محسن نے ایک مسئلہ آقا جمال سے دریافت کیا، لیکن آقا جمال اس کا صحیح جواب نہ دے سکے۔ اس زمانے میں وہ زیادہ تر وقت بے کاری میں گزار رہے تھے۔ مُلاّ محسن فیض نے اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مارا اور کہا کہ افسوس آقا حسین کے گھر کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ یہ بات آقا جمال کے دل میں گھر کر گئی اور انہوں نے پڑھنا شروع کر دیا۔ پھر مُلاّ محسن فیض مکے سے واپس آئے، آقا حسین سے باتیں ہوئیں تو دیکھا کہ بحمد اللہ اب وہ بہت با فضیلت انسان ہیں، تو کہنے لگے کہ یہ آقا جمال وہ آقا جمال نہیں ہیں، جن سے ہم نے گزشتہ سال ملاقات کی تھی۔ آقا جمال مطالعے میں مشغول ہوتے تو پھر انہیں کسی چیز کا ہوش نہ رہتا۔ بادشاہ آپ کو چار ہزار تومان سالانہ قاضی کی تنخواہ دیتا تھا۔ ایک مرتبہ امرائے سلطنت ہی میں سے کوئی آپ کے پاس موجود تھا کہ اتنے میں ایک شخص نے آ کر آپ سے مسئلہ دریافت کیا، آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر تھوڑی دیر بعد کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے کوئی سوال کیا۔ اسے بھی یہی جواب ملا، یہاں تک کہ چار افراد آئے اور سب نے مسائل پوچھے اور جواب ملا کہ میں نہیں جانتا، تو وہ شخص جو امیر حکومت تھا، کہنے لگا کہ آپ کو چار ہزار تومان ملتے ہیں، لیکن آپ مسئلہ تو کوئی بتا نہیں رہے اور کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا۔ آقا جمال نے کہا کہ ہاں میں چار ہزار تومان انہی باتوں کے صلے میں لیتا ہوں جو جانتا ہوں۔ اور اگر ان کا معاوضہ لینے لگوں، جو میں نہیں جانتا، تو بادشاہ کا خزانہ بھی کم پڑ جائے گا۔

۵۵۔ جناب آقا حسین بن محمد خوانساریؒ

جناب آقا حسین خوانساری زبردست فاضل، کامل، ناقدین میں سے تھے۔ ان کو استادالکل فی الکل کہا جاتا ہے۔ شروع میں حکمت میں مشغول ہوئے۔

بعدازاں مسلسل کوشش اور محنت کے نتیجے میں ماہر اور یکتائے زمانہ طبیب کا مقام و مرتبہ حاصل کرلیا تھا۔

آپ نے محقق سبزواری آقا محمد باقر سے بارہ سال تک علومِ منقولی سیکھے اور ان سے اجازہ حاصل کیا اور انہی کی دختر سے نکاح کیا، آقا جمال کی ولادت انہی کی دختر سے ہوئی۔

آپ چوں کہ علوم نقلی اور منقولی دونوں کی تعلیم دیتے تھے، لہٰذا انہیں استادالکل فی الکل کہا جاتا ہے۔ ان کے بیٹے جمال اور مُلّا مرزا محمد حسن شیروانی ان کے شاگردوں میں سے ہیں۔
سلطان صفوی نے اپنے دور میں ان سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ کوئی کتاب لکھیں، میں اخراجات برداشت کروں گا۔ آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ایک کتاب لکھنی شروع کی، جو کہ شرح تھی کتاب ''شہید اوّل'' کی۔ ابھی اس کتاب (جو کہ اٹھارہ ہزار بیتوں پر مشتمل تھی) کے صرف دو صفحات کی شرح ہی کی تھی کہ سلطان کی وفات واقع ہوگئی۔ آپ نے پھر کتاب لکھنے کا کام جاری نہیں رکھا۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ کتاب تو سلطان ہی لکھ رہے تھے، نہ کہ میں۔ اور اس کتاب کا نام ''مشارق الشموس کی شرح الدروس'' تھا۔ جناب صاحب وسائل نے آپ سے اجازہ حاصل کیا ہوا تھا۔

۵۶۔ جناب محمد بن حسن اصفہانی المعروف فاضل ہندیؒ

صاحبِ قصص العلماء صفحہ نمبر ۳۱۳ پر آپ کے حالات کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ محمد بن حسن اصفہانی عالم، فاضل اور فقیہ تھے۔ لقب بہاؤ الدین اور عرفاً فاضل ہندی کے نام سے معروف ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ فاضل ہندی ابتدائی زندگی میں جب وہ بہت چھوٹے تھے ہندوستان میں رہائش پزیر تھے، اسی لیے ان کو فاضل ہندی کہا جاتا ہے۔

آپ ۱۰۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ مجلسیؒ کے شاگرد ہیں۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ بہت چھوٹی سی عمر میں اجتہاد کے درجے پر فائز ہو گئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ سلطان صفوی نے علامہ مجلسیؒ سے کہا کہ ایسا عالم بتائیں، جو شرعی ذمہ داریوں سے آزاد ہو، یعنی کہ تکلیف شرعی اس پر عائد نہ ہوئی ہو، تا کہ وہ بادشاہ کے حرم سرا میں آ کر خواتین کو مسائل دینی کی تعلیم دے، تو علامہ مجلسیؒ نے فاضل ہندی کو جو اس وقت محض ایک بچے تھے، وہاں بھیج دیا۔ اور وہ اہل حرم کو دینی مسائل کی تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے۔ ایک دن اچانک آنکھیں بند کیے ہوئے حرم سرا سے باہر نکل کر آئے، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ابھی حدِّ بلوغ کو پہنچا ہوں اور میں نے فوراً اپنی آنکھیں بند کر لیں، تا کہ عورتوں پر نگاہ نہ پڑے اور باہر نکل آیا۔

آپ بہت غریب تھے اور کتابت کر کے گزر بسر کرتے تھے۔ آپ تیرہ سال کی عمر میں علوم نقلی و عقلی کی تحصیل سے فارغ ہو چکے تھے اور اسی دوران مختلف کتابیں، رسالے اور حاشیے علوم ادبی، اصول اور فقہ سے متعلق تحریر کرنے شروع کر دیے تھے۔ آپ کی معروف کتاب ''کشف اللثام'' ہے۔

آپ کا مکمل اسم گرامی شیخ فقیہ (مولانا) محمد بن تاج الدین حسن اصفہانیؒ ہے اور آپ کی شہرت فاضل ہندی کے لقب سے بھی ہے۔ آپ نے صفوی دور کے آخر کا عرصہ پایا۔

۱۱۳۷ھ میں اصفہان میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہ افغانیوں کے فتنوں کے دن تھے۔ آپ کا مزار تخت فولاد کے مشرقی حصے میں مرجع خلائق ہے۔

۵۷۔ جناب شیخ یُوسف بن احمد بن ابراہیم بحرانیؒ

جناب شیخ یوسف بحرانی حائری جنہیں صاحب حدائق کہا جاتا ہے، بہت عالم، فاضل انسان تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں ۱۱۰۷ھ میں پیدا ہوا اور میرا بھائی شیخ محمّد ۱۱۱۲ھ میں۔ ہماری ولادت "ماخوذ" میں ہوئی، کیوں کہ میرے والد شیخ سلیمان بن عبداللہ ماخوذی سے تحصیل علم کے لیے یہاں آئے ہوئے تھے۔ اس وقت میری عمر پانچ سال تھی۔ جب بحرین میں فساد برپا ہوا اور دو قبیلے آپس میں لڑ پڑے، میں اس وقت اپنے دادا جان کے زیر تربیت تھا۔ وہ تجارت پیشہ تھے، بڑے رحم دل اور نیک شخص تھے۔ جو بھی آمدنی ہوتی وہ مہمانوں، اپنے پرائے سب پر خرچ کر دیتے، اور کچھ بھی پس انداز نہیں کرتے، نہ ہی کوئی ذخیرہ کرتے تھے۔ نہ انہیں کوئی لالچ دامن گیر ہوتا۔

میری تربیت وہی کر رہے تھے، کیوں کہ مجھ سے پہلے میرے والد محترم کی کوئی اور اولاد بھی نہیں تھی، لہٰذا انہوں نے میرے لیے مُعلّم کا بندوبست کیا، جو مجھے قرآن مجید پڑھاتے تھے اور میرے دادا جان مجھے لکھنا سکھا رہے تھے۔ میرے والد کی تحریر نہایت خوب صورت ہوتی تھی۔ بعدازاں میں نے والدِ محترم ہی کی شاگردی اختیار کی اور اُن سے درس لینا شُروع کیا، لیکن اس زمانے میں مجھے تحصیل علم سے کوئی خاص رغبت نہیں تھی، کیوں کہ بچپنے کی ناسمجھی مجھ پر غالب تھی۔ والد محترم سے میں ابتدائی درسی علوم کی تحصیل کر رہا تھا۔ اسی دوران متعدد غیر ملکی افراد نے بحرین پر قبضہ کرنے کے لیے دھاوا بول دیا۔ تین سال تک جنگ جاری رہی، ناصبیوں نے بھی انہی کی حمایت کی اور بحرین پر ان کا قبضہ ہو گیا۔

لوٹ مار، قتل و غارت گری، ہتک حُرمت کا بازار گرم ہوا، بڑے بڑے لوگ تو قطیف اور دوسرے شہروں میں بھاگ گئے، میرے والد بھی اہلیہ اور بچوں کے ساتھ قطیف چلے گئے اور مجھے بحرین میں شاخور کے گاؤں میں جو گھر تھا، وہاں چھوڑ گئے، کیوں کہ وہاں انہوں نے اپنی

نایاب کتابیں اور دیگر قیمتی سامان زیرِ زمین دبا دیا تھا اور مجھے تاکید کردی تھی کہ جو کتابیں لُوٹ مار سے بچی ہیں، اگر وہ میں نے ظاہر کیں تو پکڑ لیا جاؤں گا، لیکن میں نے بعض تلاش کرہی لیں اور بعض کو بالکل خفیہ طریقے سے والدِ محترم تک پہنچا دیا۔ اور یہ کام چند سال کے عرصے میں کیا گیا۔ پھر میں اپنے والدِ محترم سے مُلاقات کے لیے قطیف چلا گیا۔

دو تین ماہ وہاں رہا۔ میرے والدِ محترم نے کثیر العیالی، نہ گفتہ بہ حالت اور پیسے کی قلّت کی وجہ سے پھر بحرین واپس آنے کا ارادہ کیا، لیکن اس وقت ایرانیوں کے سر میں بحرین پر قبضے کا سودا سوار ہوگیا۔ چناں چہ ہم نے انتظار کیا کہ دیکھیں کیا صورت حال رونما ہوتی ہے۔ ایرانی پسپا ہوگئے، شہروں کو آگ لگا دی گئی اور ہمارا گھر بھی جو بحرین میں تھا، نذرِ آتش ہوگیا۔ میرے والدِ محترم پر غموں کا پہاڑ ٹُوٹ گیا، کیوں کہ اس گھر کو بنانے میں بڑا سرمایہ لگایا گیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ علیل ہوگئے اور بالآخر دو ماہ بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انہوں نے مرنے سے ذرا پہلے مجھ سے کہا تھا کہ میں تمہیں اس بات سے بری الذّمہ نہیں کرسکتا کہ تم دستر خوان پر بیٹھو اور تمہارے بھائی تمہارے ساتھ دستر خوان پر موجود نہ ہوں۔ میرے تمام بھائی مادری تھے۔ اور اکثر چھوٹے چھوٹے تھے اور ان کی والدہ کا انتقال بھی ہو چکا تھا اور ان کا کوئی سہارا نہ تھا۔ چناں چہ میں بچوں کے گھر گیا اور والدِ محترم کی وفات کے دو سال بعد تک قطیف ہی میں مقیم رہا۔ شیخ حسین ماخوذی سے کچھ درس لیتا تھا اور کبھی بحرین چلا جاتا تھا تاکہ ان کھجور کے درختوں کی دیکھ بھال کرسکوں، جو ہمارے تھے۔ میں ان کی فصل اُٹھاتا تھا اور پھر قطیف آجاتا تھا اور درس میں مشغول ہوجاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایران نے خوارج سے صلح کرلی، ان کو مقررّہ مال دینے پر رضا مند ہوگئے، کیوں کہ بادشاہ اپنی غلط پالیسی کی وجہ سے ان کے آگے جھک گیا تھا، تو میں بحرین واپس آگیا اور پانچ سال تک وہاں رہا۔ شیخ احمد بن عبداللہ بلادی سے درس لیتا رہا اور ان کے بعد شیخ عبداللہ بن علی سے تعلیم حاصل کی۔

اسی دوران مکّہ معظّمہ بھی گیا اور بعدازاں زیارت رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے بھی مشرّف ہوا، ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارات بھی میرا مقدر بنیں، پھر حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے قطیف گیا اور شیخ حسین سے تہذیب کا ابتدائی حصہ پڑھا، پھر بحرین واپس آیا۔ زندگی میرے لیے دشوار ہوتی جارہی تھی، قرضے بہت ہوگئے تھے، یہ اس وقت کا ذکر ہے؛ جب افغانی ہمارے ملک پر غالب آچکے تھے، تو میں ایران چلا گیا اور کافی مدّت کرمان میں رہا۔ پھر شیراز کا رخ کیا۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے میرے لیے بہت سے اسباب واعزاز واکرام مہیّا فرمادیے۔ اس علاقے کا حاکم جو مرزا محمد تقی تھا، ترقی پاکر محمد تقی خان ہوگیا۔ اس نے مجھ پر بڑا کرم واحسان کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری محبت اس کے دل میں موجزن کردی۔ اس کے زیرِ سایہ اس کے مدرسے میں تعلیم وتدریس کے فرائض انجام دیتا اور نماز جمعہ وجماعت بھی پڑھایا کرتا تھا۔

وہاں میں نے بہت سارے رسالے تحریر کیے اور مختلف مسائل کے جوابات بھی لکھتا رہا۔ ساتھ ہی حسب عادت مطالعے میں بھی مصروف رہتا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہاں بھی گڑ بڑ شروع ہوگئی، تو میں ایک گاؤں میں چلا گیا اور مطالعے میں مشغول ہوگیا، نیز کتاب ''حدائق'' تحریر کرنا شروع کی۔ ساتھ ہی گزر بسر کے لیے کاشت کاری کرتا رہا، تا کہ کسی کا محتاج نہ رہوں، اس گاؤں کا متولّی میرزا محمّد علی تھا، جو مجھ سے بڑی محبت کرتا تھا اور مجھ پر احسان کیا کرتا تھا۔ اس نے مجھ سے ٹیکس بھی طلب نہیں کیا، پھر کسی نے موقع پاکر اس گاؤں پر قبضہ کرلیا۔

میرزا محمد علی مارا گیا۔ چناں چہ کتاب ''حدائق'' کا سلسلہ بھولا بسرا ہوگیا اور ایسی نہ گفتہ بہ صورتِ حال پیش آئی کہ میری بہت سی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ مجھے زیارات ایران، عراق کی انتہائی دلی تمنا تھی۔ چناں چہ میں روانہ ہوا اور کربلائے معلیٰ چلا آیا۔ اب تا وقت وفات یہیں مستقل قیام کا ارادہ ہے۔ میں اپنے فقر وفاقے پر صبر کرتا ہوں اور مطالعے، تصنیف وتدریس میں

مصروف رہتا ہوں۔ کتاب ''حدائق'' کو دوبارہ مکمل کرنا شروع کیا اور بحمد اللہ اس کی چند جلدیں تیار ہوگئیں اور یہ اس مقدس ترین مقام کی برکت و رحمت ہے۔ جو کتاب میں نے ایران میں لکھی تھی، اس میں یہ وقعت و متانت نہیں تھی، کیوں کہ اُس میں تمام آیات و احادیث اور اقوال نقل نہیں کیے گئے تھے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ جس کے پاس یہ کتاب ہو، اُسے دوسری احادیث اور دلائل کی کتابوں کی ضرورت نہ رہے۔ (اقتباس از لؤلؤ کتاب صاحبِ حدائق، قصص العلماء)

بہر حال آپ کی دیگر اہم اور گراں قدر تصانیف بھی ہیں، جن کا تذکرہ سر دست ممکن نہیں، کیوں کہ کتاب ضخیم ہوگئی ہے۔

کتاب لکھنے کی غرض و غایت یہی ہے کہ واقعاً علم اور علماء و عرفاء و فضلاء کی ایک اجمالی حقیقت اس دور کے قارئین کرام کے سامنے لائی جائے، تا کہ ہر بندہ، ہر قاری اپنے اپنے ذریعہ معاش میں ثابت قدم ہو جائے، علم کی نورانیت کو اپنے وجود میں جذب کرے اور شیعۂ علیؑ یعنی عالم ہو جائے۔

جناب شیخ یوسف بحرانی حائریؒ نے کتاب حدائق باب طلاق تک لکھی ہے۔ یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے۔ آپ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضۂ انور کے مجاور رہے۔ آپ کی ایک کتاب ''لؤلؤ البحرین'' بھی ہے۔ آپ کی رحلت ۱۱۸۶ھ میں ہوئی۔ نماز جنازہ آقا محمد باقر بہبہانیؒ نے پڑھائی اور آپ کی تدفین کربلائے معلی ہی میں ہوئی۔ بہ قول مولانا محمد علی جوہر: ''یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے۔''

درج بالا اقتباس لؤلؤ میں صاحب حدائق نے خود لکھا ہے کہ صاحب کتاب قصص العلماء نے اپنی کتاب میں اس کو آپ کے حالات میں بیان کیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ طالب علموں کو اپنے فقر و فاقے، مظالم پر پریشانیوں اور آزمائشوں کے وقت بھی تحصیل علم سے غافل نہیں رہنا چاہیے اور صبر کر کے اجر و ثواب کا مستحق ہونا چاہیے یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف (یوسف عباس) ان سبق آموز واقعات علماء کو جمع کر رہا ہے۔

۵۸۔ جناب آقا محمد باقر بہبہانیؒ

جناب آقا محمد باقر بن مُلّا محمد اکمل بہبہانی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم
تحقیق کے ماہر اور اصول و فروع کی بنیادیں قائم کرنے والے تھے۔ آپ کی ولادت اصفہان میں
۱۱۱۸ھ میں ہوئی اور تھوڑے عرصے کے بعد کربلائے معلٰی گئے۔ ابتدا میں والد محترم سے علم حاصل
کیا۔ آقا محمد باقر کچھ عرصے کربلائے معلٰی میں رہے، لیکن گزر بسر میں عدم راحتی کے باعث کسی
اور شہر میں جانے کا ارادہ کیا۔ اسی دوران ایک شب خواب میں سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ
السلام کی زیارت کی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ”میں اس بات سے راضی نہیں ہوں کہ تم
میرے جوار اور میرے شہر سے نکل کر کہیں اور جاؤ۔“

چنانچہ آقا محمد باقر نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور کربلائے معلٰی ہی میں مستقل رہائش
اختیار کر لی۔ امام عالی مقام علیہ السلام کی رحمت و برکت سے معاشی حالات بھی کافی بہتر ہو گئے
بعد ازاں آپ کے فرزندگان بھی عالم دین ہوئے۔

آپ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ جب بھی سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی
زیارت سے فیض یاب ہوتے تو پہلے اس چوکھٹ کا بوسہ لیتے، جہاں پاپوش اُتارے جاتے ہیں
اور اپنا چہرہ اور ڈاڑھی ملتے، پھر نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ روتے ہوئے حرم مقدس میں
داخل ہوتے اور زیارت کرتے۔ اسی طرح عزاداری کا بھی خلوص دل سے بہت اہتمام کرتے
تھے۔ آپ کے شاگرد بہت ہوئے اور سب ہی اپنے زمانے کے فضلاء اور علماء تسلیم کیے گئے، مثلاً
آقا سید مہدی بحر العلوم، شیخ جعفر نجفی، میرزا ابوالقاسم قمی وغیرہ۔ آپ کا ہر شاگرد کسی ایک فن میں
بے اندازہ مہارت رکھتا تھا۔ شیخ عباس قمی ”منتہی الامال“ کی جلد دوم میں رقم طراز ہیں:

”۱۲۰۹ھ میں شیخ اجل اکمل استادِ اکبر مقلّد محمد باقر بہبہانی حائریؒ کی رحلت ہوئی اور
ان کی ولادت شریف کے چھ یا سات سال بعد علامہ مجلسیؒ کی رحلت ہوئی اور وہ شہدائے کربلا

علیھم السلام کی پائنتی کی طرف مشرقی رواقِ حسینی علیہ السلام میں دفن ہوئے۔ اُن کی والدہ آقائے نورالدین کی دختر نیک اختر ہیں، جوملاّ صالح مازندانی کے فرزندِار جمند تھے اور آقائے نورالدین کی والدہ آمنہ بیگم مجلسی اول کی صاحب زادی ہیں۔ اسی لیے وہ جناب مجلسی کو جد اور مجلسی ثانی کو ماموں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔"

جناب محمد باقر بہبہانیؒ سے سوال کیا گیا کہ آپ کیسے علم وعزت وشرف اور دنیا وآخرت میں قبولیت کے اس درجے پر پہنچے؟ تو جواب میں آپ نے تحریر فرمایا: اپنے نفس میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس کی وجہ سے میں اس کا مستحق ہوتا، سوائے اس کے کہ میں اپنے آپ کو کبھی کوئی شے نہیں سمجھتا تھا اور اپنے آپ کو موجود میں شمار نہیں کرتا تھا، میں علمائے کرام کی تعظیم اور اُن کے اسمائے گرامی کا احترام وتوصیف کے ساتھ تذکرہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا اور میں نے تحصیل علم میں مشغول رہنے کو کبھی ترک نہیں کیا، جتنی کہ میری استطاعت تھی اور میں نے علم کو ہمیشہ ہر مرحلے میں مقدم رکھا ہے۔"

آپ کی تصنیفات وتالیفات بھی بڑی تعداد میں اور قابل قدر ہیں اور تقریباً ہر موضوع پر ہیں۔ آپ کی مہارت اصول، فقہ اور منطق پر بھرپور نظر آتی تھی۔ بڑی تحقیق اور چھان بین کے بعد تالیف یا تصنیف قلم بند کرتے تھے۔ آپ کو گیارہویں صدی ہجری میں شیعہ مذہب کی ترویج کرنے والا مانا جاتا ہے۔ علمائے عراق وعرب دونوں نے ہی آپ کے علم وادب سے کسبِ فیض کیا اور تقریباً سب ہی نے یا تو براہ راست آپ سے یا پھر آپ کے شاگردوں سے یا ان کے شاگردوں سے فیض پایا۔ آپ کا مقبرہ جناب سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے رواق میں آپ کے پائیں پر واقع ہے اور امام عالی مقام علیہ السلام کی بشارت مبارکہ کے فیض سے آج بھی بُقعہ نور بنا ہوا ہے۔

۵۹۔ جناب محمد بن ابی ذر نراقی اولؒ

جناب آخوند مُلاّ محمد مہدی بن ابی ذر نراقی حاجی ملا احمد کے والد ماجد تھے۔آپ نے علوم عقلی ونقلی اور ریاضی میں بہت تحقیقات کی ہیں۔مُلاّ محمد اسماعیل خاجوئی سے تیس سال تک درس حاصل کیا۔آپ نے آقا محمد باقر بہبہانی سے بھی شرف شاگردی حاصل کیا۔

ریاضی، حساب، ہیئت، ادبی علم، معانی وبیان تفسیر میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ابتدائی تعلیم کے وقت مالی لحاظ سے بالکل تہی دست تھے، یہاں تک کہ اپنے لیے چراغ بھی نہیں جلا سکتے تھے، اور بیت الخلاء میں جو چراغ جلتا تھا، اسی سے فائدہ اٹھاتے اور اسی کی روشنی میں مطالعہ کرتے تھے۔کہا جاتا ہے جتنے بھی خطوط ان کے وطن سے آتے، انہیں نہ کھولتے اور نہ پڑھتے کہ کہیں حواس پراگندانہ ہوجائیں اور سب کو اپنے بستر کے نیچے رکھ لیتے تھے۔

ان کے والدِ محترم حکام کے ہاں ملازمت کرتے تھے اور حکومت کا پست ترین عہدہ ان کو ملا تھا۔وہ نراق کے چپڑاسی (نائب قاصد) تھے۔جب گردشِ حالات کے تحت ایک یورش میں اُن کے والد مارے گئے اور کسی ہمدرد نے سارا حال ان کو تحریر کیا کہ آپ کے والد قتل کردیے گئے اور آپ کو آنا چاہیے، تو اُنہوں نے حسب عادت یہ خط بھی نہیں پڑھا۔جب ادھر سے نااُمیدی ہوئی تو لوگوں نے اُن کے استاد آخوند مُلاّ اسماعیل کو لکھا کہ مُلاّ مہدی کے والد صاحب نے وفات پائی اور ان کو اس المناک موقع پر آنا چاہیے، تو آپ ان کو ان کے شہر روانہ کریں۔

اسی دوران مُلاّ مہدی درس کے وقت اپنے اُستاد آخوند مُلاّ اسماعیل کے پاس پہنچے، تو دیکھا کہ استادِ محترم کچھ متفکر، غم زدہ اور محزون ہیں اور قدرے پریشانی کا اظہار کررہے ہیں۔آخوند مُلاّ مہدی نے اپنے اُستاد سے پڑھنے کا تقاضا کیا، تو اُستاد نے کہا کہ تم فوراً نراق جاؤ، تمہارے والد مریض ہیں یا زخمی ہیں۔آخوند مُلاّ نے کہا کہ خدا اُن کی حفاظت فرمائے، آپ درس شروع کیجیے اس پر اُستادِ محترم نے مزید وضاحت فرمائی کہ تمہارے والدِ محترم کا انتقال ہوگیا ہے یا انہیں قتل

کر دیا گیا ہے، لیکن آخوند مُلاّ مہدی اُستاد سے درس کا اصرار کرنے لگے، آخر کار اُستاد محترم نے اُن کو حکم دیا کہ تم فوراً وطن روانہ ہو جاؤ، تو وہ عراق روانہ ہوئے اور صرف تین دن ٹھہر کر واپس چلے آئے۔ آپ کو تحصیل علم کا بے پناہ شوق تھا۔ علم کی تحصیل کے بعد کاشان میں سکونت اختیار کی۔ کاشان میں علماء بہت کم تھے، لیکن آپ کے وجود کی برکت سے سارا کاشان علماء وفضلاء سے رونق افروز ہو گیا اور ہر طرح کے عالم، فاضل، باکمال لوگ ہر طرف سے یہاں آنے لگے اور ان کے بہت سے شاگرد ہوئے، جن میں بہت سے تحصیل علم کے بعد خود اُستاد بن گئے۔

فقہ میں آپ کی معروف کتاب ''معتمد الشّیعہ'' ہے۔ آپ کے فرزند جناب حاجی مُلاّ احمد نراقی نے بھی فقہ اور دیگر علوم میں بڑا نام کمایا اور اپنے والد محترم کے جانشین کہلائے۔ آپ ۱۲۰۹ھ میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

۶۰۔ جناب آقا سیّد مہدی (بحر العلومؒ)

جناب آقا سیّد مہدی بن سید مرتضیٰ بن سیّد محمد حسینی طباطبائی بروجردی بحر العلوم کی ولادت ۱۱۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ ایک نادرالوجود اور یگانۂ روزگار شخصیت تھے۔ زہد و پاکیزگی کی ایک مثال اور اپنے زمانے میں علم و حکمت اور دیگر علوم میں کامل و فاضل مانے جاتے تھے۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے ابتدائی تعلیم حاصل کی، جو کہ ایک متّقی اور صالح شخص تھے۔ بعدازاں آپ نجف اشرف چلے گئے اور وہاں سرچشمۂ علم سے سیراب ہونے کے بعد کربلائے معلیٰ تشریف لائے اور آقا محمد باقر بہبانی کی خدمت میں رہے اور نجف اشرف میں کسب علم کیا۔ کچھ ہی عرصے میں عرب و عراق و عجم میں آپ کا شہرہ ہو گیا۔

امام مظلوم سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے آپ نے بہت سے مرثیے کہے اور عزاداری میں آپ پیش پیش رہتے تھے۔ آپ نے متعدد اعتکاف کیے، دو سال تک مکہ معظّمہ میں مجاوری کی اور تقیے کی حالت میں رہتے تھے۔ اول درجے کے عبادت گزار اور غریب پرور تھے۔ آپ ہر شب نجف اشرف کی گلیوں، کوچوں کے چکر لگاتے اور فقراء کے لیے روٹی وغیرہ لے جاتے۔ اسی دوران آپ نے دروس کا سلسلہ بھی موقوف کر دیا،، یہاں تک کہ آپ کے طلباء پریشان ہو گئے اور درس نہ دینے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ میں رات بھر نجف اشرف کی گلیوں میں چکر لگاتا ہوں، لیکن کبھی میں نے ان طلباء کے گھروں سے عبادت یا مناجات کی آوازیں نہیں سنیں، لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ایسے طالب علموں کو درس دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس پر طلباء نے شب بیداری برائے عبادت و مناجات شروع کر دی اور آقا نے بھی اپنا درس شروع کر دیا۔ کہتے ہیں کہ ایک رات آپ مسجد سہلہ میں عبادت میں مصروف تھے کہ آپ نے مناجات کی ایک ایسی آواز سنی کہ دل تڑپ اٹھا۔ آپ نے اٹھ کر دیکھا تو ایک نور بلند ہو رہا تھا اور کوئی شخص وہاں تشریف فرما تھے۔ آپ کو دیکھ کر انہوں نے کہا کہ ''سیّد مہدی بیٹھو''، میں بیٹھ

گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ اگر میں کہوں کہ میں نے جناب صاحب الامر علیہ السلام کی زیارت کی ہے۔ اس کے بعد سیّد مہدی بحر العلوم نے کوئی بات نہیں کی۔

سیّد جواد آملی، بحر العلوم کے شاگردوں میں سے تھے اور شیخ محمد حسن صاحب جواہر الکلام نے ابتدا میں سیّد جواد کی شاگردی اختیار کی تھی تو سیّد جواد نے تذکرہ کیا کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ میرے اُستاد بحر العلوم نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے روضے کے صحن کا دروازہ کھولا اور حرم اطہر کی طرف رواں ہوئے۔ میں نے اُن کا تعاقب کیا۔ پس میں نے دیکھا کہ رواق کا دروازہ جو کہ بند تھا، خود بخود کھل گیا اور وہ وہاں سے گزر کر حرم اطہر کی جانب چلے اور حرم اطہر کا دروازہ بھی اسی طرح کھل گیا۔ آپ نے پھر اپنے جد کو سلام کیا اور مرقد منور سے جواب سلام آیا۔ یہ دیکھ کر مجھے خوف محسوس ہوا اور میں واپس آ گیا۔

نیز سیّد جواد کہتے ہیں کہ ایک دن میرے استاد بحر العلوم دروازۂ شہر سے نکل کر باہر چلے گئے۔ میں اُن کے پیچھے ہولیا، یہاں تک کہ ہم مسجدِ کوفہ میں داخل ہو گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آپ مقام صاحب الامرؑ پر حاضر ہوئے ہیں اور امام زمانہؑ سے بات چیت میں مصروف ہیں۔ اس دوران ایک مسئلہ بھی دریافت کیا تو جواب ملا کہ ''احکام شریعت میں ظاہری دلائل دیکھنے کی ذمے داری ہوتی ہے اور تمہاری ذمے داری یہی ہے کہ اب دلائل سے استفادہ کرو۔ حقیقی احکام کی تم پر کوئی ذمے داری نہیں۔'' جناب سید کاشف الغطاء آپ کے شاگرد تھے۔ آپ سے بہت سی کرامات منسوب ہیں۔ کشف و عرفان و تفسیر غرض کہ ہر شعبۂ علم میں آپ کا کمال مثالی تھا، جو روحانی و معنوی طور پر آج بھی ہر مومن طالب علم جویائے حق کے لیے مشعل راہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بھی جیسے ہی ہم بحر العلوم کا نام سنتے ہیں، دل کو ایک عجیب تڑپ کا احساس ہوتا ہے اور هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ کی آواز انسان کو اپنے اندر سے سنائی دیتی ہے۔

آپ کی وفات ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔

۶۱۔ جناب شیخ جعفر نجفی (کاشف الغطاءؒ)

جناب شیخ جعفر بن شیخ خضر نجفی عظیم عالم، اُستاد، زاہد و متقی اور دنیا داری سے پہلو تہی کرنے والے شخص تھے۔ فقہ پر انہیں مثالی دسترس تھی۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر ساری کُتب فقہ کو دھو دیا جائے تو میں سب دوبارہ اپنے حافظے سے لکھ دوں گا۔ آپ کی معروف کتاب "کشف الغطاء" ہے، جس میں احکامِ شریعت کو بہ حسن و خوبی اجاگر کیا گیا ہے اور اس ضمن میں موجود پردے اور حجاب ہٹائے گئے ہیں۔ کتاب میں بے شمار فروعات ہیں اور اصول، عقائد، فقہ کے بہت سے قواعد تحریر کیے گئے ہیں۔

یوں تو آپ کی بہت سی کرامات ہیں، ایک کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ فقاہت کا اعزاز آپ کی اولاد، بیٹوں پوتوں میں نسل در نسل ہمیشہ باقی رہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُعا مستجاب ہوئی اور اسی لیے اب بھی آپ کی نسل میں پوتے فقیہ نظر آتے ہیں اور واضح طور پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فقہ کا علم اُن کو ورثے میں ملا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا گیا آپ کا حافظہ ماشاءاللہ غیر معمولی بہترین تھا۔ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ عابدِ شب زندہ دار تھے اور لوگوں کی مدد کرنا عبادت سمجھتے تھے۔ آپ سے متعدد کرامات منسوب ہیں۔ آپ کے استادِ محترم جناب سید مہدی بحر العلومؒ تھے اور صاحب الجواہر شیخ حسن آپؒ کے شاگرد تھے۔ آپؒ کی تاریخ ولادت ۱۱۵۴ھ اور سن وفات ۱۲۲۷ھ ہے۔ آپ بغداد میں وادی السلام میں مدفون ہیں اور آپ کا مزار بلاشبہ مرجع خلائق ہے۔

۶۲۔ جناب آقا سیّد علی (صاحب شرح کبیرہ صغیر)

جناب آقا سیّد علی بن سیّد محمد علی طباطبائی اصفہانی کربلائے معلیٰ میں سکونت پزیر تھے۔ سید محمد علی جوان کے والد ہیں، وہ سیّد ابوالمعلی صغیر کے فرزند اور وہ سیّد ابوالمعالی کبیر کے فرزند ہیں۔ سیّد ابوالمعالی کبیر کے کے تین بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ ان کے بیٹے سیّد ابو طالب سید علی اور سید علی اور سیّد ابوالمعالی تھے اور یہ سیّد بوالمعالی چھوٹے بیٹے تھے، ان کا ایک ہی بیٹا سیّد محمد علی تھا۔ یہ سیّد محمد علی آقا سید علی کے والد ہیں، سیّد ابوالمعالی کی کئی بیٹیوں میں سے ایک محمد رفیع جیلانی، جو مشہد مقدس میں رہتے تھے، کی زوجہ تھیں۔ مذکورہ سیّد علی آقا باقر بہبہانی کے بھانجے اور داماد ہیں۔ یعنی آقا محمد باقر کی بیٹی ان کی زوجہ تھیں۔ جو آقا سیّد محمد کی والدہ ہوئیں۔ انہوں نے بڑی عمر میں یعنی بتیس یا چھتیس سال میں اپنے ماموں آقا محمد باقر بہبائی کے اصرار پر تحصیل علم دین شروع کی اور یہ کام آقا سیّد محمد کی ولادت کے بعد کیا۔

آقا سیّد علی کی ولادت باسعادت کاظمین نامی پاکیزہ شہر میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کا سن ۱۱۶۱ھ ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں سے اسناد حاصل کیں۔ بڑے بڑے مرجع اور نقلی علوم کے ماہر، بہترین مقرر اور تحریر میں نہایت فصیح و بلیغ، علم منطق میں لاثانی اور اپنے زمانے کے بعد بھی بڑے مشائخ اور اساتذہ میں براہِ راست یا بالواسطہ آپ کے شاگرد رہے ہیں۔ آپ کے شاگردوں کی فضیلت آپ کے کمال علم کی دلیل ہے اور ان کے اصول کو ان کی فقہ پر فوقیت حاصل تھی۔ فاضل قمی فقہ میں زیادہ ماہر تھے، لیکن اس کے برعکس ان کی کتابوں کو زیادہ شہرت و مقبولیت ملی، جن میں سرفہرست "شرح کبیر" ہے اور میرزا قمی قوانین اصول ناموری و عروج کے اعتبار سے سورج کی ضیاؤں کی مثل ہیں۔ آپ نے اپنے ماموں جان آقا محمد باقر بہبہانیؒ سے علم حاصل کیا اور تیزی سے ترقی و ترویج کا سلسلہ طے کرتے ہوئے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

یہ سنا گیا ہے کہ آپ حکمت نہیں جانتے تھے اور علم ہیئت میں بھی مہارت نہیں تھی۔ آپ

کا ایک شاگرد علم ہیئت جانتا تھا، ایک دن آپ نے اس سے کہا کہ کسی دن میرے گھر آ کر علم ہیئت کی رو سے ضروریات قبلہ مجھے سمجھا دینا۔ تو شاگرد نے جواب دیا کہ جیسے ہم کتابیں بغل میں داب کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور پھر کچھ علم حاصل کرتے ہیں تو جناب بھی اپنی کتابیں بغل میں داب کر میرے گھر تشریف لائیں اور مسائل ہیئت مجھ سے سیکھیں۔

سیّد صاحب نے جواب دیا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے، لیکن میں جب بھی گھر سے نکلتا ہوں تو لوگ میرے پاس جمع ہو جاتے ہیں، میرا وقت ضائع ہوتا ہے اور میں کوئی کام نہیں کر سکتا۔ مگر یہ کہ سید صاحب اس کی بات پر رنجیدہ ہوئے اور اس رات حرم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام میں صبح تک عبادت میں مصروف رہے اور نہایت عاجزی سے خالق اکبر کو امام حسین علیہ السلام کا واسطہ دیا۔ دعا قبول ہوئی اور نتیجتاً علم ہیئت کے ضروری مسائل ان پر واضح ہو گئے۔ آپ ہمیشہ ہر شب جمعہ اول شب سے صبح تک عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ آپ بحث و مباحثے میں بھی ماہر تھے اور اخباری مذہب کی یلغار کے خلاف ایک آہنی دیوار کی طرح تھے۔ آپ کی لائقِ قدر تالیف شرح کبیر و صغیر کی شہرت و مقبولیت عالم تاب ہے۔

۶۳۔ حضرت آیۃ اللہ مرزا ابوالقاسم گیلانی المعروف مرزا قمیؒ

آپ ۱۱۵۱ھ میں ایران کے خوب صورت شہر اصفہان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی آخوند ملاّ حسن تھا، جو کہ گیلان سے تعلق رکھتے تھے اور جوانی ہی میں اصفہان کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ جناب ابوالقاسم گیلانی معروف بہ مرزا قمیؒ باریک بیں، عالم، محقق، صدق و یقین کے راستوں پر گامزن، دین و دنیا کی دولت کے مالک، باعمل عالم، زاہد بے مثل اور علم وفقہ کے ماہر تھے۔

آپ نے دینی علوم بچپن ہی میں حاصل کر لیے اور والد محترم کی اجازت سے مزید دینی علوم کی تحصیل کے لیے خوانسار روانہ ہوئے۔ جہاں پر اعلم وقت سید حسین خوانساری کا طوطی بول رہا تھا۔ آپ نے سید حسین خوانساری سے کسبِ فیض شروع کیا۔ آپ کی علمی تحقیق اور طلب و شوق دیکھ کر آپ کے استاد محترم آپ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے اور آپ کی شادی خانہ آبادی اپنی بہن سے کر دی، جو کہ نہایت نیک اور متقی تھیں۔ آپ نے خوانسار میں تعلیم و تزکیہ حاصل کرنے کے بعد ۱۱۷۴ھ میں عراق ہجرت کی اور کربلائے معلیٰ میں جناب باقر بہبہانی سے علم فقہ اور فلسفہ و منطق کی سند حاصل کی اور آپ کو اجتہاد کی سند بھی ملی۔

برسوں کی تعلیم اور علمی تحقیق کے بعد آپ دوبارہ اپنے آبائی گاؤں واپس آئے، تا کہ وہاں پر لوگوں کے دینی و علمی مسائل حل کریں۔ آپ کے گاؤں میں علم کی روشنی نہیں تھی اور جہل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایسے ہی ناگفتہ بہ حالات میں آپ نے شیراز، اصفہان اور جابلق میں علم کی روشنی پھیلائی اور اس راہ میں درپیش آنے والی تکالیف برداشت کیں۔

کچھ عرصے کے بعد آپ نے قم مقدسہ کی طرف سفر شروع کیا، قم میں اپنی جگہ بنائی اور جلد ہی قم کے لوگوں نے آپ کی علمی قابلیت کو درک کر لیا اور آپ کی عزت و ناموری میں اضافہ ہونے لگا۔ فتح علی شاہ قاجار بادشاہ وقت آپ کی امامت میں نماز پڑھتا تھا اور آپ کی سواری کی

مہار پکڑ کر خود پیدل چلتا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قم مقدسہ علم اور تحقیق کا مرکز بن رہا تھا اور آپ کا خلوص اور محنت اس سلسلے میں مسلسل شامل تھی۔ چاروں طرف سے طالبانِ علم و حکمت قم مقدسہ کا رخ کر رہے تھے، جہاں پر آپ کی علمی و تحقیقی قابلیت کا شہرہ تھا۔ آپ نے بے شمار سفر کیے اور اس دوران فقہ کی مشہور و معروف کتاب ''قوانین الاصول'' کو مکمل کیا۔ آپ نے عراق کا سفر کیا، اس کے علاوہ ۱۲۱۲ھ میں آپ نے حج بیت اللہ اور زیارات دربارِ نبوی ﷺ کی عظیم ترین سعادتیں حاصل کیں۔

آپ نے حج کے دوران جناب سید مہدی بحر العلومؒ سے ملاقات کی۔ آپ نے متعدد مرتبہ خوانسار کا سفر بھی کیا اور لوگوں کے علمی و فقہی مسائل حل کیے۔ شیخ عباس قمیؒ کتاب ''احسن المقال'' میں رقم طراز ہیں کہ: ''آپ عالم، فقیہ مجتہد، جلیل القدر بزرگ، زیادہ خشوع کرنے والے، خلوصِ دل سے آنسو بہانے والے، ہمیشہ نالہ و فریاد کرنے والے، عمدہ معاشرت رکھنے والے اور ہمیشہ علم کی تحصیل میں مگن رہنے والے تھے۔ آپ کا مقبرہ قم میں مشہور اور کرامات کے ساتھ معروف ہے۔''

آپ کے ہونہار و ذہین ترین شاگردوں میں محمد ابراہیم کلباسی، حجۃ الاسلام سید محمد باقر سرفہرست ہیں۔ آپ نے بے شمار قلمی آثار چھوڑے ہیں اور فقہ، اصول اور کلام میں قابل قدر کام کیا ہے۔ آپ کی سب سے معروف و مقبول کتاب ''قوانین الاصول'' ہے، جو کہ ایک طویل عرصے تک حوزۂ علمیہ میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔

آپ نے اپنی پوری زندگی دینی علوم کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دی اور ساتھ ساتھ لوگوں کے مسائل دینی بھی حل کرتے رہے۔ آپ فتح علی خان قاچار کو بھی حسب موقع نصیحت کرتے رہتے تھے۔ آپ انتہائی درجے کے صابر، متقی اور پرہیز گار تھے اور اس وقت کے جید علماء آپ کی پرہیز گاری کے قائل تھے۔ آپ نے ۱۲۳۱ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے

مزار مقدس پر آج بھی عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ بہ قول شاعر ؎

انسان کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو

انسان تو ہر دور میں انمول رہا ہے

۶۴۔ جناب شریف العلماء محمد شریف بن مُلّا حسین عاملی مازندانیؒ

"قصص العلماء" میں صفحہ نمبر ایک سو بائیس پر مؤلف لکھتے ہیں:

جناب محمد شریف مُلّا حسن علی مازندانی آملی، جن کا لقب شریف العلماء فقہاء کے لیے قابل اتباع، فضلاء کے لیے نمونہ، علم اصول کے بانی، لاثانی اُستادِ محترم، یکتائے زمانہ، علم منقول کے آفتاب عالم تاب اور آسمان اصول کے بدر کامل تھے۔ آپ کا مولد و مدفن کربلائے معلیٰ ہے۔ لوگ آپ کے گرد حلقہ کیے رکھتے تھے۔ گلستان علماء میں ایسا باثمر شجر کسی نے نہیں دیکھا۔ آپ قواعدِ اصول میں طاق تھے۔ آپ کی مجلس درس میں ہزار سے زیادہ افراد شرکت کرتے تھے اور آپ کے ہونہار شاگردوں میں جناب آقا سید ابراہیم آخوند مُلّا یزدی، آخوند مُلّا دربندی، سعید العلماء بار فروش آقا محمد شفیع بروجردی، شیخ مرتضیٰ انصاری جیسے جید علمائے کرام تھے۔

مقدمات اول کی تحصیل جناب آقا سید محمد سے کی، پھر استاد آقا سید علی کی شاگردی اختیار کی، آخر حال یہ کہا کرتے تھے کہ نو برس تک آقا سید علی کی شاگردی اختیار کی، پھر مجھے کسی سے سیکھنے کی ضرورت نہ رہی اور خود فتویٰ دینے کے لائق ہو گیا۔ بعدازاں یہ بھی کہنے لگے کہ اب استاد محترم سے میں کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتا، کیوں کہ وہ میرے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے اور جواب سے قاصر ہونے کی بنا پر مجھ پر بگڑ جاتے تھے۔ چناں چہ اپنے والد محترم کے ساتھ عجم کے شہروں کا سفر شروع کیا اور ہر شہر میں ایک یا دو ماہ رہتے، کتابوں اور تحصیل علم کے اسباب کے حصول کے طلب گار تھے، وہ نہ میسر آسکے اور کسی نے کوئی مدد بھی نہیں کی تو آٹھویں امام حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور پھر کربلائے معلیٰ واپس آ گئے۔

ابتدا میں ایک سال یا اس سے کچھ عرصہ کم میرزا قمی سے تحصیل علم میں مصروف رہے۔ کربلا واپس آنے کے بعد پھر آقا سید علی کی مجلس میں جانے لگے کہ شاید کچھ حاصل ہو، لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیوں کہ استاد بھی ضعیف العمر ہو گئے تھے، تو خود ہی مطالعے، مباحثے اور اپنی

کوششوں کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ تھوڑی ہی مدت میں خود استاد ہو گئے اور بہترین ارباب منقول میں شمار ہونے لگے۔ اصول کو بہتر طریقے سے تبدیل کیا عمدہ ترتیب قائم کی اور تحقیق کی بنیاد ڈالی کہ ان سے پہلے اور ان کے بعد علم منقول میں ایسا شخص نہیں دکھائی دیا۔ ہر مسئلے کے متعلق ایسے مقدمات ترتیب دیے کہ ان کی وجہ سے تمام شبہات دور ہو جاتے ہیں

آپ نے ۱۲۴۵ھ میں کربلائے معلیٰ میں وفات پائی۔ ایک فرزند تھا، وہ بھی اسی سال خالق حقیقی سے جا ملا، مگر روحانی اولاد بحمد اللہ بہ کثرت ہے۔ آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں سے خاص طور پر آخوند ملّا اسماعیل یزدیؒ نے اپنے کارناموں کی بنیاد پر خاص الخاص نام کمایا۔ آپ کا یہ پختہ یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کا نہایت گراں قدر مقام و مرتبہ ہے۔

۶۵۔ جناب آقا حجۃ الاسلام حاجی سیّد محمد باقرؒ

جناب حاجی سید محمد باقر ابن سید محمد تقی موسوی ثفتی، دشتی اصفہان میں سکونت پزیر تھے۔ حجۃ الاسلام لقب تھا۔ یکتائے زمانہ اور پیشوائے وقت تھے۔ علوم عربی، ہیئت، فقہ، رجال و درایت میں باکمال تھے۔ عالم باعمل، استاد، زہد وتقویٰ پر عمل کرنے والے تھے۔ مرزا تنکابنی لکھتے ہیں کہ ان کے والد محترم اور حجۃ الاسلام میں اچھی دوستی تھی۔

حجۃ الاسلام کا طریقۂ تدریس نہایت متین تھا۔ فقہاء کے اقوال کو بڑی تفصیل سے بیان کرتے تھے۔ لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے درس میں شرکت کرتی تھی۔ آپ ہر ہفتے دو روز یا تین روز درس دیتے تھے۔ آپ بہت عبادت گزار تھے اور راتوں کو جاگ جاگ کر عبادت، گریہ و زاری کرتے اور کثرت سے مناجات پڑھتے رہتے تھے۔ آپ کی نماز کے بارے میں شیخ محمد حسن صاحب جواہر نے عرفانی تحقیق کے ساتھ کیفیت بیان کی ہے۔

ابتدائی دور میں حجۃ الاسلام انتہائی فقر و فاقے کی زندگی بسر کرتے تھے کہ اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ جب نجف اشرف میں جناب بحر العلوم کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتے تھے تو ان میں اور حاجی محمد ابراہیم کلباسی میں بہت دوستی اور محبت تھی۔ ایک دن حاجی کلباسی سید صاحب سے ملنے گئے۔ دیکھا کہ وہ زمین پر پڑے ہیں اور شدتِ بھوک کے باعث غش کھا گئے ہیں حاجی فوراً بازار گئے اور مناسب غذا لے کر آئے اور انہیں محبت وخلوص سے کھلائی۔ آپ آقا بحر العلوم کے ہونہار ترین شاگردوں میں سے تھے۔ ابتدائی زندگی میں نجاست کے معاملے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ آقا سید بحر العلوم کے گھر کے باہر پانی کا حوض بنا ہوا تھا۔ سید صاحب اکثر ان کے گھر آ کر اس حوض سے طہارت کیا کرتے۔ آخر ان کے استاد محترم کو ان کی تنگ دستی کا علم ہو گیا، تو ان سے فرمایا کہ کھانے کے وقت میں گھر آ جایا کرو اور اس بات پر بڑے مصر ہوئے ۔سید صاحب مسلسل انکار کرتے رہے۔ آخر سید صاحب نے کہا کہ اب اگر اس بارے میں آپ

اصرار فرماتے رہے، تو میں نجف سے چلا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں نجف اشرف ہی میں رہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تحصیل علم کرتا رہوں تو پھر آئندہ ایسی زحمت نہ فرمائیں۔ مجبوراً بحر العلوم خاموش ہو گئے۔ جب سیّد صاحب کربلائے معلیٰ میں آقا سیّد علی صاحب ریاض سے درس لیا کرتے تھے، تو آپ کی جوتیاں کثرت استعمال سے گھس چکی تھیں۔ آقا سید علی نے ایک شخص سے طے کر رکھا تھا کہ روزانہ دو روٹیاں ایک صبح اور ایک شام حجۃ الاسلام کے لیے لایا کرے، جب آپ اصفہان آئے، تو سوائے ایک رومال کے (جس میں ناشتہ اور حوالے کی کتاب تھی) اور کچھ ساتھ نہ تھا۔

یہ اُن کی تنگ دستی کے آخری دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن قصاب سے بکری کا پھیپھڑا خریدا اور گھر روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک کتیا کو دیکھا، جو کہ اپنے بچوں کے ساتھ بھوک سے بلبلا رہی تھی۔ انہوں نے اپنی اور اپنے بچوں کی بھوک کو اس کتیا اور اس کے بچوں کی بھوک پر ترجیح نہ دی اور پھیپھڑا اس کے آگے ڈال دیا، جس پر کتیا اور اس کے بچے ٹوٹ پڑے۔ القصہ حجۃ الا سلام فرماتے ہیں کہ اس بھوکی کتیا کے واقعے کے بعد دنیا کی دولت میرے اوپر ٹوٹ پڑی۔ سبحان اللہ۔

یہاں تک کہ ہندوستان سے ہاتھی پر لاد کر مال امامؑ اور کارِ خیر آتا تھا۔ ایران اور دیگر علاقوں سے جو مال آتا تھا، وہ الگ ہے۔ یہ واقعہ حقیقت میں بہت مثالی اور سبق آموز ہے، جس سے ہم سب کو بھی نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ اول و آخر کے علمائے امامیہ میں سوائے علم الہدیٰ سید مرتضیٰؒ کے آپ کی طرح دولت و ثروت کسی کو میسر نہ ہوئی۔ جس برس آپ مکہ معظّمہ کی زیارت سے مشرف ہوئے آپ کے کتب خانے کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا تو پانچ ہزار تومان کی کتابیں تھیں۔ مثلاً شرح لمعہ کئی طرح کی تھیں۔ کچھ کے کاغذ پر جدول طلائق کے ساتھ، کوئی نقرئی، کوئی مماثل کی شکل کی، وغیرہ وغیرہ۔ آپ آخری عمر تک کتابیں بصد شوق خریدتے اور

پڑھتے رہے (آج کل کے لوگوں کے برعکس کہ جن میں مطالعے کا شوق ناپید ہوتا جا رہا ہے)

آپ کی مرزائے قمی نے تعریف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ سلطان وقت نے مرزائے قمی سے گزارش کی کہ ایک عالم جو ہر لحاظ سے بے عیب ہو، مسجد شاہ طہران کے لیے وقف کر دیں، جو وہاں نماز پڑھائے، تو مرزا قمی نے جواب میں لکھا کہ آقا سید محمد باقر جو اصفہان میں رہائش پزیر ہیں، وہی اس قدر و منزلت کے حق دار ہیں اور ان سے بہتر مجھے کوئی دکھائی نہیں دیتا۔ آخر کار سلطان نے آپ کو درخواست بھجوائی اور کافی اصرار کیا، لیکن آپ نے انکار کر کے معذرت کر لی۔

آپ مال امامؑ اور کار خیر کو فی الفور غرباء، فقراء، طلباء اور ناداروں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور غریب، بھوکے مسافروں، مسکینوں کے لیے گوشت اور روٹی کا انتظام الگ کرتے تھے۔

آپ آخری عمر میں علیل ہوئے اور اسی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے۔ آخوند مُلا علی اکبر خوانساری نے غسل دیا اور ان کی مسجد کے پہلو میں ایک جگہ بنی ہوئی تھی، حسب وصیت وہیں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ یہ پیارا سا شعر آپ جیسے اللہ کے پیارے لوگوں ہی کے لیے کہا گیا ہے ؎

کیا خاک وہ جینا ہے جو اپنے ہی لیے ہو
خود مٹ کے کسی اور کو مٹنے سے بچا لے

❋❋❋❋❋

۶۶۔ جناب حاجی مُلاّ احمد نراقیؒ

جناب مُلاّ احمد بن محمد مہدی نراقی کاشانیؒ سرزمین ایران کے معروف عالم دین اور اسلامی علاقوں کے جید علماء میں سے تھے۔ آپ نہایت ذہین وفطین اور شعری ذوق کے مالک تھے آپ کے والد محترم جناب آخوند مُلاّ محمد مہدی نراقی تھے، جو کہ نراقی اوّل کہلاتے ہیں۔ آپ نے آقا سید مہدی بحرالعلومؒ اور آقا باقر بہبہانیؒ کے شاگردوں سے تحصیل علم کیا۔ حاجی سید محمد شفیع بروجردی بیان کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ میں اپنے والد آخوند مُلاّ مہدی کے ساتھ آقا باقر کی مجلسِ درس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ آپ اصلاً نراقی تھے، لیکن کاشان میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ علم اُصول، علم اخلاق اور فقہ میں زبردست قلمی آثار آپ کے باقیات الصالحات میں سے ہیں۔ مشہور ہے کہ ایک نصرانی پادری کے شبہات کو رد کرنے کے لیے آپ نے کتاب ''سیف الدّمہ'' لکھی۔ اس پادری نے دین اسلام میں چند شبہات ظاہر کیے۔ پادری اپنا لباس تبدیل کر کے چند سال تک آخوند مُلاّ علی نوری کے درس میں بھی شریک ہوتا رہا اور پھر اپنے شبہات کو منظر عام پر لایا۔ کئی علماء نے اس کے جوابات لکھے، اور آپ نے چھ ماہ تک اپنے درس کو معطل رکھا اور پادری کے شبہات کی وضاحت میں مصروف رہے۔

''سیف الدّمہ'' اسی موضوع پر ہے، جس میں بہترین انداز میں باطل شبہات کو دفع کیا گیا ہے۔ فقہ میں آپ کی معروف کتاب ''مستند الشّیعہ'' ہے۔ کہتے ہیں کہ حاجی مُلاّ احمد کا ایک فرزند تھا، جسے آپ بہت چاہتے تھے۔ وہ ایسا بیمار پڑا کہ آپ اس کی زندگی سے ناامید ہو گئے اور بے اختیار دیوانہ وار گھر سے نکل پڑے۔ کاشان کی گلیوں میں چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک درویش سامنے آ گئے اور پوچھنے لگے کہ کیوں پریشان ہو؟ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میرا بیٹا سخت بیمار ہے اور اس کی زندگی سے ناامید ہو چکا ہوں۔ درویش نے کہا کہ یہ تو بڑی آسان بات ہے۔ انہوں نے اپنا نوک دار عصا زمین پر گاڑا اور بغیر قرأت کے اور شرائط کا لحاظ کیے بنا

سورۃ الحمد شریف پڑھی اور ایک پھونک ماری۔ شیعہ امامیہ مذہب میں یہ بات تواتر سے ثابت ہے اور آئمہ طاہرین علیھم اسلام کی متواتر احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ سورۃ الحمد قطعی طور پر شفا ہے تمام روحانی وجسمانی بیماریوں کے لیے۔ مزید برآں یہ حقیقت ہے کہ سورۃ الحمد میں یقینی طور پر اسم اعظم موجود ہے اور یہ کہ سورۃ الحمد کو اگر مردے پر پڑھ دیا جائے اور مردہ اُٹھ کر بیٹھ جائے تو کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

''حاجی تم جاؤ، تمھارے بیٹے کو شفا مل گئی ہے۔'' حاجی صاحب سے جب درویش نے یہ جملہ کہا تو حاجی صاحب کو تعجب ہوا، لیکن یہ سمجھ کر کہ شاید حقیقت ہو، گھر کی جانب روانہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ بچے کو پسینہ آیا ہوا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صحت پا چکا ہے۔ حاجی صاحب حیرت زدہ رہ گئے اور درویش کو دیکھنے کے لیے کسی کو بھیجا۔ کاشان کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن درویش کا پتا نہیں ملا۔ سات آٹھ ماہ کے بعد حاجی صاحب نے پھر ایک دن کسی گلی میں درویش کو دیکھا تو ان سے بصد احترام کہا کہ اے درویش، تم نے راہ طریقت تو اختیار کر لی اور صاحب علم بھی ہو گئے، لیکن اس دن تم نے سورۃ الحمد کی اچھی تلاوت نہیں کی اور تمہاری قرأت صحیح نہیں تھی، لہٰذا تمہیں چاہیے کہ احکام شرعی کی تعلیم حاصل کرو۔ درویش نے جواب دیا کہ تمہیں ہمارا حمد پڑھنا پسند نہ آیا، تو اب میں پھر پڑھتا ہوں۔ پھر اسی طرح عصا کو زمین پر نصب کیا اور پھر سورۃ الحمد پڑھی اور پھونک ماری اور حاجی صاحب سے کہا کہ اب تم جاؤ۔ حاجی صاحب گھر پہنچے تو وہی بچہ بیمار ہو چکا تھا اور بالآخر اسی مرض میں اس نے وفات پائی۔

شیخ عباس قمی (احسن المقال، جلد دوم میں) رقم طراز ہیں کہ: آپ نے ۱۲۴۴ھ میں نراق شہر میں وفات پائی، آپ کے جسد مبارک کو نجف اشرف لایا گیا اور امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی علیہ السلام کے روضۂ مبارکہ کے صحن میں حضرت امیرؑ کے سرہانے کی پشت پر ان کی تدفین عمل میں آئی۔

۶۷۔ جناب الحاج محمد تقی بن محمد برغانی قزوینیؒ (شہیدِ ثالث)

آپ عالمِ باعمل، فقیہ، بہترین صفات کے حامل تھے۔ تہران کے نزدیک ایک گاؤں برغان میں پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے ولادت اور مدفن دارالسلطنت قزوین تھا۔

آپ نے ابتدا میں تعلیم قزوین میں حاصل کی، اس کے بعد قم المقدسہ میں جناب فاضل قمی صاحب قوانین الاصول کے دروس میں باقاعدگی کے ساتھ شرکت کی، بعد ازاں اصفہان میں وہاں کے علمائے کرام سے دینی علوم حاصل کیے اور ساتھ ہی علم و حکمت کے مختلف گوشوں کو بھی درک کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ عتباتِ عالیہ کی زیارات سے مشرّف ہوئے اور جناب آقا سیّد بن سیّد محمد علی طباطبائیؒ کے درس میں حاضر ہوتے رہے۔ جناب آقا سیّد بن سیّد محمد علی طباطبائیؒ صاحبِ کتاب ''ریاض'' ہیں، جو بہترین اور اعلیٰ پائے کی کتاب ہے۔

علاوہ ازیں آپ، جناب آقا سیّد علی صاحب شرح کبیر کے شاگرد تھے۔ آپ تحصیل علم کے بعد تہران تشریف لائے اور وہاں آپ کو بہت مقبولیت ملی۔

آپ کو شہیدِ ثالث بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ کی شہادت شہیدِ ثالث کی شہادت کے مثل ہے۔ آپ کو اپنے استاد جناب آقا سیّد علی اعلیٰ اللہ مقامہ اور عالمِ باکمال جناب شیخ جعفر نجفیؒ صاحب کاشف الغطاء اور جنا[illegible] آقا سیّد علیؒ کے فرزند جناب آقا سیّد محمد سے اجازۂ اجتہاد ملا ہے۔

صاحبِ کتاب ''قصص العلماء'' نے اسی کتاب میں ایک مقام پر تحریر کیا ہے کہ انہوں نے بھی جناب شہید ثالث ہی سے اجازۂ اجتہاد حاصل کیا تھا۔

۱۲۴۲ھ میں آپ نے جناب شیخ جعفر کاشف الغطاء کے ساتھ مل کر جہاد میں بھی حصہ لیا، بعد میں جناب شیخ جعفر کاشف الغطاء سے اجازہ لے کر فتح علی شاہ قاچار کے زمانے میں

ایران واپس آ گئے۔قزوین میں مقیم ہوئے اور سلسلۂ دروس ومجلس قائم کیا۔آپ نے ایران میں بہائیت (جو بابی مذہب کی ایک شاخ ہے) کے خلاف کثرت سے وعظ کرنا شروع کیا اور بہائیوں کے کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

ساتھ ہی نمازِ جمعہ کی امامت بھی آپ کے سپرد تھی۔آپ ایک شعلہ بیاں مقرّر بھی تھے۔آپ کے دروس نہایت پُر معنیٰ ہوا کرتے تھے۔علماء وطلباء کی بڑی تعداد ان دروس میں باقاعدگی سے شریک ہوتی تھی۔

آپ کی شانِ عبادت یہ ہوتی تھی کہ نصف شب سے طلوعِ سحر تک مسجد میں رہتے مناجات اور گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے۔انتہائی برفانی موسم میں بھی آپ اسی طرح عبادتِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

جناب قزوینی شہیدِ ثالث نے فرمایا کہ اجتہاد کے بھی سرمایۂ تجارت کی طرح بہت سے مراتب ہوتے ہیں۔کسی کے پاس دس روپے،کسی کے پاس بیس روپے،کسی کے پاس سو،کسی کے پاس ہزار اور کسی کے پاس پانچ ہزار۔اجتہاد بھی سوت کاتنے کے چرخے کی طرح ہوتا ہے کہ ایک چکّر میں ایک بنولہ، پھر دوسرا اور تیسرا، کبھی کم اور کبھی زیادہ۔

یعنی جس طرح چرخے سے اُون کاتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ سوت تیار ہوتا ہے، اسی طرح مرتبۂ اجتہاد تک زینہ بہ زینہ پہنچ سکتے ہیں اور بڑی محنت شاقہ اور کاوش کے بعد مجتہد کے درجے پر فائز ہوتے ہیں۔

شہیدِ ثالث الحاج جناب ملاّ محمد تقی برغانی کی کتابوں میں ایک مایہ ناز کتاب ''سیرۃ الاصول'' دو جلدوں میں ہے اور علمِ اصول پر مبنی ہے۔ضخامت میں تقریباً ''قوانین الاصول'' کے مساوی ہے۔دوسری معروف کتاب ''منہاج الاجتہاد'' ہے، جو شرائع کی شرح ہے۔طہارت سے لے کر دِیات تک چوبیس جلدوں پر مشتمل ہے، جو جناب شیخ محمد حسن کی معروف

کتاب ''جواہر الکلام'' کے مساوی ہے۔ جس زمانے میں شیخ محمد حسن ''جواہر الکلام'' لکھ رہے تھے تو جب موضوع جہاد پر پہنچے تو خاطر خواہ مواد دستیاب نہ ہو سکا۔ کیوں کہ فقہاء نے جہاد کے موضوع پر بہت کم لکھا ہے، لہٰذا جناب شیخ محمد حسن نے آپ کی معروف کتاب ''منہاج الاجتہاد'' کی مدد سے کتابِ جہاد کی تالیف مکمل کی۔

آپ کی تیسری بہترین کتاب ''مجالس المتقین'' ہے جو کہ موضوعِ وعظ پر پچاس مثالی مجالس پر مشتمل ہے۔ علمائے کرام کی تحریروں اور تقاریر میں ان کتب کے حوالے اکثر ملتے ہیں۔

آپ نے بابی مذہب یعنی مذہب باطلہ کو پھیلنے سے روکنے کے لیے برسرِ منبر لوگوں سے خطاب کیا اور لوگوں کو مرزا باب کی فتنہ انگیزی سے خبردار کرتے ہوئے اس گروہ کو کافر قرار دیا، جس کی وجہ سے مخالف آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔

۱۲٦۴ھ میں ایک نصف شب آپ گھر سے نکل کر اپنی مسجد میں پہنچے اور محرابِ عبادت میں مصلے پر عبادت میں مشغول ہو گئے، اسی دوران باغی گمراہ بابی فرقے کے لوگوں نے آپ کو نیزہ مار کر زخمی کر دیا، آپ کی شہادت دو روز بعد ہوئی۔ پانی تک نہیں پی سکتے تھے۔ کیوں کہ زبان کٹ گئی تھی۔ اسی عالم میں سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیاس کو یاد کرتے کرتے جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

آپ کو قزوین میں شاہزادہ حسین کے جوار میں ایک علیحدہ مقبرے میں، جو جناب مرزا ابوالقاسم شیرازیؒ نے اپنے لیے تعمیر کرایا تھا، سُپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزارِ مبارک مرجع خاص و عام ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دلی دُعا ہے کہ ہم سب کو بحق حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام شہادت کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین ثمّ آمین۔ الحمد للہ رب العالمین

۶۸۔ جناب آقا سیّد ابراہیم بن سیّد محمد باقر موسویؒ

آپ کے بارے میں مؤلف ''قصص العلماء'' مرزا تنکابنی صفحہ نمبر سترہ پر رقم طراز ہیں:

اس خاکسار کے استاد محترم ہر جگہ شہرت رکھنے والے، یگانہ روزگار اور علم فقہ، علم الاصول و رجال میں بے مثل، تدریس میں تمام مدرسین پر فوقیت رکھنے والے مینارِ تحقیق اور فقاہت کا طور تھے۔ آپ کا درس ہر ایک کے لیے ہوتا تھا اور ہر ایک حسبِ حال اپنی بساط بھر نفع اُٹھاتا تھا۔ عتبہ عالیہ حسینیہ میں رہائش پزیر تھے اور سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے حائر مبارک کے صحن سے متصل جو مسجد مدرسہ سردار کی ہے، اس میں درس دیا کرتے تھے۔

آپ کے درس میں سات، آٹھ سو بلکہ ہزار کے لگ بھگ طالب علم، فقہاء و مجتہدین، مسئلے کا استنباط کرنے والے افراد موجود ہوتے تھے، مثلاً آقا شیخ زین الدین بارفروش، آقا سید حسین ترک، مرحوم آقا سیّد ابوالحسن تنکابنی، حاجی محمد کریم مجتہد لال جی مرحوم، شیخ عبدالمتین طیرانی اور دیگر۔ ان میں سے ہر ایک اپنے میدان میں باعمل و باکمال تھا۔ مجھے بھی سالہا سال ان کی شاگردی کا شرف حاصل رہا اور علوم نقلی جو فقہ سے متعلق ہیں اور علم اصول و رجال میں استاد محترم سے سند پائی ہے۔

آپ نے استاد آقا سیّد علی اعلیٰ اللہ مقامہ صاحب شرح کبیر و صغیر جیسے جلیل القدر اور متقی پرہیزگار بزرگ سے درس پڑھا اور ان کے بعد علم کے عظیم سمندر موسس اصول جناب محمد شریف بن مُلّا حسین علی آملی مازندانی جو شریف العلماء کا لقب رکھتے تھے اور جن کا مسکن و مدفن بلاد کربلائے معلیٰ تھا، کے شاگرد ہوئے۔ شریف العلماء کی مجلس درس میں ایک ہزار سے بھی زائد طلباء و علماء شریک ہوتے تھے۔ چوں کہ شریف العلماء ابتدا میں فقہ کا درس نہیں دیتے تھے، تو سیّد استاد علم اصول کی تحصیل کے بعد نجف اشرف تشریف لے گئے اور سب سے بڑے فقیہ اکرم، افضل اور اعلم اور بہترین محقق جلیل ترین بزرگ ترین عالم شیخ علی بن جعفر جو محقق ثالث کہلاتے

ہیں، ان کے درس فقہ میں سترہ ماہ تک باقاعدگی سے حاضر ہوتے رہے اور فقہ سیکھتے رہے۔ پھر کربلائے معلیٰ واپس تشریف لائے۔ اس بنا پر شریف العلماء ان سے بڑے شکستہ خاطر ہوئے کہ میرے درس سے کیوں کنارہ کشی اختیار کی۔ اس پر بعض شاگردوں نے عذر پیش کیا کہ آپ فقہ کی تعلیم نہیں دیتے، جب کہ فقہ طلباء کے لیے نہ صرف ضروری بلکہ علم الاصول کا مقدمہ ہے۔ چناں چہ شریف العلماء نے ایک درس فقہ کا آغاز کیا اور اس کے آٹھ ماہ بعد خالق حقیقی سے جاملے۔

بہرحال سیّد استاد نے اپنے درس کا آغاز کیا اور اس وقت تین سو افراد آپ کی مجلس درس میں شرکت کرتے تھے۔ آپ کا حافظہ ماشاء اللہ بہترین تھا۔ ایک مرتبہ جو نظر سے گزر جاتا، وہ حفظ ہو جاتا اور آپ بہت خوش خط بھی تھے۔ آپ کو محکمۂ اوقاف (حکومتِ ہند) سے سالانہ ایک بڑی رقم ملتی تھی جس سے آپ فقراء کی دست گیری کرتے تھے۔ آپ اخلاق حمیدہ کے حامل تھے۔

جناب شیخ محمد حسن صاحب جواہر اور جناب شیخ مرتضیٰ انصاری آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ کی نمایاں تالیفات میں کتاب ''ضوابط الاصول'' سرفہرست ہے اور مشہور ہے کہ آپ نے یہ کتاب مکہ معظّمہ میں دو ماہ میں تالیف کی تھی۔ آپ نے یہ نادر نسخہ اس طرح تحریر کیا کہ اکثر صفحات کی سطروں میں اول و آخر کے حروف یکساں ہوتے تھے۔ مثلاً ایک صفحے پر اگر ہر سطر کے شروع میں الف آیا ہے تو اس صفحے کی ہر سطر کے آخر میں نون یا لام تھا۔

آپ کی رحلت ۱۲۶۴ھ میں ایک وبائی بیماری کے نتیجے میں واقع ہوئی، تو اہالیان کربلا نے ان کے جنازے کو حرم سیّد الشہداء حضرت امام حسینؑ اور حرم حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام میں طواف کرایا۔ ہر طرف قیامت صغریٰ بپا تھی۔

۶۹۔ جناب شیخ محمد حسنؒ (صاحب الجواہر)

آپ کی تاریخ ولادت ۱۲۰۰ھ اور وفات ۱۲۶۶ھ ہے۔

عالم جلیل جناب شیخ محمد حسن بن شیخ باقر نجفی کا مقام ومنزلت بیان نہیں کی جاسکتی۔ اپنے وقت کے فاضل ترین علماء میں سے تھے اور مسائل کو بڑی عرق ریزی سے حل کرتے تھے۔ بزرگ علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ شیخ کاشف الغطاءؒ کے شاگرد تھے، ابتدا میں سید جواد آملی کی شاگردی بھی اختیار کی۔ آپ کی معروف کتاب ''جواہر الکلام'' ہے، جو شرائع الاسلام کی شرح ہے۔ اس کتاب کو شیعہ فقہ میں دائرۃ المعارف کا نام دیا گیا ہے، اس وقت کوئی بھی فقیہ اپنے آپ کو جواہر سے بے نیاز نہیں سمجھتا، یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے۔ آپ نے نجف میں قیام کے دوران حوزہ قائم کیا اور بے شمار نامور شاگرد تیار کیے اور آپ نسلاً عرب تھے۔ آپ کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ شیخ الفقہاء شیخ مرتضیٰ انصاری اعلیٰ اللہ مقامہ کے استاد اور جناب بحر العلوم اور کاشف الغطاء کے شاگرد تھے۔

یہ شیعہ مذہب کی سند یافتہ کتاب ہے، جو کہ بیس ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ نے مسلسل تیس سال تک محنت کر کے اس کتاب کو تالیف کیا۔ اس وقت کے حالات میں تیس سال تک عرق ریزی کرنا اور پھر مسائل کو حل کر کے بہترین طریقے سے لکھنا، اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ واقعاً کس قدر توانائی اور محنت شاقہ کے تناظر میں یہ شاہکار کتاب عالم وجود میں آئی ہوگی۔ آپ کو بجا طور پر ''صاحب جواہر'' بھی کہا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں حکم دیا کہ نجف اشرف کے علماء کو جمع کیا جائے، جب صفِ اوّل کے علماء جمع ہوئے تو صاحب جواہر نے فرمایا: شیخ انصاری کو بلاؤ، جب لوگ آپ کی تلاش میں آئے تو دیکھا کہ شیخ انصاری حرم امیر المومنین امام المتقین حضرت علیؑ کے ایک گوشے میں قبلہ رخ ہو کر صاحبِ جواہر کی صحت یابی کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ آپ جب

صاحبِ جواہر کی خدمت میں پہنچے تو صاحبِ جواہر نے مرتضٰی انصاری کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور فرمایا کہ ''اب موت مجھ پر آسان ہے۔'' اس کے بعد حاضرین کو گواہ بنایا اور فرمایا کہ ''یہ شخص میرے بعد تمہارا مرجع ہوگا۔'' اور پھر کرنا خدا کا یہ ہوا کہ ایسا ہی ہوا۔

۷۰۔ جناب شیخ مرتضیٰ انصاریؒ

آپ کو اعلم اعظم کہا جاتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۱۴ھ میں ہوئی اور ۱۲۸۱ھ میں رحلت ہوئی۔ آپ نجفِ اشرف کے رہنے والے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب صحابیِ رسولِ اکرم ﷺ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے جاملتا ہے۔ آپ کو خاتم الفقہاء اور مجتہدِ دین کے القابات عطا ہوئے۔ آپ نے تعلیم کا آغاز حاجی ملا احمد نراقی سے کیا، پھر شریف العلماء کی شاگردی اختیار کی۔ بہت متقی، پرہیز گار، عابد وزاہد تھے۔ نماز، نوافل، مراقبہ، نمازِ جعفر طیارؑ اور زیارتِ عاشورا وغیرہ سب پابندی وقت کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ آپ کو علمِ اصول کا بانی کہا جاتا ہے۔ آپ نے ایران کے شہروں مشہد، کاشان، اصفہان اور بروجرد کا سفر بھی کیا اور پورے سفر میں مختلف اساتذہ سے علمی استافہ بھی کیا۔ آپ نے علم اصول اور اس کے ذیل میں فقہ کو نئے مرحلے پر پہنچایا۔ شیخ کا لفظ ۱۲۸۱ھ سے آپ ہی کے لیے مخصوص ہے۔

آپ نے شیخ محمد حسن صاحبِ جواہر الکلام کی رحلت کے بعد امامیہ شیعیت کی مرجعیت سنبھالی۔ آپ کی دو کتابیں "رسائل" اور "مکاسب" بہت معروف ہیں، جو کہ آج بھی حوزۂ علمیہ میں درس کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ نے ۱۲۸۱ھ میں نجف اشرف ہی میں وفات پائی اور وہیں حرم امیر المومنین حضرتِ علیؑ کے صحن میں باب قبلہ کی طرف ایک کمرے میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

آپ کے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ صاحبِ کتاب "دارالسلام" نے اپنے ہم عصر برادر ایمانی فاضل ربانی آقا مرزا حسن آشتیانی سے نقل فرمایا ہے، جو جناب شیخ کے شاگرد تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم چند طلباء حرم امیر المومنین، امام المتقین حضرت علیؑ کی زیارت سے فیض یاب ہو رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا، جس نے آ کر شیخ صاحب کو سلام کیا اور ان کے ہاتھوں کو چوما، تو طلباء نے ان کا تعارف کرایا کہ ان صاحب کا یہ نام ہے۔ اور علمِ جفر و رمل کے

بڑے ماہر ہیں، روشن ضمیر ہیں، دل کی بات بتادیتے ہیں۔

یہ سن کر شیخ صاحب متبسم ہوئے اور بہ نظر امتحان فرمایا کہ اگر ایسی خبر دیتے ہوتو بتاؤ کہ اس وقت میرے دل میں کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے دل میں سوال ہے کہ آیا میں نے حضرتِ صاحب الامرؑ کی زیارت کی سعادت حاصل کی ہے؟ ہاں دو مرتبہ آپ نے زیارت کی سعادت حاصل کی ہے، ایک مرتبہ سردابِ مقدس میں اور دوسری مرتبہ اور جگہ پر۔ یہ سنتے ہی شیخ صاحب فوراً اٹھ کر کھڑے ہوئے اور وہاں سے تشریف لے گئے۔ اس طرح جیسے کوئی شخص دوسروں پر اپنی پوشیدہ بات کا اظہار نہ کرنا چاہتا ہو۔

۷۱۔ جناب مرزا محمد تنکابنی ؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد بن سلیمان بن محمد رفیع بن عبدالمطلب بن علی تنکابنی ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۳۴ھ یا پھر ۱۲۳۵ھ ہے۔ جیسا کہ آپ نے خود اپنی کتاب ''قصص العلماء'' کے صفحہ چھیاسی پر لکھا ہے۔ آپ کے والد محترم بھی ایک عبادت گزار بندے تھے۔ آپ کے جد اعلیٰ مُلاّ علی بھی جید علماء میں سے تھے۔ آپ کے دادا جان مُلاّ محمد رفیع بھی علوم میں ماہر تھے۔ آپ کے والد محترم جناب مرزا سلیمان عربی زبان میں کمال رکھتے تھے۔ انہوں نے جناب مُلاّ علی نوری ؒ کی بائیس سال شاگردی کی۔ جناب مُلاّ صدری کی کتابیں ان سے پڑھیں، اپنے وقت کے علماء اور حکماء میں شمار کیے جاتے تھے آپ کے والد محترم نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی۔ اپنے والد بزرگوار کے بارے میں آپ اپنی خود نوشت سوانح ''قصص العلماء'' ص ۸۵ پر رقم طراز ہیں:

''والد محترم اوّل وقت میں نماز پڑھتے اور باقاعدگی سے نوافل ادا کرتے تھے۔ روانہ قرآن کریم کا ایک پارہ تلاوت کرتے اور ہر صبح سورۂ یاسین اور سو مرتبہ'' لا الٰہ الا اللہ الملک حقّ المبین ''پڑھتے تھے۔ سارے وضائف بڑی پابندی سے پڑھتے تھے اور قنوت نماز وغیرہ میں سورۃ الواقعہ پڑھتے، نماز شب کبھی ترک نہ کرتے اور ہمیشہ کتب احادیث چہاردہ معصومین ؑ کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔''

آپ کو آپ کے استاد محترم جناب سیّد ابراہیم بن سیّد محمد باقر موسوی نے اجازہ دیا تھا۔ ''قصص العلماء'' میں آپ مزید لکھتے ہیں کہ ''میں جب جوان ہوا تو والد محترم دنیا سے چل بسے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، اس کے بعد اپنے ماموں سے۔ اسی دوران میرے والد بزرگوار کی رحلت واقع ہوگئی۔ پھر میں عراق چلا گیا اور علم اصول آخوند مُلاّ صفر علی لاہجی سے (جو قزوین میں تھے) پڑھا اور جن لوگوں کے درس میں حاضر ہوتا تھا، ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: جناب حاجی مُلاّ محمد صالح برغانی ؒ، آخوند مُلاّ عبدالکریم ایروانی ؒ، حاجی مُلاّ محمد جعفر

استر آبادی ؒ حجۃ الاسلام آقا سیّد محمد باقر ؒ ، حاجی محمد ابراہیم کلباسی ؒ ، شیخ محمد حسن ؒ ، صاحب جواہر الکلام، شیخ حسن بن شیخ جعفر نجفی اور دیگر جید اپنے وقت کے معروف فقیہ اور عالم تھے۔

اس کے بعد علم منقول میں میرے اصل استاد آقا سیّد ابراہیم صاحب ِضوابط ہیں۔ میں نے فقہ، اصول اور رجال اسی دائرہ ٔفضل و کمال سے حاصل کیا اور میرے والد نے جو کتابیں جمع کی تھیں، انہی کے مطالعے میں مصروف رہا۔ کبھی بھی مال و زر کے پیچھے نہیں بھاگا، بلکہ میل ملاقات، شادی غمی سب کو ترک کیا اور اپنے آپ کو صرف تدریس و تالیف اور فکری اعمال و قواعد کے لیے وقف کر دیا۔ بعد ازاں عراق کی زیاراتِ مُقدّسہ کا عظیم شرف بھی حاصل ہوا۔ مجھ ناچیز نے جو معجزات و کرامات اپنی آنکھوں سے ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل خاندان کی دیکھی ہیں، ان میں ایک یہ ہے کہ جس سال صدیقہ صغریٰ فاطمہؑ بنت موسیٰ بن جعفرؑ جو معصومہ کا لقب رکھتی ہیں، کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوا، میں ہمیشہ معیّن مقدار میں سونے کے سکے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ ایک شب جو شب جمعہ تھی، میں نے خدام کو تنخواہ دینی چاہی، غلطی سے دو اشرفیاں دے دیں۔ اندھیرا ابھی تھا۔ جب واپس ہوا، دیکھا کہ میں نے اشرفیاں دے دی ہیں اور وہ تھیلی جس میں اشرفیاں تھیں، خالی تھی۔ صبح کو جب وہی تھیلی ملی، تو اس میں اشرفی بھی تھی اور روزانہ کے اخراجات کی رقم موجود تھی اور وہ اشرفیاں اس میں پڑی تھیں۔ جب کہ رات کو وہ خالی تھی اور کوئی اس کو ہاتھ بھی نہ لگاتا تھا اور یہ دو مرتبہ ہوا کہ پہلے تھیلی خالی ہوتی تھی اور بعد میں اس میں رقم ملتی تھی۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ سفر میں پیش آیا جب میں حضرت عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی ؒ کے جوار میں قیام پزیر ہوا۔ ان کا نسب چار پشتوں کے بعد حضرت امام حسن علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ وہاں مجھے خالی تھیلی واپس ملی اور اس وقت تک میں اپنے تمام اخراجات پورے کر چکا تھا۔

حضرت معصومہ قم سلام اللہ علیہا کی دو اور کرامات میں نے مشاہدہ کیں۔ میرا بیٹا اور

اہلیہ دونوں بیمار ہوئے اور یہاں تک کہ بالکل موت کے منہ میں تھے، پس میں نے ان صدیقہ صغریٰؑ سے فریاد کی کہ ہم دور دراز کا سفر طے کر کے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں اور ہرگز یہ توقع نہیں رکھتے کہ پریشان حال اور دل ملول ہو کر واپس جائیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دُعا مستجاب ہوئی اور بی بیؑ کے صدقے میں بیٹے اور اہلیہ کو نہ صرف نئی زندگی ملی، بلکہ صحت بھی بحال ہوگئی۔

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد و آل محمّد وعجّل فرجھم.

جناب مرزا محمد تنکابنی کی بہت بڑی تعداد میں علمی وادبی خدمات ہیں، جو کہ دینی علوم کے تقریباً ہر شعبے میں ہیں۔ آپ کی خاص کتاب ''قصص العلماء'' ہے، جس میں آپ نے اپنی زندگی تک کے چیدہ چیدہ علماء وفضلاء کے حالات وواقعات جمع کر دیے ہیں۔ یہ بہت قابل قدر اور مستحسن کتاب ہے۔ اس کتاب سے پہلے آپ نے ایک کتاب ''تذکرۃ العلماء'' لکھی یہ فارسی زبان میں ہے اور کراچی میں الاقصیٰ پبلشرز نے ترجمہ کر کے شائع کی ہے اور مذہب امامیہ کے لیے ایک بڑا کام کیا ہے۔ اس ضمن میں جناب سید انصار حسین نقوی ابن سید اشفاق حسین نقوی واقعاً شکریے اور دعاؤں کے حق دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ بحق محمد وآل محمدؐ ان کی توفیقات اور فضل و احسان میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

۷۲۔ جناب حاج مرزا محمد حسن شیرازیؒ

آپ مرزا شیرازیؒ بزرگ کے نام سے معروف ہیں۔ ابتدائی تعلیم اصفہان میں حاصل کی، پھر مزید تعلیم کے حصول کے لیے نجف اشرف چلے گئے اور صاحب جواہرؒ سے کسب فیض کیا۔ ان کے بعد جناب شیخ مرتضٰی انصاریؒ کے شاگرد رہے۔ آپ جناب شیخ انصاریؒ کے نمایاں اور صفِ اوّل کے شاگردوں میں سے تھے۔ جناب شیخ انصاریؒ کے بعد شیعہ مرجعیت آپ کی طرف منتقل ہوئی۔

آپ تیئس سال تک واحد شیعہ مرجع رہے۔ آپ وہی ہستی ہیں، جنہوں نے تمباکو کی حرمت (حرام ہونے) کا فتویٰ دے کر استعمار کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔ آپ کے ہونہار اور لائق قدر شاگرد بے شمار ہیں، جن میں جناب آخوند ملا محمد کاظم خراسانیؒ، جناب سید محمد کاظم طباطبائی یزدیؒ، جناب سید محمد فشارکی اصفہانیؒ، جناب مرزا محمد تقی شیرازیؒ وغیرہ جیسی گراں قدر شخصیات نمایاں ہیں۔

موجودہ دور میں گردشِ زمانہ کے نتیجے میں اس وقت آپ کی کوئی کتاب موجود نہیں ہے، البتہ بسا اوقات آپ کی بیش قدر آراء فقہ میں زیرِ بحث لائی جاتی ہیں۔ آپ ۱۳۱۲ھ میں دینی، علمی، سماجی، اور اصلاحی خدمات انجام دیتے دیتے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ''ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی جانب ہمیں واپس جانا ہے۔'' (القرآن)

۷۳۔ جناب علامہ مرزا حسین نوری طبرسیؒ

آپ ۱۲۵۳ھ یا ۱۲۶۳ھ میں طبرستان کے علاقے نور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے عالم، فقیہ، ملا محمد علی محلاتی آیۃ اللہ سید محمد حسن شیرازی اور آیۃ اللہ حاج ملا علی کنّی کی شاگردی اختیار کی اور بہت جلد مازندران ایران کے معروف مرجع کی حیثیت سے مقبولِ خاص و عام ہو گئے۔ آپ نے مختلف علوم کے حصول اور معنوی کمالات کے لیے متعدد سفر کیے اور حج و زیارات بجالائے۔ آپ کا معروف علمی کارنامہ ''مستدرک الوسائل'' نامی کتاب ہے۔ علاوہ ازیں آپ کی کتاب ''نجم الثاقب'' بھی ایک شاہکار ہے۔ آپ نے ان گنت کتابوں کا مطالعہ کیا اور جگہ جگہ کتب خانے تعمیر کرائے، جو تہران اور نجف اشرف میں آج بھی قائم ہیں۔ آپ نے علم کے حصول اور روحانی ترقی و ترویج کے مقاصد کے پیش نظر مسلسل جدو جہد کی اور کوشش کی کہ اپنی نورانی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ جب کہ آج کل کے لوگوں کا حال یہ ہے کہ بقول شاعر ؎

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں
اس مختصر حیات میں کیا کیا کرے کوئی

علامہ نوری اپنے دور کے علامہ مجلسی ثانیؒ بھی کہلاتے تھے۔ آپ نے حدیث وفقہ پر بڑا قابل قدر کام کیا۔ اس کے علاوہ ''صحیفۂ علویہ ثانی'' کی بہترین تدوین کی۔ آپ نے اپنی زندگی تبلیغ و تحقیق کے بامقصد کاموں میں گزاری اور علم و حکمت کی ضیاؤں کو عام کیا۔ آپ انتہائی عبادت گزار، متقی اور پرہیز گار تھے اور عبادت و مناجاتِ سحر کے حوالے سے معروف تھے۔ آپ کے ہونہار شاگردوں میں حد درجہ اعلیٰ مرتبت علمائے کرام کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ جن میں بطور خاص شیخ عباس قمیؒ، عارف اصل آیۃ اللہ مرزا جواد ملکی تبریزیؒ وغیرہ نمایاں ہیں۔ آپ نے ۱۳۲۰ھ میں نجف اشرف میں رحلت پائی، آپ کے جسدِ خاکی کو روضۂ امیر المومنین، امام المتقین حضرت علیؑ کے صحن میں داہنے ہاتھ پر سپرد خاک کیا گیا۔ جہاں آج بھی مولائے کائناتؑ کے

زائرین حاضری دیتے اور دل کی مرادیں پاتے ہیں۔

۷۴۔ جناب آخوند خراسانیؒ

جناب ملا محمد کاظم خراسانیؒ ۱۲۵۵ھ میں مشہد مقدس میں پیدا ہوئے۔ آپ دو سال تک شیخ انصاری کے شاگرد رہے، البتہ زیادہ تر مرزا شیرازی سے علم حاصل کیا۔ آپ نجف سے باہر نہ گئے اور اپنی ایک کلاس تشکیل دی جس میں بارہ سو تک شاگرد استافدہ کرتے تھے جن میں سے دوسو کے قریب مجتہدین ہوتے تھے۔ جناب ابوالحسن اصفہانی، محمد حسن اصفہانی، آقائے حسین بروجردیؒ اور آغا حسین قمیؒ سب آپ کے ہونہار ترین شاگرد ہیں۔ آپ علم الاصول میں کامل دسترس رکھتے تھے اور اس کی بہترین مثال آپ کی کتاب ''کفایۃ الاصول'' ہے، جو بہت ہی معروف اور مقبول کتاب ہے۔ اس کے علاوہ ''حیات الاسلام'' بھی آپ کی مشہور و مقبول کتب میں سے ایک ہے۔ آپ ایک عابد و زاہد اور متقی عالم تھے۔ رات کو مناجات اور خوب گریہ کرتے تھے۔ آپ ضرورت مندوں کی مدد، مظلوموں کی دستگیری کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ آپ کا ظاہر و باطن شفاف تھا۔ آپ کی روحانی و معنوی بلندی کا ادراک عقل انسانی سے باہر تھا۔ ۱۳۲۹ھ میں نجف اشرف میں آپ کی رحلت واقع ہوئی۔ آپ کا مقبرہ معروف فقیہ حبیب اللہ رشتیؒ کے پہلو میں مرجع خلائق ہے۔

❀❀❀❀❀

۷۵۔ جناب آیت اللہ العظمیٰ سیّد ابوالحسن اصفہانیؒ

آپ کی ولادت ۱۲۷۷ھ میں اصفہان میں ہوئی۔ آپ ایک زبردست فقیہ اور عالم تھے۔ ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے نجف اشرف کا سفر اختیار کیا اور جناب آخوند خراسانی کے علمی درس میں شامل ہوگئے۔ جناب خراسانی نے آپ کی قابلیت کو درک کرلیا اور آپ ان کے زیر سایہ اور زیر تربیت رفتہ رفتہ فقہ میں ماہر ہوگئے۔

آپ کا معروف رسالہ ''وسیلۃ النجات'' ہے، جو کہ حضرت امام خمینیؒ کی نظر میں ایک زبردست شاہکار ہے۔ آپ مرزا نائنی (جو کہ آپ کے ہم عصر تھے) کی رحلت کے بعد مرجع بنے۔ آپ کے شاگرد وقت کے ساتھ ساتھ زبردست مجتہد بنے، مثال کے طور پر آیت اللہ سیّد محسن حکیم، آیت اللہ سیّد میلانی وغیرہ۔ ۱۳۶۵ھ میں شہر مولائے متقیانؑ نجف اشرف ہی میں آپ نے وصال فرمایا۔

۷۶۔ جناب آیت اللہ العظمٰی حاج مرزا حسین نائنیؒ

آپ ۱۲۷۶ھ میں نائن میں پیدا ہوئے۔ آپ مرزا شیرازی بزرگ اور مرزا سیّد محمد فشارکی اصفہانی کے شاگرد تھے۔ چودھویں صدی کے اکابر فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ عظیم المرتبت مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ علم اصول میں آپ کا شہرہ مثالی ہے۔ جناب آخوند خراسانی کے ساتھ آپ نے علمی مقابلہ کیا اور علم اصول میں جدید نظریات اس طرح پیش کیے کہ وہ اہل علم کے لیے قابل قبول ہی نہیں، لائق ستائش بھی ٹھہرے۔ فارس (ایران) میں آپ کی نفیس اور جامع کتاب تنزیہ الامتہ یا حکومت در اسلام ہے، جو اسلامی بنیادوں کے دفاع سے متعلق ہے۔ آپ کی ایک معروف کتاب ''وسیلۃ الجناب'' کے عنوان سے اہل علم کے لیے بہترین ورثہ ہے۔ ۱۳۵۵ھ میں آپ نجفِ اشرف میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

۷۷۔ جناب آیت اللہ العظمیٰ شیخ عبدالکریم حائری ؒ

جناب شیخ عبدالکریم حائریؒ ۱۲۷۶ھ میں ایران میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حوزۂ یزد میں حاصل کی اور اٹھارہ سال کی عمر میں زیارات کے سفر کے لیے روانہ ہوئے، دو سال حرم امام حسینؑ میں گزارے اور تزکیۂ نفس کے لیے کوشاں رہے۔ کربلائے معلیٰ میں آپ نے جناب فاضل ارکانیؒ سے درس حاصل کیا۔ اس کے علاوہ مرزا شیرازی سے سامرہ میں درس حاصل کیا۔ شیخ فضل اللہ نوری شہیدؒ، آیۃ اللہ فشارکی اور آیۃ اللہ سید محمد تقی شیرازیؒ آپ کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔

اسی دوران آپ نے قم میں اقامت اختیار کر لی تھی اور حوزۂ علمیہ قم کی تاسیس کی۔ تمام مدارس کو از سر نو تیار کیا اور قم مقدسہ میں نجف اشرف کا نصاب نافذ کیا۔ آپ کو حوزۂ علمیہ قم مقدسہ کے سائبانوں میں سے ایک سائبان کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ نے ان علمی مراکز کے احیاء کے لیے ان تھک کام کیا۔ آپ اپنے طالب علموں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے قرضے بھی ادا کرتے تھے۔ آپ نے جو محنت شاقہ ان علمی مراکز کے احیا کے سلسلے میں کی اور جو بیش بہا خدمات انجام دیں، وہ آج بھی ان مٹ اور یادگار ہیں، آپ کی شخصیت ایک ثمر دار شجر سایہ دار کی طرح تھی۔

آپ کی جہد مسلسل ہی کا فیضان ہے کہ قم مقدسہ کے مدارس آج بھی شیعیت کی روح کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے متعدد سفارت خانے بھی قائم کیے۔ آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں امام خمینیؒ، آیۃ اللہ اراکیؒ، آیۃ اللہ مرعشیؒ، آیۃ اللہ سید محمد رضا گلپائیگانیؒ اور دیگر مراجع عظام شامل ہیں۔ ان میں سے متعدد نے درجۂ اجتہاد بھی حاصل کیا۔ آپ قلبی و روحی انہماک کے ساتھ عزائے حسینیؑ میں شرکت کرتے اور فرماتے تھے کہ ''میرے پاس جو کچھ ہے، وہ مولا و آقا حسین ابن علیؑ کے صدقے ہی میں ہے:

سب کچھ ملا حسینؒ کی سرکار سے ہم کو

آپؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سیّد الشہداءؑ حضرت امام حسینؑ کی شفاعت کے باعث آپ کی موت ٹال دی گئی اور عمر میں اضافہ کر دیا گیا۔ آپ نے ۱۳۵۵ھ میں رحلت پائی اور آپ کی تدفین قم مقدسہ میں جوار معصومہ قمؑ میں عمل میں آئی۔ جہاں معصومہ قمؑ کی رحمت و برکت سے آپ کا مزار بھی مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ سچ ہے اللہ جسے چاہے عزت عطا فرمائے۔

۷۸۔ الحاج آیت اللّٰہ العظمیٰ شیخ محدّث عباس قمیؒ

جیسا کہ شیعہ قوم کا مسلک ہے کہ انبیاء و مرسلینؑ اور چہاردہ معصومینؑ کے بعد نیک اور بافضیلت علماء کی سیرت سے آگاہ اور باخبر رہنا اور ان کی زندگی سے سبق اور درس حاصل کرنا، انسانی اعتبار سے تو یہ عام انسان نظر آتے تھے، لیکن ان کے روحانی کمال اور درجات بے شک حیرت انگیز تھے اور برس ہا برس گزر جانے کے بعد بھی ان کے تذکرے آج بھی دل کو جلا بخشتے ہیں۔

جناب الحاج شیخ عباس قمیؒ، جو کہ محدث قمی کے نام سے مشہور ہیں، ۱۲۹۴ھ میں مذہبی شہر قم مقدسہ میں پیدا ہوئے۔ وہ شہر جس کے لوگ اسلام اور اہل بیتؑ نبویؐ سے عشق و مودت سے سرشار تھے۔ دین اسلام کے حقیقی پیشواؤں نے قم اور اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ اچھے انداز میں یاد کیا۔ شیخ عباس قمیؒ کے والد بزرگوار الحاج محمد رضا قمی ایک عام دکان دار تھے۔ وہ عدل وانصاف کا دامن تھامے رہتے تھے۔ قمی لوگ انہیں متقی اور پرہیز گار شخص کے طور پر پہچانتے تھے۔ چوں کہ دینی مسائل سے بھی آگاہ تھے، اس لیے لوگ شرعی احکام پوچھنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

شیخ صاحب کی والدۂ ماجدہ بھی پرہیز گار خاتون تھیں، ان کے متعلق جناب محدث قمیؒ نے کئی مقامات پر اس امر کا اظہار کیا کہ میری کامیابیوں میں سے اکثر کی وجہ میری والدۂ ماجدہ ہیں کہ انہوں نے اس قدر کوششیں کیں۔ مجھے ہمیشہ باوضو دودھ پلایا کرتی تھیں۔ اسی وجہ سے بچپن ہی میں عباس کے چہرے سے غیر معمولی ذہانت اور فطانت کے آثار نمایاں تھے۔

آپ نے اپنا بچپن اور جوانی قم مقدسہ جیسے مذہبی شہر میں گزاری اور اس زمانے کے جید علماء وفضلاء سے فقہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ۱۳۱۶ھ میں نجف اشرف تشریف لے گئے اور اس وقت کے مراجع بزرگ جیسے جناب آیۃ اللّٰہ سید

محمد کاظم یزدی سے کسب فیض کیا۔

آپ کو خاص شوق و شغف علم حدیث، رجال اور درایہ سے تھا، جس کی وجہ سے آپ نے جناب مرزا حسین نوری کی خدمت میں حاضری دی، چوں کہ وہ اس زمانے میں علم حدیث کے علم بردار تھے، لہٰذا آپ کا زیادہ تر وقت ان کی خدمت میں حصول علم میں صرف ہوا۔ محدث صاحب احادیث اہل بیتؑ سے آشنا ہوگئے اور اس زمانے میں علم حدیث کے منارۂ نور کی خدمت میں حدیث شناسی کے مراحل کو بہ حسن و خوبی طے کرلیا۔ ساتھ ہی دعا و مناجات کے ساتھ آپ کا تعلق بھی مستحکم ہوگیا۔ آپ کو امیر المؤمنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی بارگاہ کے ساتھ انس و محبت اور مودت ہوگئی۔ بعد ازاں آپ خانۂ کعبہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوگئے۔ آپ نے مدینۂ منورہ میں معصومینؑ کی روحانیت سے بھی فیض حاصل کیا۔

جناب محدث قمیؒ نے اپنی جوانی کے دوران ''خود سازی'' اور اس کی صفات کو اپنا سرنامۂ زندگی قرار دیا۔ فضائل اخلاقی اور عمدہ ترین صفات و آداب کے حصول میں کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ اپنے زمانے کے علم اخلاق کے بزرگ معلمین میں آپ کا شمار ہوتا تھا اور لوگ آپ کو ایک روحانی اور متقی انسان کے طور پر پہچانتے تھے۔ آپ کے درس اخلاق میں لوگ جوق در جوق آتے تھے۔ آپ انتہائی دبدبے کے زاہد اور تواضع و انکساری برتنے والے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دعا اور اہل بیتؑ کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔ آپ کی تالیفات و تصانیف پر ایک سطحی نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ کو اہل بیت عصمت و طہارتؑ اور ان کے آثار کے ساتھ قلبی لگاؤ تھا۔

ہم جانتے ہیں کہ زہد و سادگی دنیا کی ظاہری چمک و دمک سے دوری، رہبران آسمانی اور مکتب محمدؐ و آل محمدؐ سے تربیت یافتہ لوگوں کی ایک واضح ترین صفت ہے۔ محدث قمیؒ جو مکتب ائمہؑ سے تربیت یافتگان کا ایک واضح نمونہ تھے، ان خصوصیات کے غیر معمولی طور پر حامل تھے۔ وہ اس قدر سادہ زندگی بسر کرتے تھے کہ ان کی زندگی ایک عام عالم دین کی زندگی سے کمتر شمار ہوتی

تھی۔ان کا لباس ہمیشہ ایک کھدّر کی قبا تھا، جو کہ انتہائی سادہ لیکن صاف ستھرا اور معطر ہوتا تھا۔ شیخ محدث قمیؒ کئی کئی سال گرمی اور سردی ایک لباس میں گزار دیتے تھے اور کبھی بھی فاخرہ لباس اور تجمل کی فکر میں نہیں رہتے تھے۔

آپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ کے گھر میں ایک چٹائی بچھی تھی، لیکن آپ سہم امام کو کبھی ذاتی استعمال میں نہیں لاتے تھے اور پوری زندگی آپ نے اسی طرح بسر کردی۔ بافضیلت اور مہذب شخص کبھی بھی اپنے فضائل اپنی زبان سے بیان نہیں کرتا اور ہمیشہ گمنامی کو پسند کرتا ہے۔ جناب محدث قمیؒ اس حقیقت کی عملی تفسیر تھے۔ بقول شاعر ؎

جو اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں ہمیشہ جھک کے ملتے ہیں
صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیمانہ

آپ اس چیز کو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی آپ کو پہچانے، لیکن بزرگ علمائے کرام، جو آپ کے نزدیک تھے، وہ آپ کی روحانی عظمت، معنوی مقام کو جانتے تھے۔

معزز قارئین کرام! ذرا غور کریں کہ آج کل سہم امامؑ کا استعمال کس طرح اور کہاں کہاں ہو رہا ہے۔ آج کل کے وکلاء اجازہ یافتہ مراجع کرام کم از کم بیس لاکھ کی گاڑی میں سفر کرتے ہیں۔ سب کا یہی حال نہیں ہے۔ ہمیشہ کی طرح آج کل بھی کچھ نیک لوگ، خداترس مراجع، علمائے کرام اس سے مستثنیٰ ہیں۔ لیکن بہر حال یہ ایک لمحۂ فکریہ ضرور ہے۔

علامہ بزرگوار شیخ آقائے بزرگ تہرانی نجف اشرف میں جناب محدث قمیؒ کے گہرے دوست، ہم درس اور ہم حجرہ تھے۔ انہوں نے ان کی عمدہ صفات اور اعلیٰ اخلاق سپرد قرطاس وقلم کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ”میں نے انہیں انسان کامل اور عالم، فاضل کا مصداق پایا ہے اور میں ایک مدت تک ان کی ہم نشینی سے مانوس رہا اور ہم مزاج ہو گیا۔“ یہاں تک کہ وہ ۱۳۳۲ھ میں ایران واپس آ گئے اور تدریس وتالیف کے تخلیقی کاموں میں مصروف ہو گئے۔

محدّث قمیؒ کے زبردست علمی آثار ہیں۔آپ نے ساٹھ سے زائد جلدوں میں گراں قدر کتابیں تحریر کیں۔تالیفات کی تعداد بھی کثیر ہے اور مختلف موضوعات پر انتہائی دقیق معلومات آپ کی فن تحریر کے سلسلے میں عرق ریزی اور جاں فشانی کی بیّن دلیل ہیں۔آپ ایک لائق و فائق مصنف،ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے میں بے مثال خطیب اور مقرر بھی تھے۔ آپ کے دروس اخلاق میں لوگ جوق در جوق شرکت کرتے تھے۔آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ''مفاتیح الجنان'' ہے جو کہ تقریباً ہر گھر، ہر محفل کی زینت ہے۔پاکستان میں اس کتاب کا ترجمہ مصباح القرآن ٹرسٹ نے شائع کیا ہے اور خوش قسمتی سے اس کا اردو ترجمہ جناب آیۃ اللہ حافظ سید ریاض حسین نجفی، رئیس حوزۂ علمیہ جامعۃ المنتظر ، لاہور نے کیا ہے۔آپ کی تدریسی، تبلیغی اور تحریری خدمات اظہر من الشّمس ہیں۔

۱۳۵۹ء میں نجف اشرف میں عالم بزرگوار، متقی، مخلص، شب بیدار، فقیہ اور محدّث ہستی عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئی اور آپ اعلیٰ علیین سے ملحق ہو گئے۔آپ کو جوار مولائے کائنات، شیر خدا، وصی رسول حضرت علی ابن ابی طالبؑ نجف اشرف میں آپ کے استاد محترم جناب محدث نوری کے جوار، باب قبلہ کی مشرقی جانب تیسرے ایوان میں سپرد خاک کیا گیا۔آپ کی نماز جنازہ مرجع تقلید حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانیؒ نے پڑھائی۔

۷۹۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ خوانساریؒ

آپ کا مکمل نام محمد تقی تھا۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی جناب سید اسد اللہ تھا۔ آپ خوانسار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حوزۂ علمیہ خوانسار میں اپنے علمی سفر کا آغاز کیا، بعدازاں نجف اشرف کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ آپ کے والد بزرگوار بھی اپنے وقت کے علماء میں سے تھے۔ آپ نے آیۃ اللہ آخوند خراسانیؒ سے چار سال تک درس حاصل کیا، نیز مرزا آیۃ اللہ سید محمد کاظم علی یزدی سے کسب فیض کیا۔ آپ کے اساتذہ میں استاد نائینیؒ اور آیۃ اللہ اصفہانیؒ بھی سرفہرست ہیں۔ آپ کو جلد ہی اجتہاد کی سند حاصل ہوگئی تھی۔ آپ کے علمی سفر کی تکمیل کے ساتھ ہی پہلی جنگ عظیم کا آغاز ہوگیا اور اس وقت کے مراجع نے فتویٰ کے ذریعے جہاد کا اعلان کر دیا، ان میں آیۃ اللہ سید محمد خادم علی یزدیؒ، آیۃ اللہ مرزا تقی شیرازیؒ، آیۃ اللہ سید محسن حکیمؒ آیۃ اللہ کاشانیؒ شامل تھے۔ لہٰذا آپ نے بھی بندوق سنبھالی اور لڑائی میں سرگرم حصہ لیا، آپ کو ٹانگ میں گولی بھی لگی، جس کے بعد آپ کو قید کرلیا گیا اور سنگاپور لے جایا گیا، جہاں آپ نے چار سال انتہائی تکلیف دہ زندگی گزاری۔ رہا ہونے کے بعد آپ نے وطن عزیز کی راہ لی۔ خوانسار آکر آپ نے کچھ وقت گزارا، بعدازاں جناب شیخ عبدالکریم حائریؒ کے قیام کردہ حوزۂ علمیہ میں شامل ہوگئے۔ شیخ صاحب نے بھی آپ کی قدر کی اور آپ کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ یہ حوزۂ علمیہ اراک میں واقع تھا۔

کچھ عرصے کے بعد علامہ حائری نے آپ کے ساتھ قم مقدسہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں بھی حوزۂ علمیہ قائم کرنے کا ارادہ کیا، جس میں آپ کا بھی فعال کردار شامل حال رہا۔ حوزۂ علمیہ قائم کرنے کے تھوڑے عرصے بعد شیخ حائریؒ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور قم مقدسہ کے عوام ایک مرتبہ پھر پریشان ہوگئے۔ اس وقت تین قابل قدر مراجع تھے، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں، آیۃ اللہ صدرؒ آیۃ اللہ حجتؒ اور آیۃ اللہ خوانساریؒ۔ بہرحال شیخ خوانساریؒ کو شیخ حائریؒ کی

جگہ درس کے لیے منتخب کیا گیا اور آپ کی فقہ اور اصول میں دروس کی مقبولیت چہار سو پھیلنے لگی
آپ کے ذہین وہونہار شاگرد بھی اپنے وقت کے جیّد مراجع بنے۔

امام امت آیۃ اللہ سید روح اللہ موسوی خمینیؒ بھی آپ ہی کے لائق ترین شاگرد تھے
آیۃ اللہ شیخ محمد علی اراکیؒ، شیخ عبدالجواد اصفہانیؒ، مرزا ابوالقاسم دانش آشیانیؒ وغیرہ بھی آپ
کے شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ نے دیگر دو عظیم المرتبت شخصیات آیۃ اللہ صدرؒ اور آیۃ ال
حجتؒ کے ساتھ مل کر آیۃ اللہ بروجردیؒ کو قم آنے کی دعوت دی، جوانہوں نے قبول فرمائی ا
۱۳۲۳ھ میں آیۃ اللہ بروجردیؒ نے شیعہ قوم کی قیادت سنبھالی۔ آپ تین قابل قدر علماء کا
اقدام حوزۂ علمیہ کے لیے بہت ہی اچھا ثابت ہوا اور حوزۂ علمیہ علمی میدان میں مسلمانوں کا گو
قبلہ وکعبہ بن گیا، جہاں دنیا کے اطراف واکناف سے تشنگان علم وحکمت آتے ہیں اور بحمد اللہ علم
سیرابی حاصل کر کے شادکام ہوتے ہیں۔

آپ تین مراجع صاحبان کرام نے اپنی عزت ومقبولیت کو ایک کنارے کر کے آیۃ ال
بروجردیؒ کی روحانی شخصیت کو قم میں قرار واقعی وقعت دی اور آیۃ اللہ بروجردیؒ نے بھی زبردست
روحانی ولایت کی روشنی فراہم کی۔

۱۳۳۹ھ میں آپ نے دیگر علمائے کرام کے ساتھ حج کا سفر کیا اور آل سعود کے ظا
حکمراں نے آپ کو دعوت دی، جس کو آپ نے قبول نہیں کیا۔ اس کی وجہ مدینۂ منورہ میں واقع
جنّت البقیع پر ظالم آل سعود کے مظالم تھے۔ حج سے واپسی پر آپ نے مدینۂ منورہ کا سفر ک
اور اس کے بعد کربلائے معلیٰ، سامرہ شریف وغیرہ کا سفر کیا۔ بعد ازاں آپ واپس قم مقدسہ پہنچ
گئے۔

آپ طلباء کے حق میں انتہائی شفیق اور غریبوں کے رفیق تھے۔ مظلوموں کا ساتھ دی
کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ آیۃ اللہ کاشانیؒ آپ کے ہم عصر تھے۔ اور آپ ہمیشہ آیۃ ال

کاشانیؒ سے مشکل مسائل کے حل کے سلسلے میں مدد حاصل کرتے تھے۔ آیۃ اللہ جب بھی قم آتے تو اپنے ساتھی اور عزیز آیۃ اللہ خوانساری ہی کی قیام گاہ پر قیام فرماتے۔ آپ کے بارے میں آیۃ اللہ بروجردیؒ فرماتے تھے کہ خوانساریؒ کا ہمیشہ خیال رکھو اور اس کو مت چھوڑو۔ آپ ۱۳۷۱ھ میں اپنے مہربان رب کو پیارے ہو گئے، قم مقدسہ، ایران اور دیگر دنیائے اسلام میں آپ کی رحلت سے غم واندوہ کا سماں پیدا ہو گیا۔

۸۰۔ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین المعروف کاشف الغطاءؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی محمد حسین ہے۔ کاشف الغطاء آپ کا آبائی لقب ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حوزۂ علمیہ نجف اشرف سے حاصل کی اور حکمت و فلسفہ، عرفان تمام علوم پر دسترس حاصل کی۔ بعدازاں آپ آیۃ اللہ سیّد محمد کاظم یزدیؒ کے فقہ کے درس خارج میں شریک ہوئے اور بعدۂ آیۃ اللہ آخوند خراسانیؒ کے اصول فقہ کے درس خارج میں شرکت کی اور حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں درس دینے لگے۔ آپ سیّد کاظم یزدیؒ کے قابل ترین شاگرد تھے اور کیوں نہ ہوتے، آپ کے پردادا آیۃ اللہ شیخ جعفر کاشف الغطاءؒ آسمان عراق کے درخشندہ ستارے اور زبردست فقیہ تھے۔ آپ کا لقب کاشف الغطاء ہے۔ آپ نے علم حدیث میں جناب شیخ نوریؒ سے کسب فیض کیا۔ آپ کے والد محترم جناب شیخ علی کاشف الغطاءؒ بھی مرجع تقلید تھے۔ آپ کے زمانے کے دو دوست حضرت آیۃ اللہ سیّد حسن حیدر اور حضرت شیخ آغا بزرگ تہرانی تھے۔ آپ تینوں دوستوں نے آپس میں قسم کھائی تھی کہ اصل شیعیت کی تبلیغ کریں گے۔ آپ نے بہت سے اسلامی ممالک کے دورے کیے، یہاں تک کہ کلیسا بھی گئے۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم میں حصہ لیا۔ اس وقت شیعہ مراجع نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا۔

مرجعیت میں آیۃ اللہ کاظم یزدیؒ کے بعد آپ ہی کی تقلید کی جاتی تھی۔ جناب محمد جواد مغنیہ آپ کے شاگرد رشید تھے۔ آیۃ اللہ قاضی طباطبائی بھی آپ ہی کے شاگرد تھے۔ آپ کو بیت المقدس میں ایک کانفرنس میں شرکت کے لیے بلایا گیا۔ فلسطین کے مفتی نے آپ کو عزت و اکرام سے نوازا۔ علامہ محمد اقبالؒ بھی اس کانفرنس میں شریک تھے۔

آپ نے لبنان، شام اور عراق (نجف اشرف، بغداد) تمام ان شہروں کا دورہ کیا، جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں۔ ۱۳۷۱ھ میں آپ نے کراچی تشریف لا کر ایک سیمینار میں بھی شرکت کی، تقریر کی اور اس تقریر کا ترجمہ سات زبانوں میں ہوا۔ آپ نے لاہور، پشاور، آزاد کشمیر

کا دورہ بھی کیا اور علمائے اہلسنّت کو اتحاد بین المسلمین کی دعوت دی۔ آپ امریکا اور برطانیہ کے سُفراء کے سامنے بڑی جرأت سے کلمۂ حق بہ بانگِ دہل کہہ دیا کرتے تھے۔ آپ کی ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ''اصل شیعہ و اصولہا'' پانچ بار شائع ہوئی اس کے علاوہ ''الفردوس الاعلیٰ'' اور ''جنت الماویٰ'' بھی آپ کی نہایت معروف کتب ہیں۔

آپ کی رحلت پر تمام مسلم اُمّہ میں آپ کی فرقت کا غم منایا گیا۔ آپ کی تقاریر اور دیگر اجتماعات میں آیۃ اللہ سیّد محسن حکیمؒ اور دیگر جیّد علمائے دین شامل ہوتے تھے۔

۸۱۔ نقیبِ اتحاد جناب آیت اللہ سیّد شرف الدین عاملیؒ

آپ کی ولادت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی، آپ کے والد بزرگوار اپنے زمانے کے پرہیز گار متقی عالم دین تھے۔ آپ کا مکمل اسم گرامی آیۃ اللہ صدرؒ نے تجویز کیا، جو کہ آپ کے نانا جان تھے۔ آپ نے کاظمین اور سامرہ میں تعلیم حاصل کی اور شیخ حسن کربلائی اور شیخ باقر وحیدی سے دروس حاصل کیے۔ آپ نے نجف اشرف، کاظمین، سامرہ اور کربلائے معلیٰ میں اپنے علمی ذوق وشوق کو جلا بخشی اور باطنی ومعنوی طہارت کو کسب کیا۔ بتیس سال کی عمر میں اجتہاد کے بلند مرتبے کو حاصل کیا اور جاگیرداروں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔

آپ شروع ہی سے دینی امور اور شعائر اسلامی کے بارے میں سخت تھے، لیکن کمزور اور ناتواں پر رحم کرنے والے تھے۔ آپ نے مصر کی جامعۃ الازہر کے شیخ سے خط وکتابت کی اور اس بحث ومباحثے کو کتابی شکل دی، جس کا نام ''المراجعات'' رکھا، جو کہ ایک بے نظیر ادبی کتاب تسلیم کی گئی۔ اور بہت سے لوگوں نے اس کتاب کے مطالعے سے بحمد اللہ مذہب حقہ کو اختیار کیا۔ آپ نے اپنے آبائی شہر میں مدرسے قائم کیے۔ ۱۳۷۲ھ میں آیۃ اللہ کاشانیؒ حج سے واپسی پر لبنان میں واقع آپ کے گھر پہنچے۔

آپ نے خیر اور احسان کے نام سے ایک قابل قدر ادارہ قائم کیا، بعد ازاں ایک دانش کدہ بھی تعمیر کرایا، جو کہ اب لبنان میں ماشاء اللہ ایک بہت عالی شان مرکز علمی کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ آپ نے اپنی آخری سانسوں تک جہاد فی سبیل اللہ، درس وتدریس اور تزکیۂ نفس کے لیے کام کیا۔ اور ۱۳۷۷ھ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ آپ کو فقیہ اعظم سید محمد کاظم یزدیؒ کی آخری آرام گاہ کے برابر حجرے میں روضۂ حضرت علیؑ کے جنوب میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار مبارک چاہنے والوں کی توجہات کا مرکز اور مرجع خلائق ہے۔

۸۲۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ بروجردیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی سیّد حسین بروجردی ہے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی جناب سیّد علی ہے۔ آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اصفہان سے حاصل کی اور بعد میں نجف اشرف روانہ ہوئے، جہاں آپ نے آیۃ اللہ آخوند خراسانیؒ جناب محسن یزدی سے اپنی علمی اور فقہی پیاس کے حوالے سے آبیاری اور سیرابی پائی۔ آپ نے نجف اشرف میں آٹھ سال میں سند اجتہاد حاصل کر لی۔ اس دوران نجف اشرف میں آپ کی شہرت و مقبولیت میں قابل ذکر اضافہ ہو رہا تھا۔ پھر آپ کو اپنے والد محترم کے پاس بروجرد جانا پڑا، کیوں کہ آپ کے والد ماجد علیل تھے۔ آپ کچھ عرصہ بروجرد ہی میں رہے اور والد محترم کی خدمت کے لیے خود کو وقف کر دیا۔

بعد ازاں والد محترم کی رحلت واقع ہوگئی اور اُس کے کچھ عرصے بعد آیۃ اللہ آخوند خراسانیؒ بھی خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس المناک موقع پر آپ نے فرمایا کہ میرے لیے وہ والد کی طرح تھے۔ آپ کو ان دونوں اموات کا بے حد صدمہ ہوا۔ آپ نے نجف اشرف جانے کا ارادہ وقتی طور پر ملتوی کر دیا اور بروجرد ہی میں اصول اور فقہ کی تعلیم دینے لگے۔ اب آپ کو حجۃ الاسلام کہا جانے لگا تھا۔ آپ نے آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائریؒ کا زمانہ پایا۔ آپ کو ایران میں داخل ہونے سے روکا گیا اور گرفتار کیا گیا، نظر بندی بھی کی گئی۔ یہاں تک کہ آپ کو عراق جانے سے بھی روکا گیا۔ آپ کے زمانے میں ایران وغیرہ میں بہت زیادہ شورش زدہ حالات تھے۔ انگریز ایران پر قبضہ جمانے کی فکر میں تھے اور روسیوں کے عزائم بھی برے تھے۔ ایسی صورت حال میں آپ نے اپنا کام انتہائی ہوشیاری سے کیا اور لوگوں کو شاہ رضا خان کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ اسی دوران آپ علیل ہوئے اور آپ نے قم مقدسہ جانے کا فیصلہ کیا۔ آپ کے اس فیصلے سے قم کے عوام میں خوشی و مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کے زمانے میں آیۃ اللہ ابوالحسن

اصفہانی اور جناب حاج حسین قمی وقت کے مجتہدین تھے اور ایران میں روحانی تحریک کا دفا
کر رہے تھے۔ آپ نے تمام اسلامی دنیا میں اپنے نمائندے بھیجے اور اسلامی مراکز قائم کیے
آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے زبردست مدد ملی اور تمام عالم تشیع آپ کے حکم پر عمل کرتا تھ
ایران، عراق اور اطراف واکناف کے تمام شیعہ آپ کے مقلد تھے۔

آپ کو حضرت آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانیؒ کے بعد شیعیت کا مرجع بننے کا عظیم شرف
حاصل ہوا۔ آپ نے ایران، عراق، لبنان، افریقہ اور یورپ میں ایک ہزار مساجد قائم کر۔
کے لیے مالی مدد فراہم کی۔ آپ کے تقویٰ اور علمی وفقہی دسترس کا ہر کوئی گواہ تھا اور پورا عالم تشیع
آپ سے احکامات دینی ودنیاوی حاصل کرتا تھا۔ (کاش کہ ان پر عمل کرنے کی شرح آپ۔
اعمال سے تھوڑی بہت بھی مناسبت رکھتی تو آج ہم بہت منظّم، طاقت ور، اور ایرانیو
اور لبنانیوں کی طرح دین ودنیا دونوں میں کامیاب اور سرخرو ہوتے) آپ کی سادگی کا یہ عالم
کہ صرف دہی اور کھیرا آپ کی غذا تھے۔ آپ کی عمر اسّی برس تھی، لیکن آپ بفضل الٰہی عینک
استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور کربلائے معلٰی کی خاک شفاء بطور سرمہ استعمال کرتے تھے۔

آپ کو اسّی سال کی عمر میں دل کا دورہ پڑا اور آپ صاحب فراش ہو گئے۔ ا۔
میں پیرس سے ڈاکٹر پروفیسر ماریس خاص طور پر آپ کے علاج کے لیے قم مقدسہ آیا اور دو
تک قیام کیا۔ اسی دوران بحمد اللہ قم میں آپ کی طبیعت بہتر ہو گئی۔ جب پروفیسر ماریس سے ا
پینل انٹرویو کیا گیا اور آیۃ اللہ بروجردیؒ کے بارے میں پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا کہ میں آقا
بروجردیؒ سے بہت متاثر ہوا، روحانیت میری روح میں اتر گئی اور میں اس بات پر نازاں ہوں
میں ان کا معالج ہوا۔

آپ کے پاس بیروت سے ایک امریکی اخبار کا صحافی انٹرویو کرنے کے لیے آیا، لیکن
آپ کو ڈاکٹرز کی جانب سے انٹرویو دینے سے منع کیا گیا۔ بہر حال آپ کی اجازت سے صح

نے کچھ سوالات پوچھے اورآپ کی متوازن زندگی کے بارے میں معلومات حاصل کیں، جوکہ بقول جناب سیّدمحمود حسین درج ذیل ہیں:

"آیۃ اللہ بروجردیؒ فجر کی نماز سے دو گھنٹے پیش تر بیدار ہو جاتے تھے اور نماز شب ادا کرتے تھے، یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو جاتا تھا۔ اسی دوران آپ کچھ مطالعہ بھی فرماتے تھے۔ نماز فجر کے بعد کچھ دیر قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتے، بعدازاں آپ ناشتہ کرتے، جوکہ روٹی اور پنیر پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس کے بعد صبح دس بجے تک آپ مطالعہ فرماتے اور پھر درس کی تیاری کرتے۔ ایک ہزار سے زائد طلباء وعلماء آپ کے درس میں شرکت کرتے تھے۔ جس کے بعد اگر کوئی آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو اس سے ملتے۔ پھر ظہرین کا وقت ہو جاتا اور نماز کے بعد آپ دوپہر کا ماحضر تناول کرتے اور تقریباً سو خطوط پڑھتے اور ان کے متعلق احکامات جاری کرتے۔ اس کے بعد آپ تھوڑی دیر آرام کرتے اور نماز مغربین کے بعد پھر خطوط اور ملاقات کا سلسلہ شروع ہوتا، جوکہ رات گئے تک جاری رہتا۔ آپ تمام رات میں صرف تین گھنٹے آرام کرتے۔ ہفتے میں ایک دن ذاتی خطوط کے جوابات دیتے اور ایک دن فقہ کے متعلق مسائل کے جوابات دیتے تھے۔"

اس کے بعد اس صحافی کو آپ کے گھر کا دورہ کرایا گیا، اس پر وہ انتہائی حیرت زدہ ہوا، آپ کی شخصیت سے نہایت متاثر ہوا اور کہنے لگا کہ "روم میں ہمارے پوپ اور پادری اس قدر عیاشی سے محلوں میں رہتے ہیں، لیکن لوگ ان سے متاثر نہیں۔ آپ کے شیعہ عالم کو دیکھتے ہوئے کسی بھی قسم کے پروپیگنڈے کی ضرورت نہیں۔ یہ تو ایسے ہی لوگوں کو اپنی طرف مقناطیس کی طرح کھینچ سکتے ہیں۔" یہی وہ مثالی خوبی ہے کہ آپ جیسے عظیم علماء مراجع اور فقیہ اپنے نفس کو مار کر رکھتے تھے اور خوف خدا، یاد خدا میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لیے اعلیٰ سرکاری افسران آتے تھے۔ آپ ان کو بھی کھانا کھلاتے تھے اور مہمان نوازی کرتے

تھے۔آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام عصر صاحب الزمان حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف سے آپ نے ملاقات کا عظیم ترین شرف حاصل کیا۔

آپ نے نوے سال کی عمر میں خالق حقیقی کی جانب سے بلاوے پر لبیک کہا۔ ''ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی جانب ہم کو واپس جانا ہے۔'' آپ نے بلند پایہ شاگرد تیار کیے، مثلاً آیۃ اللہ شہید مطہری ؒ ، بہشتی ؒ ، ربانی ؒ ، فاضل لنکرانی ؒ ، مکارم شیرازی حفظہ اللہ، صافی گلپائیگانی حفظہ اللہ، منتظری ؒ وغیرہ۔آپ کی عظیم القدر خدمات کے بارے میں لکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔آپ تمام مسلمانوں کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھتے تھے اور کسی کو بھی خالی ہاتھ نہیں جانے دیتے تھے۔انقلاب اسلامی ایران کے لیے آپ نے زبردست شاگرد تیار کیے، جو آگے جا کر مجتہد بنے اور دین اسلام کی خاطر شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہوئے۔

۸۳۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شاہ آبادیؒ

عارف کامل حضرت آیۃ اللہ مرزا محمد علی شاہ آبادی ۱۲۹۲ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد جناب جواد اصفہانی اور برادر کلاں جناب شیخ احمد مجتہد سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے تہران کا سفر اختیار کیا۔ تہران میں آپ نے جناب مرزا حسن آشتیانی سے فقہ اور جناب مرزا ہاشم گیلانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نجف اشرف روانہ ہوئے اور وہاں جناب آخوند خراسانی سے کسب فیض کیا۔ آپ نے سامرہ شریف میں جناب مرزا محمد تقی شیرازی کے دروس میں بھی باقاعدگی کے ساتھ حاضری دی اور روحانی عرفان و معنوی احساسات کو درک کیا۔ ۱۳۴۷ھ میں آپ قم مقدسہ تشریف لائے اور سات سال تک قم میں مطالعے اور مشاہدے میں مصروف رہے۔ امام خمینیؒ نے آپ کے پاکیزہ نفس سے کسب فیض و عرفان کیا۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں ۱۳۶۹ھ اس دار فانی کو الوداع کہا۔

آپ نے تہران کے معروف علاقے شاہ آباد میں رہائش اختیار کی تھی، جس کے باعث آپ کو شاہ آبادی کہا جاتا ہے۔ آپ ایک عارف کامل، عالم واقعی اور سچے مجاہد نفس تھے۔ آپ کی عظمت بیان کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ آپ امام خمینیؒ کے استادِ محترم ہیں۔ آپ معنویت اور علم و عرفان کے استاد تھے۔ فلسفے اور علم حدیث پر بھی عبور رکھتے تھے۔ علم و عرفان، سیر و سلوک، سیر فی الخلق علی الحق میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کے قلمی آثار بے شمار اور لاجواب ہیں۔ آپ کے شاگرد ہونہار ترین شاگرد رہے۔ آپ کے دروس میں امام خمینیؒ سمیت آیۃ اللہ مطہریؒ اور دیگر بعد کے بڑے بڑے مجتہدین شرکت کرتے تھے اور آپ کی عظمت کردار اور نورانی وجود سے فیض حاصل کرتے تھے۔

۸۴۔ جناب حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد محسن حکیمؒ

حضرت آقائے سیّد محسن حکیمؒ ۱۳۰۶ھ میں ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ علم و معرفت اور تقویٰ میں شہرت رکھتا تھا۔ آپ کے جدّ امجد سیّد علی حکیمؒ معروف معالج تھے۔ جس کی بنا پر ''حکیم'' ان کے گھرانے کے مردوں کے ناموں کا گویا حصہ ہو گیا۔ آپ کے داداجان سیّد مہدی حکیمؒ علم و اخلاق میں ایک زمانے کے مانے ہوئے استاد شمار کیے جاتے تھے۔ آپ نے علامہ، مجتہد اعظم آقائے بروجردیؒ کے بعد مرجعیت کی ذمے داری سنبھالی۔ آپ نے عراق کی غیور قوم کو سامراج سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا۔ حوزۂ علمیہ نجف اشرف میں دینی تعلیم، تفسیر، فلسفہ، نفسیات، عقائد اور دیگر بہت سے علوم کی تعلیم دی اور قدر و منزلت کے اعتبار سے اعلیٰ ترین درس دیے۔ آپ کے دروس میں شامل افراد جذبۂ حریت سے سرشار ہوتے تھے۔

جناب آقائے محسن حکیمؒ کی زیر تربیت فکری بیداری اور جذبۂ ایثار و قربانی سے مالا مال ذہن تیار ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ۱۹۵۰ء سے تا وقت رحلت ۱۹۷۰ء تک پورے عالم اسلام کے مسلم الثبوت رہنما کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے تھے۔ اور یہی سبب سامراج کی آنکھ میں گویا کانٹے کی طرح چبھ گیا اور سامراج و طاغوت آپ کو اپنا دشمن تصور کرنے لگے۔ آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں بلند مرتبہ مجتہدین شامل ہیں، مثلاً شیخ وحید خراسانی، جناب باقر الصدرؒ وغیرہ۔ آپ نے ۱۹۷۰ء میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ متعدد تصانیف و تالیفات آج بھی آپ کے علمی و ادبی تناظر میں دلوں اور ذہنوں کو روشنی فراہم کر رہی ہیں۔

آپ کی آل اولاد پر ظلم و بربریت کی داستان ناقابل فراموش ہے۔ صدام ملعون کی حکومت میں سب سے پہلے آپ کے جلیل القدر فرزند جناب محمد حسین حکیمؒ کو گرفتار کر لیا گیا، ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اس کے بعد آپ کے خاندان کے نوے (۹۰) افراد کو بغیر کسی خطا و

جرم کے گرفتار کرلیا گیا اور وحشیانہ تشدّد کا نشانہ بنایا گیا۔ ان کے ساتھ آقائے محسن حکیمؒ کے تین بیٹوں اور تین پوتوں کو بلا جرم وخطا گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ اور یہ سب جناب محمد حسین حکیمؒ کی آنکھوں کے سامنے کیا گیا۔

آپ کے تین بیٹوں کی شہادتیں بھی دین اسلام کی سرخروئی کا سبب بنیں، پہلے بیٹے حضرت آیۃ اللہ سید عبدالصاحب حکیم شہیدؒ، دوسرے حضرت حجۃ الاسلام سید علاءالدین حکیم شہیدؒ اور تیسرے بیٹے حجۃ الاسلام سید محمد حسین حکیمؒ شہید ہیں۔ اسی طرح آپ کے درج ذیل تین پوتے بھی فدوی راہ خدا ہوئے۔ پہلے پوتے کا نام حضرت سید کمال ابن آیۃ اللہ سید یوسف حکیمؒ ہے، دوسرے پوتے کا نام حضرت سید وہاب الدین ابن آیۃ اللہ سید یوسف حکیمؒ، اور تیسرے پوتے کا نام سید احمد ابن حجۃ الاسلام سید رضا حکیمؒ ہے۔ اس کے بعد انہی کے خاندان کے مزید دس افراد کو، جو کہ اولاد رسول مقبول ﷺ میں سے تھے، شہید کر دیا گیا، جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

آیۃ اللہ سید عبدالمجید حکیمؒ، ڈاکٹر سید عبدالہادی فرزند محسن حکیمؒ، جناب سید حسن فرزند سید ہادی حکیمؒ، سید حسین ولد ہادی حکیمؒ، سید محمد رضا ولد محمد حسین حکیمؒ، سید عبدالصاحب فرزند سید محمد حسین حکیمؒ، سید محمد ولد آیۃ اللہ سید محمد حسین حکیمؒ، سید ضیاءالدین فرزند آقائے کمال الدین حکیم شہید، سید بہاءالدین ولد سید کمال الدین حکیم، سید محمد علی ولد سید جواد حکیمؒ۔

یہ سب شہداء آل رسول ﷺ اور اعلیٰ درجے کے علمی و ادبی کمالات کے حامل تھے، صد حیف کہ انہیں بربریت سے شہید کر دیا گیا۔ ہمارا اسلام ہو آل حکیم کے مظلوم شہدائے کرام پر، ان کے عظیم ترین جذبۂ جہاد و حریت پر اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے اندر، ہمارے بچوں میں اور ہماری آنے والی نسلوں میں مقام شہادت پانے کا دلی اور روحانی ذوق اور شوق عطا فرمائے، آمین۔ (ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء. اللّٰہ ذو الفضل العظیم)

۸۵۔ حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد ابوالقاسم خوئیؒ

حضرت سیّد ابوالقاسم خوئیؒ کی ولادت ۱۳۱۷ھ میں شہر خوئی میں ہوئی۔
آپ کا گھرانہ ایک علمی وادبی گھرانہ تھا اور آپ کے والد محترم بھی متقی، پرہیز گار جیّد عالم دین تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد نجف اشرف کا رخ کیا، جو کہ اس وقت علمی حوزہ اور روحانیت کا مرکز تھا۔ بحمد اللہ آج بھی ہے اور تا قیامت رہے گا۔

آپ نے محقق اصفہانیؒ، مرزا نائینیؒ جیسے جید علمائے کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور حصول علم میں مصروف ہو گئے۔ بعدازاں اپنی شبانہ روز زبردست محنت اور ریاضت کے نتیجے میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے۔ آپ نے کافی عرصہ حضرت آیۃ اللہ محسن حکیمؒ کی علمی وادبی صحبتوں میں بھی گزارا۔

آپ نے حضرت محسن حکیمؒ کی رحلت کے بعد مرجع کی حیثیت سے خود کو پیش کیا۔ عراق، ہندوستان اور پاکستان کے اکثر مؤمنین نے آپ کی تقلید اختیار کی۔ آپ کی مرجعیت اور کشف آمیز دروس نے سامراجی طبقے کو لرزہ براندام کر دیا اور آپ کو عراق کی بعث پارٹی نے نظر بند بھی کیا، تاہم آپ نے باطل کے آگے کبھی سر نہیں جھکایا اور تمام تر تکالیف کے باوجود مذہب حقّہ کی حقّانیت بیان کرتے رہے اور ظلم کو آشکار کرتے رہے۔

آیۃ اللہ شہید محمد باقر الصدرؒ شیخ کاظم تبریزی، شیخ مرتضٰی نجفی آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انقلاب اسلامی ایران کے بیش تر قائدین آپ کے شاگردوں میں سے یا پھر آپ کے طلباء کے شاگردوں میں سے تھے۔

آپ نے نہایت وسعت نظر اور بصیرت قلبی سے عراق کے اندر علمائے کرام کی ایک فوج تیار کر دی۔ آپ نے پچاس سال کے طویل ترین عرصے تک درس خارج کا اہتمام کیا۔ اس تمام علمی ومعنوی مصروفیت کے باوجود آپ انتہائی عبادت گزار اور ہوائے نفس سے دور تھے۔

آپ حقیقتاً ایک عارف کامل اور عالم باعمل تھے۔

آپ نے پوری دنیا میں تبلیغ علوم اسلامی کا جال بچھایا اور شعبۂ نشر و اشاعت قائم کیا۔ اس کے علاوہ امام خوئیؒ فاؤنڈیشن نے بڑی تعداد میں علمی کتب کی نشر و اشاعت کا بندوبست کیا ،جس سے دین مبین کی بہتر انداز میں تبلیغ ہوئی۔ آپ کی زیر نگرانی متعدد اسکول، شفاء خانے اور یتیم خانے بھی تعمیر و قائم ہوئے ،جن سے آج بھی خداوند تعالیٰ کی مخلوق کسب فیض کر رہی ہے۔ آپ کی تصنیف و تالیف کردہ متعدد نایاب کتب ہیں ،جن میں البیان فی تفسیر القرآن ،منہاج الصالحین اور مجمع رجال الحدیث بہت معروف ہیں۔

آپؒ نے ۱۴۱۳ھ میں رحلت پائی اور نجف اشرف میں حرم امام المتقین ، امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے احاطے میں جگہ پانے کی عظیم سعادت آپؒ کو نصیب ہوئی ، جہاں انوار مولائے کائناتؑ کی کرنیں آپؒ کے مزار کو بھی نا صرف منور کر رہی ہیں ، بلکہ بحمد اللہ چاہنے والوں کے دلوں کو بھی مرادوں سے ہمکنار کرنے کا باعث ہیں۔

۸۶۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ جواد ملکی تبریزیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی مرزا جواد ملکی اور آپ کے والدِ محترم کا اسم گرامی مرزا شفیع ملکی تھا۔ آپ کے والدِ بزرگوار بہت بڑے عالم باعمل، عارف اور گراں قدر فقیہ تھے۔ مرزا جواد ملکی تبریزی نے راہ عرفان وطریقت میں آخوند حسین ہمدانی کی چودہ سال تک شاگردی اختیار کی۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، آپ کی جائے ولادت تبریز ہے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد نجف اشرف سے فقہ کی تعلیم آقائے رضا ہمدانی، اصول، فقہ آخوند خراسانیؒ اور محدث نوری سے علم درایت اور روایت حاصل کیے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ معروف عارف آخوند ہمدانی سے مسلسل کسب فیض کرتے رہے۔

آپ نے روحانی ومعنوی مقام ومنزلت حاصل کرنے کے بعد تبریز واپسی کا سفر اختیار کیا۔ بعد ازاں قم مقدسہ پہنچ کر فقہ، اخلاق کی درس وتدریس میں مصروف ہو گئے۔ آپ کے درس دو طرح کے ہوتے تھے، ایک خاص لوگوں کے لیے اور ایک عام لوگوں کے لیے۔ آپ کی شہرت و مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا اور امامت حرم معصومہ قمؑ کی سعادت بھی آپ ہی کو نصیب ہوئی، جو واقعاً آپ کی خوش نصیبی کی دلیل بن گئی۔

حضرت امام خمینیؒ بھی آپ کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے اور آپ کے درس اخلاق میں شرکت کرتے تھے۔

آیۃ اللہ جواد ملکی تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ جب بھی بستر پر جائیں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہیں۔ اگر ان اذکار کو پڑھتے پڑھتے نیند آجائے تو خواب میں بہت سی حقیقتوں کا اظہار ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں:

(۱) (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدا)(سورۂ کہف، آیت

۱۱۰) ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: ''آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہارا ہی جیسا ایک بشر ہوں، مگر میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا ایک اکیلا ہے، لہٰذا جو بھی اس کی ملاقات کا امیدوار ہے، اسے چاہیے کہ عمل صالح انجام دے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت میں شریک نہ کرے۔''

(۲) آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلاَئِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لاَ نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۸) ترجمہ: ''رسول ﷺ ان تمام باتوں پر ایمان رکھتا ہے، جو اس پر نازل کی گئی ہیں اور مومنین بھی سب اللہ اور ملائکہ اور مرسلین پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ ہم نے پیغام الٰہی کو سنا اور اس کی اطاعت کی، پروردگار اب تیری جانب سے مغفرت درکار ہے اور تیری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔''

(۳) لاَ يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لاَ تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا رَبَّنَا وَلاَ تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْراً كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلاَ تُحَمِّلْنَا مَا لاَ طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا أَنتَ مَوْلاَنَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۶)

ترجمہ: '' اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ہر نفس کے لیے اس کی حاصل کی ہوئی نیکیوں کا فائدہ بھی ہے اور اس کی کمائی ہوئی برائیوں کا مظلمہ بھی۔ پروردگار ہم جو کچھ بھول جائیں یا ہم سے غلطی ہو جائے، اس کا ہم سے مواخذہ نہ کرنا۔ خدایا ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈالنا، جیسا پہلے والی امتوں پر ڈالا گیا ہے۔ پروردگار ہم پر وہ بار نہ ڈالنا، جس کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ ہمیں معاف فرما دینا، ہمیں بخش دینا، ہم پر رحم کرنا، تو ہمارا مولا اور مالک ہے۔ اب کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُم بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ إِلاَّ مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ(سورۃ المائدہ،آیت ۱)ترجمہ:''ایمان والو!اپنے عہد و پیمان اور معاملات کی پابندی کرو۔تمہارے لیے چوپائے حلال کر دیے گئے ہیں ، علاوہ ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں ،مگر حالت احرام میں شکار کو حلال مت سمجھ لینا۔بیشک اللہ جو چاہتا ہے،حکم دیتا ہے۔''

(۵) (إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّهِ الإِسْلاَمُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوْتُواْ الْكِتَابَ إِلاَّ مِن بَعْدِ مَا جَاءهُمُ الْعِلْمُ بَغْياً بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللّهِ فَإِنَّ اللّهِ سَرِيعُ الْحِسَابِ)(سورۂ آل عمران،آیت ۱۹)ترجمہ: ''دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے اور اہل کتاب نے علم آنے کے بعد ہی جھگڑا شروع کیا ہے،صرف آپس کی شراتوں کی بنا پر اور جو بھی آیات الٰہی کا انکار کرے تو خدا بہت جلد حساب لینے والا ہے۔''

(۶) (يُثَبِّتُ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللّهُ مَا يَشَاءُ) (سورۂ ابراہیمؑ،آیت ۲۷)ترجمہ: ''اللہ صاحب ایمان کو قول ثابت کے ذریعے دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالمین کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ جو چاہتا ہے،انجام دیتا ہے۔''

ان آیات مبارکہ کے علاوہ سوتے وقت:

(۷) تسبیح فاطمۃ الزہراؑ

(۸) آیت الکرسی

(۹) سورۂ اخلاص (توحید) ۳ مرتبہ یا پھر ۱۱ مرتبہ پڑھی جائے۔

آیۃ اللہ جواد ملکی تبریزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ اعمال ہیں،جنہیں انجام دے کر میں نے ائمہ معصومینؑ کی زیاراتِ مبارکہ کا شرف حاصل کیا ہے۔ آپ نہایت خوفِ الٰہی سے

سرشار مجاہد ، زاہد اور عارف تھے ۔ آپ کی بہت سی کرامات اور واقعات مشہور ہیں ۔ آپ درحقیقت تسلیم و رضا کے پیکر تھے۔ آپ کے ہونہار ترین شاگردوں میں حضرت امام خمینیؒ ، جناب محمود یزدی اور آقا حسین فاطمی سرفہرست ہیں۔ آپ نے خاص خاص موضوعات پر ملت تشیع کے لیے خاصہ علمی ورثہ چھوڑا ہے ۔ ۱۳۴۳ھ میں آپ نے اس جہانِ فانی سے کوچ کیا اور قم مقدس میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔ آپ کی ظاہری حیات ختم ہونے کے باوجود راہ سیر و سلوک کے متلاشی آج بھی آپ کے افکار و اعمال سے رشد و ہدایت اور اخلاق و تربیت حاصل کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے ۔ بقول شاعر اہل بیتؑ سید محمد احسن برنیؒ ۔

حالات پست بھی ہوں تو ہمّت رہے بلند
انسان جس زمیں پہ رہے، آسماں رہے

۸۷۔ حضرت آیۃ اللہ استاد مرتضیٰ مطہری شہیدؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی مرتضیٰ حسین مطہری تھا۔آپ کی ولادت ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ء میں صوبہ خراسان کے شہر فریمان میں ہوئی۔آپ کے والد محترم حجۃ الاسلام محمد حسین مطہری اپنے وقت کے متقی عالم تھے۔آپ نے بارہ سال کی عمر میں مشہد مقدس کا رخ کیا، جو کہ مرکز علمی و روحانی تھا اور بحمد للہ اب بھی ہے۔اور ان شاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ بعد ازاں آپ نے قم مقدسہ کا سفر اختیار کیا اور وہاں پر آپ کو آقائے بروجردیؒ اور رہبر انقلاب اسلامی امام خمینیؒ کی زیر نگرانی اور زیر تربیت دروس میں شرکت کا موقع ملا۔علاوہ ازیں آپ کے اساتذہ کرام میں سید محمد رضا آیۃ اللہ گلپائیگانیؒ ، سید محمد حسین طباطبائیؒ ، سید محمد کوہ کمریؒ بڑے ناموں کا تذکرہ ملتا ہے۔۱۹۵۲ء میں آپ نے تہران میں اسلامی کونسل کی داغ بیل رکھی اور آپ کو باقاعدہ پروفیسر کی سند عطا ہوئی۔ جہاں آپ نے ۱۹۷۸ء تک فلسفے کی تعلیم بھی دی۔آپ کے ہم عصروں میں جناب آیۃ اللہ خامنہ ای حفظہ اللہ، جناب آیۃ اللہ منتظری، جناب ڈاکٹر علی شریعتی اور دیگر نامور شخصیات شامل ہیں۔

انقلاب اسلامی ایران کی تحریک کے آپ ایک سرگرم کارکن تھے۔۱۹۶۳ء میں آپ کو امام خمینیؒ کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔لیکن امام خمینیؒ کی ترکی جلاوطنی کے بعد آپ نے ایران میں پرجوش علماء کو اپنے فکر و عمل سے متحرک، ولولہ انگیز وحدت میں تبدیل کیا۔آپ نے تہران میں حسینیہ ارشاد کی داغ بیل ڈالی اور وہاں پر حکمت و معنوی دروس کا سلسلہ شروع کیا۔آپ نے امریکی سامراج کے مکروہ چہرے کو مسلم امہ کے سامنے اس طرح آشکار کیا کہ ملت ایران، خواب غفلت سے بیدار ہوئی اور امام خمینیؒ کی تحریک کو ایک انقلاب میں تبدیل کر دیا گیا۔اس تمام عرصے میں رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینیؒ سے آپ کا مکمل رابطہ تھا۔ یہاں تک کہ شاہ ایران نے آپ کو مختلف پابندیوں سے، قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار کیا، لیکن آپ نے ایک

مردِ مجاہد کی طرح جذبۂ ایمانی سے انقلاب اسلامی کو زندۂ جاوید بنا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو ہر طرح کی مدد فراہم کی۔ آپ کو امام امت نے انقلاب اسلامی کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ آپ نے اپنے مقصد سے ہمکنار ہونے کے لیے ہمیشہ خلوص اور سرگرمی کے ساتھ کام کیا۔ شاہ ایران کے کسی ظلم کے آگے سر نہیں جھکایا اور مسلسل جد و جہد میں مصروف رہے۔

آپ کو ۱۹۷۹ء میں شہید کر دیا گیا۔ اس الم ناک موقع پر امام خمینیؒ نے فرمایا کہ **"مرتضیٰ مطہری میری زندگی کا حاصل تھا۔"** آپ کی تدفین قم مقدسہ میں حرم حضرت معصومہؑ میں عمل میں آئی۔ آپ قوی روحانیت کے خوگر تھے۔ متقی، پرہیزگار اور سادہ زندگی گزارنے والی انسانی دوست شخصیت تھے۔ آپ عارف باللہ تھے اور اللہ پر کامل یقین رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ شہادت کی آرزو کرتے رہے اور بالآخر حق تعالیٰ نے آپ کی خواہش کو پورا کیا۔

آپ نے تخلیقی میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کی درج ذیل کتابیں خاص طور پر قبل ذکر ہیں۔ (۱) نہج البلاغہ کا جائزہ۔ (۲) سچی کہانیاں (۳) عدل الٰہی (۴) ظہور امامؑ (۵) انسان اور عقیدہ (۶) سوال اور امید (۷) اسلام میں عورتوں کے حقوق (۸) تاریخ فلسفہ وغیرہ۔ مجھ خطا کار میں وہ تاب کہاں کہ آپ جیسے عالم باعمل کے بارے میں کما حقہ، کچھ لکھ سکوں۔ آپ نے روایتی اور جدید دونوں علوم کی شاخوں میں شاہکار تالیفات و تصنیفات پیش کیں اور اپنے علم و عمل اور تاج شہادت سے تاریخ تشیع میں امر ہو گئے۔

❀❀❀❀❀

۸۸۔ شہید محراب آیۃ اللہ العظمیٰ عبد الحسین دستغیبؒ

آپ ۱۹۰۹ء میں ایران کے مشہور شہر شیراز میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۱ء آپ کا سن شہادت ہے۔ شہید آیۃ اللہ دست غیب ایک انتہائی پاکیزہ اور علمی گھرانے کے پاکیزہ قلب انسان تھے۔ آپ نے آٹھ سو سالہ قدیم بزرگ علمی گھرانے جو دست غیب کے نام سے معروف تھا، میں آنکھ کھولی۔ گھر کے دینی ماحول اسلامی تعلیمات اور روحانیت سے قدرتی لگاؤ کی بنا پر ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد آپ نے مزید تعلیم کے لیے نجف اشرف کا رخ کیا۔ نجف اشرف میں آپ نے جوار امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ میں بزرگ اساتذۂ کرام اور آیات عظام کے حضور زانوئے ادب تہہ کیا اور اپنے وقت کے معروف اور بزرگ مراجع کرام سے اجازۂ اجتہاد حاصل کر کے شیراز واپس لوٹ آئے۔

شیراز میں آپ نے جامع مسجد عتیق جو نہایت بوسیدہ حالت میں تھی، کی لاکھوں تومان خرچ کر کے تعمیر نو کرائی اور وہاں درس تفسیر و اخلاق کا سلسلہ آغاز کیا۔ آپ کی متواتر مخلصانہ کوششوں کے سبب شیراز کے حوزۂ علمیہ نے درس فقہ و اصول اور اخلاقیات میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔ آپ کے خاص طور پر ماہ رمضان المبارک کے درس بہت ہی زبردست ہوتے تھے اور اخلاق اور ایمان سے بھرپور عجائب و غرائب سے مملو ہوتے تھے۔ آپ کو آیات قرآنی احادیث مبارکہ اور دیگر مذہبی معلومات پر عبور حاصل تھا۔ آپ لوگوں کو مسلسل دعوت حق دیتے رہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ظالم شاہ کی بے دین حکومت سے مسلسل مبارزے کی بنا پر آپ متعدد بار گرفتار ہوئے اور آپ کو گھر میں بھی نظر بند رکھا گیا۔ انقلاب اسلامی کی الحمدللہ عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ مجلس خبرگان کے رکن منتخب ہوئے اور اہل شیراز کی درخواست پر آپ کو امام خمینیؒ کے نمائندے اور امام مسجد شیراز کے اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا۔ آپ نے متعدد گراں قدر

درس دیے اور متعدد علمی آثار چھوڑے، جن میں شرح حاشیہ کفایہ، رسائل ومکاسب، گناہانِ کبیرہ، قلبِ سلیم، معاد، توبہ اور استعاذہ نمایاں ہیں۔ان کے علاوہ درجنوں اخلاقی، فقہی اور تفسیر کی کتب بھی تحریر کیں۔الغرض آپ اخلاق ومحبت، خلوص وصداقت اور زہد وتقویٰ کا عملی نمونہ تھے۔

۱۳۶۰ھ میں آپ نماز جمعۃ المبارک کی اقتدا کے لیے تشریف لے جارہے تھے کہ ایک بم دھماکے میں آپ کو شہید کردیا گیا۔آپ کی شہادت درحقیقت انقلاب اسلامی کے حق میں اور دشمن کو شکست دینے میں آپ کی تقریر سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔آپ اپنی تقاریر میں برابر فرماتے رہے کہ موت فنا نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت بقا اور نئی زندگی کا آغاز ہے۔آپ شہداء کے خاندان اور ان کے لواحقین کو بار بار خوش خبری دیتے تھے کہ قرآن مجید فرقان حمید نے تمہارے (شہید ہونے والے) عزیزوں کو زندہ قرار دیا ہے، البتہ ہم ان کے مقابلے میں مردہ ہیں، کیوں کہ ہماری زندگی فانی ہے اور شہداء حیات جاودانی کی منزل پر ہیں، جس کے بعد فنا ہے ہی نہیں۔

آپ کے بارے ایک عجیب واقعہ جناب سیّد محمد ہاشم دستغیب لکھتے ہیں:

۱۴۰۲ھ میں اربعین حسینیؑ کے دوسرے دن صبح کے وقت میں حسب معمول اپنے والد ماجد شہید محراب قدس سرہ کے مکان پر گیا، دفتر کے منشی میرے پاس آئے اور سلام ودُعا کے بعد انہوں نے اپنی گفتگو کا آغاز ایک سیدانی خاتون کے خواب کے بیان سے اس طرح کیا۔

ایک محترم سیدانی جنہیں میں اچھی طرح پہچانتا ہوں اور ان کا مکان میرے پڑوس ہی میں ہے، کہتی ہیں کہ میں نے گزشتہ شب آقای شہید محراب قدس سرہ کو خواب میں دیکھا۔انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میرے جسم کے کچھ ٹکڑے اس گلی (جس میں ان کی شہادت واقع ہوئی) کی دیوار کی اینٹوں میں پھنسے اور چپکے رہ گئے ہیں۔ان ٹکڑوں کو لاکر میرے جسم سے ملا دو۔میں نے پہلے تو اس بات کو کوئی خاص اہمیت نہ دی، تمام لوگوں کی فرمائشیں سنیں اور دو گھنٹے تک لوگوں کے آنے جانے اور دوسرے کاموں کے سلسلے میں مشغول رہا۔اس کے بعد میں جماعت

کے ساتھ فاتحہ خوانی کی ایک مجلس میں شرکت کے ارادے سے باہر نکلا، اتفاقاً ہمیں اسی طرف سے گزرنا تھا، جہاں شہید محراب ؒ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ چناں چہ جب ہم لوگ اس مقام شہادت پر پہنچے، تو اچانک وہ خواب مجھے یاد آ گیا اور میں نے چند لوگوں سے ماجرا بیان کیا اور کہا کہ چلو ادھر دیکھتے چلیں۔ اس کے بعد جونہی ہماری نظر اس دیوار پر پڑی تو ہم سب نے دیکھ کہ گوشت کے متفرق ٹکڑے اینٹوں کے درمیانی شگافوں پر چپکے ہوئے موجود تھے۔

ہمارے ساتھیوں میں سے دو اشخاص آمادہ ہوئے کہ شہید محرابؒ کے جسم اقدس کے ان ریزہ ریزہ ٹکڑوں کو جمع کریں، چناں چہ انہوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ان ریزوں کو جمع کر کے پلاسٹک کی دو تھیلیوں میں محفوظ کر لیا۔ اس واقعے کی خبر بڑی تیزی سے پورے شہر میں پھیل گئی۔ شب جمعہ کو جامع مسجد شیراز میں حسب معمول شہید محرابؒ کے قدیم مقررہ دستور کے مطابق دعائے کمیل ؒ کی مجلس برپا ہوئی اور سوگواران کے مجمع کثیر نے واقعۂ مذکورہ کو سنا اور پھر وہیں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ آج رات دس بجے آیۃ اللہ شہید محرابؒ کے باقی ماندہ اعضائے جسم کی دوبارہ تدفین عمل میں لائی جائے گی۔ چناں چہ ان دونوں تھیلیوں کو جن میں شہید محرابؒ کے اجزائے بدن محفوظ کیے گئے تھے، نہایت احترام سے لایا گیا اور قبر کے پائنتی حصے کو شگافتہ کر کے ان تھیلیوں کو آپ کے جسم اقدس سے متصل رکھ دیا گیا۔

آپ کی تصانیف میں معاد، قلب سلیم، گناہان کبیرہ، تفسیر سورۂ حمد، تفسیر سورہ یٰسین، تفسیر سورۂ حجرات، قرآن و معارف قابل ذکر ہیں۔

۸۹۔ نازش اہل ملت، شہید راہ حق
جناب علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ

علامہ سیّد عارف حسین الحسینیؒ کُرم ایجنسی پشاور (پاکستان) کے صدر مقام پارہ چنار سے پندرہ میل دور پاک افغان سرحد پر واقع ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم سید فضل حسین یہاں کے ممتاز سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ علامہ عارف حسین الحسینیؒ نے گھر میں اپنے والد سے قرآن کریم پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ پارہ چنار کے اسکول سے میٹرک کیا۔ آپ کا ذوق وشوق دینی تعلیم طرف تھا، لہٰذا مدرسۂ جعفریہ پارہ چنار میں داخل ہوئے اور بعد ازاں مزید دینی تعلیم کے لیے عراق روانہ ہو گئے۔ چار سال تک نجف اشرف کے ایک مدرسے میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ عراق کے جید مذہبی علماء آقای شیخ محمد علی مدرس افغانی، آیۃ اللہ ندرت شہیدؒ، سید محراب تبریزی اور آیۃ اللہ مہدی وغیرہ آپ کے اساتذۂ کرام میں سے تھے۔ آپ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد ۱۹۷۲ء میں وطن عزیز واپس آئے اور چند ماہ تک مدرسۂ جعفریہ پارہ چنار میں درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد مزید علوم کے حصول کے لیے ایران روانہ ہوئے اور قم مقدسہ میں آپ نے آیۃ اللہ میر کاظم شیرازیؒ، آیۃ اللہ محسن حکیمؒ اور دیگر علمائے کرام سے کسب علم کیا۔ اسی دوران شاہ ایران کے خلاف تحریک (اسلامی انقلاب) میں بھی آپ نے بڑی سرگرمی سے حصہ لیا۔

۱۹۷۹ء میں آپ وطن واپس آئے اور اپنی مذہبی سرگرمیوں کے سبب مفتی جعفر حسینؒ کی تحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کی سپریم کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نے شیعیت کے حوالے سے عالمی شہرت یافتہ ''اسلام آباد کنونشن'' کی زبردست کامیابی میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ تحریک کے سربراہ مفتی جعفر حسینؒ کی رحلت کے بعد تحریک کی سپریم کونسل نے ۱۹۸۴ء

میں آپ کوتحریک نفاذ فقہ جعفریہ پاکستان کا سربراہ منتخب کرلیا۔ جس کے بعد آپ نے شبانہ روز محنت وجاں فشانی کے ساتھ شیعہ قوم کے آئینی حقوق کے حصول کے لیے جدوجہد کا آغاز کردیا۔ جولائی ۱۹۸۷ء میں مینار پاکستان کے احاطے میں ہونے والی عظیم الشان ''قرآن وسنت کانفرنس'' میں تحریک کے باضابطہ سیاسی پروگرام کا اعلان کیا، جس کے بعد باطل کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ آپ راہ حق کے زبردست مجاہد اور دنیاداری سے کوسوں دور تھے۔ اسی سال کے اوائل میں آپ نے لبنان، شام اور ایران کا دورہ کیا اور وہاں کے ممتاز سیاسی اور مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ دنیا بھر کی تعمیری، انقلابی دینی تحریکوں سے آپ کو گہری دلچسپی تھی۔ پاکستان میں دینی جماعتوں کا اتحاد ہمیشہ آپ کی دلی آرزو رہی۔

آپ امریکی سامراج کے خلاف سخت رویہ رکھتے تھے، جوکہ مخالفین اور طاغوتی قوتوں کے لیے خطرے کی گھنٹی بن گیا۔ نتیجتاً جمعہ ۵/اگست ۱۹۸۸ء کو اپنی رہائش گاہ سے ملحق مدرسے میں نماز صبح کے بعد آپ کو ظالموں نے شہید کردیا۔ آپ کی شہادت پر پورے عالم اسلام میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی اور شیعیان حیدر کرارؑ نے پاکستان بھر میں زبردست احتجاج کیا۔ شیعیانِ مولائے کائناتؑ نے ایران، عراق، لبنان، شام، انڈونیشیا، بحرین، بھارت اور دیگر بہت سے ممالک سے زبردست احتجاجی مراسلات میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سے احتجاج کیا۔

شاعر ملت حضرت سیّد مختار علی اجمیری ان اشعار میں آپؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔

ایسا رتبہ آپؒ کو قربِ حسینؑ سے ملا
الحسینیؑ سے ملقب ہو گئے عارف حسینؒ

جاگتی آنکھوں شہادت پائی ارضِ پاک میں
سائے میں آلِ عباؑ کے سوگئے عارف حسینؒ

ایک شاعر نے غم والم کی اس فضا میں اپنے جذبات کی ترجمانی اس طرح کی۔

روشنی جس کی پھیلی رہے گی سدا
ایسی شمع شہادت ہیں عارف شہیدؒ
اُن کی تاریخِ رحلت سے ہے یہ عیاں
نازشِ اہلِ ملّت ہیں عارف شہیدؒ

۹۰۔ جناب علامہ سیّد محمد حسین طباطبائیؒ

علاّمہ استاد سیّد محمد حسین طباطبائی ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۲ء میں ایران کے شہر تبریز میں پیدا ہوئے۔آپ کی والدۂ ماجدہ چھوٹی عمر میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی تھیں۔ ابتدائی تعلیم اور دینی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ نے نجف اشرف کا سفر اختیار کیا۔نجف اشرف میں آپ نے اصول فقہ میں مہارت حاصل کی اور مرزا محمد حسین نائینیؒ اور شیخ محمد اصفہانیؒ آپ کے اساتذہ میں سے تھے علوم عقلی پر بھی آپ نے بہت زیادہ توجہ دی اور علم ریاضی میں بھی مہارت حاصل کر لی۔بوعلی سینا کی کتاب ''شفاء'' اور ملا صدرا کی کتاب ''اسفار'' کا مطالعہ کیا۔آپ نے علم وعرفان میں مرزا علی قاضی کی نگرانی میں عبور حاصل کیا۔آپ نے نجف اشرف میں ایک طویل عرصہ ریاضت وزہد میں گزارا۔

آپ نے ۱۹۳۴ء میں دوبارہ تبریز کا سفر اختیار کیا، تھوڑے عرصے کے بعد قم مقدسہ منتقل ہو گئے اور خاموشی سے دروس کا سلسلہ شروع کیا۔آپ کے دروس سے طلبائے قم میں جذب وکیف، طمانیت اور سرشاری پیدا ہوگئی اور دینی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ یہ سلسلہ خداوند کریم کے فضل و کرم سے تیس سال تک جاری رہا۔آپ نے جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو دین اسلام کی گہرائیوں اور حکمتوں سے آگاہ کیا اور ان کے عقیدے کو راسخ اور کامل عقیدے میں ڈھال دیا۔

آپ کو جلد ہی ایک مایہ ناز استاد کا درجہ حاصل ہو گیا۔آپ نے بہت ہی اعلیٰ معیار کے شاگرد تیار کیے، مثلاً جناب استاد شہید مرتضٰی مطہریؒ جناب آیۃ اللہ شہید ڈاکٹر بہشتیؒ، ڈاکٹر جواد باہنرؒ، آیۃ اللہ مفاتح، آیۃ اللہ مہدوی کنی وغیرہ وغیرہ۔

آپ روحانی ومعنوی کمالات سے بھی مالا مال تھے اور راہ حق میں مجاہدہ کرنے والے تھے۔آپ نے متعدد معروف کتب اور مقالے لکھے۔''تفسیر المیزان'' نامی کتاب بھی آپ ہی کا علمی شاہکار ہے، جو کہ تیس جلدوں پر مشتمل ہے۔اس میں آپ نے جامعیت اور جدّت وندرت

کے ساتھ تفسیر کو بیان کیا ہے۔ آپ کی ایک اور معروف کتاب ''فلسفہ اور اصول'' ہے، جو کہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ''کفایت الاصول'' کی قابل قدر شرح بھی تحریر کی ہے۔ آپ دین اسلام اور اس کے باطنی فوائد کو آشکار کر کے نوجوان نسل کو ایک پائیدار اور مکمل قوت یا یموت میں بدلنا چاہتے تھے، جس میں آپ بفضل تعالیٰ کامیاب رہے۔

آپ نے مذہب تشیع کے خلاف باطل پروپیگنڈے کو ختم کرنے کے لیے احسن طریقے سے پُر از معنی نگارشات پیش کیں اور مخالفین کو بہت اچھے انداز میں عقلی دلائل سے لاجواب کر دیا۔ آپ نے دیگر غیر ملکی وفود سے بھی مفید تعلیمی مناظرے کیے اور شیعیت کی مؤثر انداز میں تبلیغ کرتے رہے۔ آپ بہت کم خوراک استعمال کرتے، یوں پوری رات جاگ کر سحر تک عبادت اور علمی تحقیق میں وقت صرف کرتے اور صبح اپنا درس (لیکچر) دیتے، جس کی زبردست تیاری کی ہوتی تھی۔ آپ نے ہمیشہ قوم کے نوجوانوں کو غلطی سے پاک اور مایوسی سے دور رہنے کا طریقہ و سلیقہ سکھایا اور راہ حق و صداقت میں سدا ثابت قدم رہے۔ آپ کی وفات ۱۴۰۱ھ میں ہوئی

۹۱۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد محمد باقر الصدر شہیدؒ

حضرت آیۃ اللہ سیّد محمد باقر الصدرؒ نجف اشرف کے ایک بلند پایہ علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ کے بزرگوں نے دین کی خاطر زبردست قربانیاں دیں اور خدمت دین کو ہمیشہ اپنا شعار رکھا اور اس ضمن میں اپنی ذمے داریاں کما حقہ ادا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی بزرگوں کی زیر نگرانی حاصل کی اور اپنی خداداد ذہانت و فطانت سے سب کو متاثر کیا۔آپ نے گیارہ سال کی عمر میں باغ فدک کے موضوع پر ایک قابل قدر کتاب تحریر کر کے یقیناً مثالی کارنامہ انجام دیا۔

آپ ۱۳۶۵ھ میں کاظمین سے نجف اشرف تشریف لائے اور ۱۳۸۰ھ میں درس خارج پڑھنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ اپنی صلاحیت و قابلیت سے ''معالم الاصول'' کا درس اپنے بزرگوار برادر محترم سے حاصل کیا اور بہت جلد اس پر عبور حاصل کر لیا۔اسی دوران آپ نے ''العالم الجدید'' کے عنوان سے ایک اور اہم کتاب تحریر کی، جو کہ اپنی اہمیت و افادیت کے تناظر میں نجف اشرف اور قم مقدسہ کے مدارس میں نصاب میں شامل کی گئی۔

اس کے بعد آپ نے اقتصادی میدان میں بھی اپنے فن کا لوہا منوایا ہے۔فلسفے کے شعبے میں بھی معرکۃ الآرا کام کیا اور اپنی قابلیت سے ایک دنیا کو گویا چونکا دیا۔آپ نے اپنی تحریروں میں دین اسلام کو ایک ایسا نصب العین قرار دیا کہ جس کی خاطر جان بھی قربان کی جاسکتی ہے۔بہ قول سید الشہداء حضرت امام حسینؑ ''دین کی خاطر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے، لیکن دین کو کسی شے پر قربان نہیں کیا جاسکتا۔'' آپ کی ولولہ انگیز تقاریر اور دروس نے بعث پارٹی جو عراق پر قابض تھی، کے اندر خطرے کی گھنٹی بجادی، لیکن آپ کی علمی اور فکری تقاریر کے دریا نے ایک انقلاب کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی، جس کے نتیجے میں آپ کو قید و بند کی تکالیف، صعوبتیں اور مختلف پابندیاں برداشت کرنی پڑیں، لیکن پھر بھی آپ نے شکست تسلیم نہیں کی اور مستقل

اپنے مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف رہے۔ حق پسند لوگ آپ کے پاکیزہ افکار و نظریات سے متاثر ہو کر پرچم حدیث کے زیر سایہ جمع ہونے لگے۔

آخر کار عراق کے ظالم، خائن اور فاسق حکمراں صدام لعین نے آپ کو بغداد کے ایک تاریک زندان میں قید کرا دیا اور ۱۴۰۰ھ میں آپ کو بے دردی سے شہید کرا دیا۔ ظالم حکمراں نے آپ کے ساتھ آپ کی ہمشیرہ آمنہ بنت الہدیٰ کو بھی شہید کرا دیا، جس پر عالم تشیع میں زبردست غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ آپ کی عمر شہادت کے وقت صرف سینتالیس سال تھی۔ آپ نے معروف کتاب ''فلسفہ اور اقتصادیات'' نہایت احسن انداز میں تالیف کی۔ اس کے علاوہ بھی آپ کی متعدد گراں قدر تصانیف و تالیفات ہیں۔ آپ کی رحلت پر امام خمینیؒ نے بھی انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا اور عراق کے عوام کو بھی ظالموں کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کی ترغیب و ہمت دلائی۔ اللہ آپؒ کی لحد پر بارشِ انوار سدا جاری و ساری رکھے، آمین۔

۹۲۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد حسن شیرازیؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی سیّد حسن شیرازی اور آپ کے والد محترم کا اسم گرامی حضرت آیۃ اللہ سیّد مہدی شیرازیؒ ہے۔ آپ نجف اشرف میں ۱۳۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان حضرت علامہ مرتضیٰ انصاریؒ کے زمانے سے ہی اجتہاد کے درجے پر فائز رہا ہے۔ آپ کے جد حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد محمد حسن شیرازیؒ ہیں، جو کہ "مجاہد کبیر" بھی کہلاتے ہیں۔ انہوں نے ۱۳۰۹ھ ش میں تحریم تمبا کو کا فتویٰ دیا، جس نے انگریزوں کو زبردست سیاسی و معاشی نقصان پہنچایا۔

حضرت آیۃ اللہ شیرازیؒ نے کربلائے معلیٰ کے حوزۂ علمیہ سے دروس حاصل کیے۔ آپ کے اساتذہ کرام میں حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد ہادی میلانیؒ، حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد رضا اصفہانی اور آپ کے برادر محترم حضرت آیۃ اللہ سیّد محمد شیرازیؒ شامل ہیں۔ آپ نے کم عمری ہی میں اجتہاد کی سند حاصل کی۔

اجتہاد کا منصب حاصل کرنے کے بعد آپ نے اپنی علمی اور عملی صلاحیتوں کے جوہر دکھلائے اور ظالموں کے خلاف مؤثر انداز میں آواز بلند کرنی شروع کر دی، جس کے نتیجے میں آپ کو قید کر دیا گیا اور مختلف صعوبتوں سے دوچار کر دیا گیا، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کے بے پایاں فضل و کرم سے ظلم و ستم کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ بعد ازاں آپ کو رہائی حاصل ہوئی اور عراق چھوڑ کر شام جانا پڑا۔ آپ نے شام میں بھی حوزۂ علمیہ کی بنیاد رکھی اور بعد میں بحمد اللہ لبنان، بحرین اور مصر تک اس کا دائرہ بڑھا دیا۔

علاوہ ازیں نایاب اسلامی کتب کی اشاعت و ترویج کا اہتمام کیا۔ ساتھ ہی مساجد، امام بارگاہیں، خیراتی شفا خانے اور دار المطالعے بنانے کا کام بھی کرتے رہے۔ حضرت آیۃ اللہ سید محمد شیرازیؒ آپ کے بڑے بھائی تھے۔ حضرت آیۃ اللہ سید حسن شیرازی نے اپنے برادر

بزرگ سے درس حاصل کرتے ہوئے تصنیف وتالیف کے سلسلے میں بھی نمایاں کردار ادا کیا، آپ کا زیادہ تر کام عربی زبان میں ہے، لہٰذا عرب ممالک میں زیادہ مشہور ہے۔

۱۹۸۰ء میں آپ حضرت آیۃ اللہ سید محمد باقر الصدر ؒ کی عراق میں شہادت کے بعد مدرسۂ لبنان میں منعقدہ مجلس عزائے سید الشہداءؑ میں شرکت اور خطاب کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ رات میں آپ کو پے در پے گولیاں مار کر شہید کر دیا گیا۔ (انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون)

آپ کا خاص کارنامہ حضرت سیّدہ زینب کبریٰؑ کے مزار پُر نور (واقع دمشق) پر زیارات کی سہولتیں بہم پہنچانا ہے۔ شام میں علوی علماء سے مناظرے اور مباحثے کر کے انہیں مذہب حقہ شیعہ اثنا عشری سے روشناس کرایا۔ دمشق میں آپ کا قائم کردہ حوزۂ علمیہ آج بھی سیکڑوں طلاب کی علمی سیرابی کا باعث ہے۔

۹۳۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ محمد رضا سعیدی شہیدؒ

الحاج آقای سعید احمد سعیدی نے امام ہشتم حضرت امام علی رضاؑ کی بارگاہ میں ایک فرزند کے لیے خلوص دل سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں ایک بیٹا عنایت فرمایا، جس کا اسم گرامی محمد رضا سعیدی رکھا گیا۔ آپ کا سن ولادت ۱۹۲۹ء ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم عربی میں اور فقہ کی تعلیم آقای الحاج شیخ کاظم دامغانی اور الحاج شیخ ہاشم غزنوی سے مشہد مقدس میں حاصل کی۔ آپ نے انتہائی محنت و جاں فشانی سے ریاضت علم کو درک کیا اور بعد ازاں آیۃ اللہ شیرازیؒ (تحریم تمبا کو تحریک کے حوالے سے معروف) کی دختر نیک اختر سے عقد فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے قم مقدسہ کا سفر اختیار کیا اور مکمل کامیابی کے ساتھ اجتہاد کا علمی سفر طے کیا۔ آپ کے اساتذہ میں آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ اور آیۃ اللہ بروجردیؒ دونوں شامل تھے۔

اس کے بعد آپ نے ایران کے دور دراز شہروں میں دینی تعلیم کو عام کرنا شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنی تقریروں سے لوگوں کو انقلاب اسلامی کے لیے تیار کرتے رہے۔ آپ کو شاہ نے گرفتار کیا اور بعد میں آیۃ اللہ بروجردیؒ کی کوششوں سے رہا کر دیا گیا۔ پھر آپ کو امام خمینیؒ کے نمائندے کی حیثیت سے کویت بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں جب روحانیت کی تحریک نے زور پکڑا تو آیۃ اللہ سعیدی نے امام خمینیؒ کا مکمل ساتھ دیا۔ آپ کو امام خمینیؒ کی امامت پر مکمل بھروسا تھا۔ آپ کے ساتھ آیۃ اللہ منتظری اور آیۃ اللہ ربانی شیرازی بھی تھے۔

آپ نے امام خمینیؒ کی جلاوطنی کے بعد کے حالات میں بھی شاہ کے خلاف پرچم بغاوت بلند رکھا۔ آپ نے عراق کا سفر بھی کیا اور وہاں کے عوام اور علماء میں آگہی کا جذبہ اور شعور اجاگر کیا۔ امام خمینیؒ نے آپ کو تہران میں نماز جمعہ کے امام کا اعزازی عہدہ عطا کیا۔ آپ نے قم سے ہجرت کی اور تہران میں اپنی پُر جوش سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آپ کو امام خمینیؒ نے توصیفی خط بھی

لکھا اور آپ کی مخلصانہ اور بے لوث کوششوں کو سراہا۔ آپ نے کافی تحریریں ورثے میں چھوڑیں، تاہم ساوک ہمیشہ آپ کے گھر پر چھاپے مارتی اور آپ کے افکار پہ مبنی نگارشات لے جاتی۔

آپ نے فلسطینی بھائیوں کے لیے کافی رقم جمع کی اور ان کی مدد فرماتے تھے۔ آپ کو بالآخر ۱۹۷۰ء میں گرفتار کیا گیا اور بہت زیادہ اذیتیں دی گئیں، لیکن آپ نے انقلاب اور رہبر انقلاب کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آپ نے خود لکھا کہ سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی آپ کو خواب میں زیارت کا عظیم ترین شرف حاصل ہوا اور امام عالی مقامؑ نے آپ سے فرمایا کہ: ''تم ہمارے پاس شامل ہو جاؤ اور حکومت کرو۔'' آپ کو خواب کی تعبیر یہ ملی کہ شاہ کی غنڈہ تنظیم ساوک ایجنسی نے آپ کو شہید کیا، اس عالم میں کہ سر مبارک میں ڈرل مشین سے سوراخ کیے۔ آپ نے اپنے قلم اور خون دونوں سے انقلاب اسلامی کی راہ ہموار کر دی۔

۹۴۔ حضرت آیۃ اللہ حسین غفاری شہیدؒ

آپ ۱۹۲۰ء میں آذر شہر تبریز میں پیدا ہوئے۔آپ کا نام حسین رکھا گیا۔آپ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔لہٰذا آپ کو چھوٹی سی عمر ہی میں کھیت میں کام کرنا پڑا،لیکن پھر بھی آپ نے دینی تعلیم اور اصول کام کاج اور معاش کے دوران حاصل کیے۔تیس سال کی تکلیف دہ محنت مشقت سے بھرپور زندگی گزارنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں آپ نے قم مقدسہ کا سفر اختیار کیا۔اس وقت قم مقدسہ میں آیۃ اللہ بروجردیؒ اور آقای نجفی کا دور تھا۔آپ نے ''کفایۃ الاصول'' اور ''مکاسبِ محرمہ'' کی تعلیم جناب فیض قمی اور آیۃ اللہ تقی خوانساری سے حاصل کی اور گیارہ سال بعد آپ نے تہران کی طرف سفر کیا،اب آپ بفضل خداوند تبارک وتعالیٰ مجتہد تھے۔آپ نے جب تہران کا سفر کیا،انہی دنوں ایران کے مراجع حضرات نے روحانیت کی ابدی تحریک شروع کی اور آپ بھی خوش قسمتی سے امام خمینیؒ کی تحریک میں دل جان اور روح کی ہم آہنگی کے ساتھ شامل ہو گئے۔آپ نے تہران میں درس و لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا۔اسی دوران آپ کو رضا شاہ پہلوی کے کارندوں نے گرفتار کرلیا،کئی ماہ بعد آپ کو رہا کیا گیا،لیکن اس کے بعد بھی آپ نے متواتر جدوجہد سے منہ نہ موڑا،جب کہ انتہائی سخت معاشی تکالیف بھی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔۱۹۷۴ء میں آپ کو ایک مرتبہ پھر گرفتار کیا گیا۔آپ کو شیطانی نمائندوں نے انتہائی تکلیف دہ اذیتیں دیں،یہاں تک کہ ۱۹۷۴ء ہی میں آپ کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔

آپ نے نوجوانوں کو خاص طور پر انقلاب کے لیے تیار کیا اور کسی بھی طور شاہ کے ظلم کے آگے سر نہیں جھکایا۔آپ نے ہر محاذ پر شاہ ایران کے ظلم وستم اور غیر شریفانہ رویوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔آپ کا توحیدی پرچم بالآخر کامیابی و کامرانی کے ساتھ سربلند ہو کر رہا۔رہبر انقلاب امام خمینیؒ نے شاہ کے باطل نظام اور تخت کو الٹ دیا۔ایرانی عوام نے اللہ تعالیٰ کے فضل

وکرم سے رہبر انقلابِ اسلامی کا مکمل ساتھ دیا۔

عوام کو تیار کرنے، قربانی دینے، شہادتیں پیش کرنے، عزاداری سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہتمام یعنی مجالس، اجتماعات اور جلوس برپا کرنے اور ظلم کے خلاف اٹھنے، بولنے اور اپنی جان و مال وخون کو پیش کرنے کا کارنامہ بلاشبہ آیۃ اللہ حسین غفاریؒ، آیۃ اللہ طالقانیؒ، آیۃ اللہ بہشتیؒ، آیۃ اللہ مطہریؒ، آیۃ اللہ منتظری مدظلہ اور دیگر عظیم شخصیات کا طرۂ امتیاز ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ ایسی روح پرور شہادتیں پیش کرنے والے مراجع عظام بلاشبہ وارث انبیاء اور ائمہ طاہرین علیھم السلام ہیں۔ ہم ادنیٰ طالب علم ان تمام اعلیٰ وارفع شخصیات کو سلام خلوص وعقیدت پیش کرتے ہیں۔ ایک دانش ور کا قول ہے کہ: ''بلاشبہ ان ہستیوں نے اپنا آج ہمارے کل پر قربان کر دیا ہے۔''

۹۵۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد حسن مدرّس مجتہدؒ

حضرت آیۃ اللہ سیّد حسن مدرس کی ولادت ۱۸۷۱ء میں ہوئی۔ آپ نے چھوٹی عمر ہی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی اور چودہ سال کے سن میں سائنس، عربی، فارسی کی بنیادی تعلیم مکمل کر لی۔ آپ کے دادا جان نے آپ کو اصفہان (نصف جہان) اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجنے کی وصیت کی تھی۔ لہٰذا آپ کے دادا جان کی رحلت کے بعد آپ کو اصفہان اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بھیجا گیا، جہاں آپ نے پانچ سال تک منطق، فلسفہ، نحو، قواعد وضوابط (گرامر) اور دیگر علوم حاصل کیے۔ اصفہان میں حصول تعلیم کے بعد آپ نجف اشرف (یعنی شہر مولائے کائنات، باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ) روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر حصول علم کے لیے جی جان سے کوشاں ہو گئے۔ اس دوران معاش کے لیے آپ علم طب کو کام میں لائے۔ آپ حکمت وطب میں کچھ مہارت رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے محنت مزدوری کی، لیکن بیت المال سے کوئی رقم حاصل نہیں کی۔

آپ نے نجف اشرف میں سات سال تحصیل علم میں بسر کیے۔ آپ نے اجتہاد کی سند حاصل کرنے کے بعد اپنے شہر کا رخ کیا۔ یہاں پر آپ نے سیاسی جدوجہد میں حصہ لیا اور سرگرمی سے اسلامی طرز فکر وعمل کی سیاست میں شامل ہوئے تو اس وقت کے حالات کے مطابق آپ کو مختلف حیلوں اور ہتھکنڈوں سے تنگ کیا گیا۔ اور بالآخر خراسان مشہد مقدس کے ایک قلعے میں قید کر دیا گیا، جہاں آپ کو آٹھ سال قید تنہائی میں رکھا گیا۔ وہیں دوران قید آپ کو زہر دیا گیا اور پھر پھانسی دے دی گئی۔ آپ کو پھانسی دے کر اسے خودکشی کا رنگ دے دیا گیا۔ آپ ایک انتہائی بے باک رہنما تھے اور جرأت کے ساتھ اپنا مقدمہ پیش کرتے تھے۔ آپ کا یہ کہنا تھا کہ ''ہماری پالیسی ہمارا مذہب اور ہمارا مذہب ہی ہماری پالیسی ہے۔'' دین اسلام ہی درحقیقت آپ کا ابدی سرمایہ رہا اور اسلامی انقلاب ہی کے لیے آپ نے جرأت اور جواں مردی سے کام کیا۔

ایرانی مجلس کے رکن بنے اور ایک زبردست سیاسی جد و جہد کے نتیجے میں وہ فضا ساز گار کر دی، جس سے رضا شاہ پہلوی خوف زدہ تھا اور اسی وجہ سے اس نے آپ کو بے دردی سے شہید کروایا۔ آپ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے اور ہمیشہ غریبوں کی مدد اور دل جوئی کرتے تھے۔ اور طلباء کے لیے اپنا آرام ترک کر دیتے تھے۔ آپ جیسے عظیم القدر انسانوں ہی کے لیے کسی شاعر نے یہ حقیقت نظم کر دی ہے، ملاحظہ فرمائیں ۔

یوں تو ہزاروں صورتیں تھیں انجمن میں ضوفشاں
نظریں جس کو ڈھونڈتی تھیں، ایک وہ چہرہ نہ تھا

۹۶۔ حضرت آیۃ اللہ العظمٰی طالقانیؒ

آپ ۱۹۱۱ھ میں تہران کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم جناب سید ابوالحسن طالقانیؒ اپنے وقت کے مرجع تھے اور آیۃ اللہ مدرسؒ کے ہم عصر تھے۔

آپ کو نوجوانی میں آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائری یزدیؒ کے مدرسے حوزے میں علم حاصل کرنے کا شرف حاصل ہوا اور یہاں سے ہی آپ نے اجتہاد کی سند حاصل کی۔آپ نے ۱۹۳۸ء میں تہران میں فہم القرآن کے درس دینا شروع کیے۔نوجوان آپ سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔آپ نے قرآن مجید کو روزمرہ زندگی میں متعارف کرایا اور خاص الخاص طریقے سے تفسیر اور معنوی پہلوؤں کے اعتبار سے قرآن مجید فرقان حمید روشناس کرایا۔ساتھ ہی آپ نے درس ''نہج البلاغہ'' کو بھی اپنا وتیرہ بنالیا اور اس وقت کے نوجوانوں کو مولائے کائنات حضرت علیؑ کے سمندرِ علم میں سے ایک کوزے ''نہج البلاغہ'' کے مختلف گوشوں سے واقف کرایا۔

آپ نے ۱۹۶۰ء میں حضرت آیۃ اللہ مطہری کے ساتھ سیاسی طور پر ایران کی ظالم شاہی حکومت کے خلاف ایک مؤثر مہم شروع کی۔آپ نے ۱۹۵۰ء میں مسلم کانفرنس کراچی میں شرکت کی اور فلسطین کی حمایت کے لیے مسلمانوں کو آمادہ کیا۔آپ نے مصر اور شام میں مذہب تشیع کا اصل مکتب متعارف کرایا اور مسلم مخالف اسکالرز کا منہ بند کر دیا۔ارباب اختیار کی غنڈہ تنظیم ساوک نے آپ کو مختلف طریقوں سے تنگ کیا اور آپ کے لیکچرز کے سلسلے کو بند کرادیا۔

انہی حالات میں ۱۹۶۲ء میں آپ امام خمینیؒ کے ایک سرگرم کارکن تھے کہ جو اسلامی انقلاب کے لیے تیار ہو گئے تھے۔آپ کو جلد ہی ساوک نے گرفتار کیا اور چند ماہ بعد رہا کر دیا۔ لیکن ۱۹۶۳ء میں آپ کو پھر گرفتار کیا گیا اور دس سال کے لیے جیل میں ڈال دیا گیا۔آپ نے قید و بند کے دوران بھی قرآن کریم کی تعلیم ، درس اور تدریس کا سلسلہ ایک بار پھر جاری کر دیا۔

۱۹۷۶ء میں آپ کو عوام کے زبردست دباؤ کے باعث رہا کر دیا گیا۔آپ نے مسلسل

وقت کے ظالم شاہ کے خلاف عوام کو تیار کیا اور فلسطین کے عوام کا اخلاقاً اور کھل کر ساتھ دیا۔ آپ نے ۱۹۶۹ء میں عید کے موقع پر عوام سے درخواست کی کہ اپنا فطرہ فلسطینی بھائیوں کو دیا جائے۔ علاوہ ازیں آپ نے شاہ کے خلاف مسلح جدوجہد کو جائز قرار دیتے ہوئے عوام کو ذہنی طور پر تیار کیا۔ آپ کو ایک بار پھر گرفتار کیا گیا اور اٹھارہ ماہ بعد رہا کر دیا گیا۔ آپ نے ان تمام تکلیف دہ حالات کے باوجود ہمت نہ ہاری اور زیر زمین گروپ کو متحرک کیا اور عوام کو مسلسل تیار کرتے رہے۔

۱۹۷۵ء میں پھر قید کیا گیا اور ساتھ ہی آپ کی بیٹی کو بھی قید کیا گیا۔ اور عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ لیکن ان تمام مظالم کے باوجود آپ نے ہمت نہ ہاری اور انقلاب اسلامی ایران کے کامیاب ہونے کے بعد آپ کو اکتوبر ۱۹۷۸ء میں آزاد کیا گیا۔ اس طرح ان مردِ فقیہ اور مجاہدِ اسلام کو تقریباً چالیس سال تک قید و بند کی صعوبتیں اور تکالیف اٹھانا پڑیں۔ آپ نے قید خانے (جیل) سے باہر آ کر ایرانی عوام میں ایک واضح تبدیلی دیکھی۔ چالیس سال پیش تر جو جدوجہد آپ نے شروع کی تھی، اس کا ثمر دیکھ کر آپ نے سکون واطمینان کا سانس لیا۔

آپ کو ۱۹۷۹ء میں دل کا دورہ پڑا اور اسی کے نتیجے میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ نے ثابت قدمی اور جدوجہد کے نتیجے میں تاریخ میں اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ آپ کی رحلت پر امام خمینیؒ نے بھی دلی غم وافسوس کا اظہار کیا۔ انہوں نے فرمایا: ''طالقانیؒ خدا کے ساتھ مل گیا اور اس کا ورثہ شہادت ہے۔'' ایرانی عوام نے بھی آپ کی وفات حسرت آیات کا سوگ منایا۔ آپ کو اپنے وقت کا ابوذرؒ بھی کہا گیا۔ بہ قول شاعر ؎

بچھڑا کچھ ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی

اِک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

❁❁❁❁❁

۹۷۔ حجۃ الاسلام ڈاکٹر جواد باہنر شہیدؒ

آپ ۱۹۳۳ء میں ایران کے معروف شہر کرمان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کرمان ہی میں حاصل کی اور ساتھ ہی اسکول کی تعلیم بھی حاصل کی۔ بعد ازاں آپ نے قم مقدسہ کا سفر اختیار کیا، حوزۂ علمیہ میں داخل ہوئے اور قم کے اسلامک سینٹر میں حصول علم میں مصروف ہو گئے۔ ساتھ ہی تہران یونیورسٹی سے فنون (آرٹس) میں ڈگری حاصل کی۔

۱۹۵۷ء سے آپ نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اور اس کے ساتھ لیکچرز وغیرہ کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کی جدوجہد کی۔ آپ نے بڑی تعداد میں مقالے تحریر کیے اور ایک توحیدی سینٹر بھی قائم کیا۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے دینی اور سیاسی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کیا۔ آپ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے آپ غریبوں کے مسائل سے بخوبی واقف تھے۔ آپ نے امام خمینیؒ کو اپنا قائد مان کو روحانیت کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ نے ۱۹۷۸ء میں ڈاکٹر بہشتی، آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد علی خامنہ ای، آیۃ اللہ سیّد عبدالکریم موسوی اردبیلی اور جناب علی اکبر ہاشمی رفسنجانی کے ساتھ مختلف مواقع پر جلسوں اور جلوس کا انتظام سنبھالا۔ یہ وہ وقت تھا، جب امام خمینیؒ پیرس میں جلاوطن تھے اور امامؒ نے آپ کو مختلف امور کا نگراں بنایا تھا۔ آپ نے اسلامک پارٹی بھی قائم کی۔ امام خمینیؒ نے آپ کو آپ کی عظیم القدر خدمات کے پیش نظر انقلاب اسلامی کونسل کا ممبر بھی بنایا۔ انقلاب اسلامی کی عظیم الشان کامیابی کے بعد آپ نے مختلف کلیدی عہدوں پر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۸۱ء میں آپ کو چیئرمین اسلامک پارٹی کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔

بعد ازاں آپ کو جمہوری اسلامی ایران کے وزیر اعظم کی حیثیت سے بھی چن لیا گیا۔ وزیر اعظم بننے کے باوجود آپ نے اپنے ایرانی عوام سے پر خلوص رشتہ قائم رکھا اور سادگی، محنت و جاں فشانی اور ثابت قدمی سے اپنا کام کرتے رہے۔ آپ ایک متقی عالم باعمل اور سادہ شخصیت

کے حامل انسان تھے۔ اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے۔ آپ کے مخالف بھی آپ کی خداداد صلاحیتوں کے گرویدہ تھے اور آپ کے ساتھ کام کرتے تھے۔ آپ ایک ہر دل عزیز شخصیت کے مالک رہے۔

۳۰/اگست ۱۹۸۲ء کو ایک بم دھماکے میں دشمنان اسلام نے آپ کو شہید کر دیا۔ آپ اس وقت صدر محمد علی رجائی کے ساتھ اپنے دفتر میں تھے۔ آپ کے ساتھ صدر ایران بھی شہید کر دیے گئے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت آیۃ اللہ موسوی اردبیلیؒ نے پڑھائی۔ آپ کی شہادت کے بعد انقلاب اسلامی ایران اور زیادہ اثر پزیر ہوا، ایران کے غیور عوام نے ہمت نہیں ہاری اور امام خمینیؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں ترقی و عروج کی جانب گام زن ہو گئے۔ ایرانی عوام کو آپ نے یہ باور کرا دیا تھا کہ بقول شاعر ؎

کم ہمتی سے کیوں نہ ہو توہینِ زندگی
انسان کا وقار تو عزمِ جواں سے ہے

۹۸۔ حضرت آیۃ اللہ ڈاکٹر سیّد محمد حسین بہشتی شہیدؒ

آپ کا مکمل اسم گرامی سیّد محمد حسین بہشتی تھا۔ آپ ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۲۸ء میں اصفہان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۹۴۲ء میں صدر مدرسہ اصفہان میں داخلہ لیا۔ ۱۹۴۶ء تک آپ نے وہیں پر عربی، منطق اور دیگر رائج نصابی مضامین پڑھے۔ اس کے بعد آپ نے دینی و مذہبی حصول علم کی خاطر قم مقدسہ کا رخ کیا۔ آپ نے جدید دور کی ضرورت کے تحت فرانسیسی اور انگریزی بھی سیکھی۔ قم مقدسہ میں آپ نے آیۃ اللہ بروجردیؒ، امام خمینیؒ، آیۃ اللہ خوانساریؒ اور آیۃ اللہ کوہ کمری سے کسب فیض کیا۔ آپ اس کے ساتھ ساتھ اصفہان اور قم میں مدرّس کا کام بھی کر رہے تھے۔ آپ جب قم مقدسہ میں قیام پزیر تھے، اس وقت استاد محمد حسین طباطبائیؒ بھی قم میں تشریف لائے۔

۱۹۴۷ء میں آپ نے انگریزی ادب میں ڈپلوما بھی حاصل کیا۔ آپ نے تہران یونیورسٹی میں بیچلر ڈگری کے پروگرام میں داخلہ لیا اور ڈگری حاصل کرنے کے ساتھ آپ کام میں بھی مصروف رہے اور پڑھ بھی رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فلسفے میں بھی استاد محمد حسین طباطبائیؒ سے درس حاصل کیا۔ بعدازاں آپ نے حضرت آیۃ اللہ منتظریؒ اور حضرت آیۃ اللہ شہید مطہریؒ کے ساتھ ہر شب جمعہ کو درس مجلس کا اہتمام کیا، جو کہ پانچ سال جاری رہا۔ اس کے علاوہ آپ نے ایران کے دور دراز گاؤں، دیہات میں جا کر دین اسلام کی تبلیغ کا عظیم القدر کام کیا۔ آپ اپنی خودنوشت سوانح میں فرماتے ہیں:

''ہمارے پاس کوئی رقم نہیں ہوتی تھی اور آقای بروجردیؒ ہمیں سو تومان اور ۱۹۴۸ء میں ڈیڑھ سو تومان دیتے تھے، تاکہ گاؤں کے کسی شخص پر ہمارے اخراجات کا بوجھ نہ پڑے اور ہم اپنا خرچ خود اٹھائیں۔''

آپ نے ۱۹۵۰ء میں ملکی سیاست میں حصہ لیا اور حضرت آیۃ اللہ کاشانی کے ساتھ جدوجہد

شروع کی۔ نیز ۱۹۵۹ء میں آپ نے فلسفے میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی اور یوں تعلیم کا سفر وسیلۂ ظفر آپ کی پہچان بن گیا۔

آپ نے اپنے دیگر ساتھیوں کے تعاون سے تہران میں ''دین و دانش'' کے نام سے ۱۹۵۴ء میں ایک اسکول قائم کیا، جو کہ ۱۹۶۳ء تک کامیابی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ترقی و ترویج کی منازل طے کرتا رہا۔ اس دوران یونیورسٹی کے طلباء سے آپ کے روابط استوار ہوئے۔ آپ کو ۱۹۶۴ء میں جرمنی کے شہر ہیمبرگ میں مدعو کیا گیا، جہاں آپ نے دین اسلام کے صحیح تصور کو پیش کیا۔ آپ نے جرمنی سے ترکی، شام اور لبنان کا سفر کیا، بعد ازاں واجب حج کا فریضہ بجالانے اور مدینۂ منورہ میں روضۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری کی عظیم ترین سعادتیں بھی آپ کے مقدر کو مزید ضوافشانی عطا کر گئیں۔ عراق میں آپ نے زیارات مقدسہ کی عظیم القدر توفیقات کے ساتھ ہی امام موسیٰ صدر سے بھی ملاقات کی۔

۱۹۷۰ء میں آپ ایران واپس تشریف لائے اور اپنی تحریروں اور تقاریر کا کام شروع کیا۔ آپ کے ساتھ جناب مہدوی کنّی، جناب موسوی اردبیلی اور ڈاکٹر مفاتیح بھی عملی تعاون میں پیش پیش تھے۔ ۱۹۷۶ء تک آپ نے اسلامی انقلاب کی تحریک میں نوجوانوں کو مکمل تیار کر لیا تھا۔ شاہ کی خفیہ پولیس ساوک مسلسل آپ کی تاک میں تھی اور موقع ملتے ہی آپ کو گرفتار کر لیا گیا، تاہم تھوڑے ہی عرصے میں حکومت رہا کرنے پر مجبور ہوگئی۔ ۱۹۷۸ء میں آپ کو پھر تھوڑے عرصے کے لیے قید کر دیا گیا۔

آپ نے امام خمینیؒ کی پیرس جلاوطنی کے دوران انقلابی کونسل کے سرگرم رکن کی حیثیت سے آقای مطہری، آقای علی اکبر ہاشمی رفسنجانی، آقای موسوی اردبیلی اور ڈاکٹر جواد باہنر کے ساتھ انقلاب اسلامی کی راہ ہموار کی۔ آپ نے تصنیف و تالیف کی ذمے داریاں بھی کماحقہ پوری کیں۔ آپ کے قلمی آثار نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوئے، جن کی تابندگی اہل علم

اور طالب علم دونوں کے لیے آج بھی اسی طرح مثالی ہے۔

آپ کو اسلامی پارٹی کے صدر مقام (ہیڈ کوارٹر) میں ۲۸ رجون ۱۹۸۱ء کو بم دھماکے میں شہید کر دیا گیا۔ آپ کے ساتھ دیگر اعلیٰ عہدے داروں سمیت بہتّر (۷۲) افراد نے جام شہادت نوش کیا، جن میں آیۃ اللہ منتظری کے جواں سال فرزند محمد منتظری بھی شامل تھے۔ جناب تنویر نقوی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اے راہِ حق کے شہیدو، وفا کی تصویرو
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

۹۹۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد رضا گلپا ئگانی

مرحوم حضرت آیۃ اللہ سیّد محمد رضا گلپا ئگانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت آیۃ اللہ حائریؒ کے شاگردانِ رشید اور مخلص چاہنے والوں میں سے تھے۔ ان کی ولادت ۱۳۱۶ھ شمسی میں گلپا ئگان کے ''گوگد'' نامی دیہات میں ایک علمی و دینی گھرانے میں ہوئی۔ تین سال کی عمر میں باپ اور ماں کا انتقال ہوگیا، جس کے باعث دنیا کی اذیتوں سے بچپن ہی سے مانوس ہوگئے۔

سولہ سال کی عمر میں ''اراک'' (ایران کے ایک شہر کا نام ہے) ہجرت کر گئے اور جب تک اراک کا حوزہ قم المقدسہ میں منتقل نہیں ہوا، آیۃ اللہ حائریؒ کے درس میں شرکت کرتے رہے۔ آپ ان کے خوش استعداد شاگردوں میں گنے جاتے تھے۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ حوزے میں مختلف علوم کا درس بھی دیتے تھے۔ آپ کی زکاوت، باریک بینی اور دینی بصیرت کا شہرہ اسی وقت ہوگیا تھا۔

آیۃ اللہ بروجردیؒ کی رحلت کے بعد آیۃ اللہ گلپا ئگانیؒ بھی مراجع اور صاحبانِ فتویٰ علماء میں شمار ہونے لگے اور انقلابِ اسلامی کے آغاز ہی سے امام خمینیؒ کے ساتھ حکومتِ طاغوت سے برسرِ پیکار رہے۔ آپ نے اپنی بابرکت عمر میں آئینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے ہزاروں علمائے دین کی تربیت کی اور اپنی یادگار کے طور پر بہت سے قلمی نوشتے (نُسخے) چھوڑے۔ شہر قم میں ''ادارۂ دار القرآن'' اور ''المعجم فقہی'' کا کمپیوٹر سینٹر بڑی محنت شاقہ سے قائم کیا، نیز اہل تحقیق کے لیے بہت بڑا کتب خانہ بھی بنایا اور ملک سے باہر ''مجمع اسلامی علمی لندن'' قائم کیا۔

اس عالم ربّانی نے بے حساب علمی و ثقافتی و دینی کاموں کے علاوہ قم میں ایک بڑا اسپتال بھی بنوایا، جس وقت قم میں حفظانِ صحت کے مراکز و دواخانے نہیں تھے، اس اسپتال نے محروم عوام کو اپنی خدمات پیش کیں۔ آج بھی یہ اسپتال جدید آلات و مشینوں کے ساتھ اپنا فرض بخوبی انجام دے رہا ہے۔

آپ نے اکیاسی (۸۱) سال کی بابرکت عمر مبارک پاکر ۱۴۱۴ھ (مطابق ۱۹۹۴ء) میں جوار رحمت الٰہیہ میں سکونت اختیار کرلی، اور لوگوں کی آہ و آنسوؤں کے درمیان پُر شکوہ انداز سے جنازہ اٹھا اور حرمِ حضرت معصومہؑ قم سلام اللہ علیہا میں اپنے استاد محترم آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائریؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی تشییعِ جنازہ میں اس قدر لوگوں کا ہجوم تھا کہ حرم حضرت معصومہؑ میں جنازہ لے جاتے ہوئے دو علمائے کرام جن میں سے ایک کا تعلق ہندوستان سے اور ایک کا پاکستان سے تھا، بے پناہ مجمعے میں دب کر انتقال کر گئے۔ پورے قم میں قیامت کا منظر تھا۔ ہر شخص گریہ وزاری کرتا رہا اور آپ کی فرقت کے غم میں کئی دن تک حوزۂ علمیہ میں سوگ منایا گیا۔

جناب مولانا محمد یعقوب شاہد آخوندی آپ کی حیات مبارکہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

بزمِ فقہاء میں تھا عجب ولولہ تیرا
حوزے میں تھا یوں چھایا ہوا دبدبہ تیرا
ہاں اس لیے خدمات فراموش نہ ہوں گی
ملتا تھا درِ فاطمہؑ سے سلسلہ تیرا

۱۰۰۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ امام خمینیؒ (رہبرِ انقلابِ اسلامی)

علم کرتا ہے زمانے میں خمینیؒ پیدا

جہل انسان کو صدّام بنا دیتا ہے

حضرت امام خمینیؒ کا یوم ولادت جناب بی بی سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ کا یوم ولادت ۲۰ رجمادی الثانی ہے۔آپ ۱۳۲۰ھ میں شہر خمین میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم اشرار کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔اس وقت آپ کی عمر صرف پانچ ماہ تھی۔آپ نے ابتدائی تعلیم سردار بزرگ آیۃ اللہ سیّد مرتضیٰ پسندیدہؒ سے حاصل کی، بعدازاں حوزۂ علمیہ قم منتقل ہوگئے۔آپ غیر معمولی ذہانت اور ماشاءاللہ بہترین قوت ارادی کے باعث جلد ہی معروف ومقبول ہوگئے۔ اور محض ستائیس سال کی عمر میں آپ کا شمار نمایاں اساتذۂ کرام میں کیا جانے لگا۔ جناب شیخ عبدالکریم حائریؒ آپ کے استاد محترم تھے۔

حضرت امام خمینیؒ نے جلد ہی قم مقدسہ کے طلباء کے دلوں میں گھر کر لیا، لیکن اس کے باوجود نام ونمود اور خواہش نفسانی سے دور تھے۔ جب شاہ ایران نے مرکز روحانیت کے علماء اور طلباء کو ذلت آمیز سلوک سے دوچار کیا تو امام خمینیؒ ایک مضبوط ترین چٹان کی مانند اس کی راہ میں آگئے اور شاہ کے مظالم اور امریکی سازشوں کے خلاف خداوند تعالیٰ کی قوت پر مکمل بھروسا کرتے ہوئے اعلان بغاوت کر دیا۔ یہیں سے انقلاب اسلامی ایران کا باضابطہ آغاز ہوا اور اسی دوران آپ کو پہلے ترکی اور بعدازاں فرانس جلاوطن کر دیا گیا۔

دوران جلاوطنی آپ نے ایرانی عوام سے اپنا رشتہ وتعلق برقرار رکھا اور مسلسل اپنے انقلابی اور آہنی افکار وکردار سے ان کی اصلاح کرتے رہے اور آمادہ کرتے رہے کہ وہ شاہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ اسی دوران جناب مطہری شہیدؒ، جناب منتظریؒ، اور ڈاکٹر بہشتیؒ، جواد باہنرؒ اور دیگر بے شمار سرکردہ افراد نے انقلاب اسلامی کی راہ ہموار کرنے میں مدد فراہم کی

اور طویل پر خلوص جد و جہد کے نتیجے میں بالآخر فروری ۱۹۷۹ء میں تائید ایزدی سے انقلاب اسلامی ایران زبردست کامیابی سے ہمکنار ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایران کے غیور عوام نے نفاذ اسلام کی راہ میں عظیم القدر قربانیوں کی داستان رقم کی۔ اور یوں پوری دنیا میں الحمدللہ انقلاب اسلامی ایران ایک مثالی نمونۂ عمل کی حیثیت سے سامنے آیا۔

امام خمینیؒ نے دنیا بھر کے مظلوموں بالخصوص فلسطین اور کشمیر کے مظلوموں کے حق میں بھرپور صدائے احتجاج بلند کی اور امریکا اور اس کی ناجائز اولاد اسرائیل یعنی باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی اور اور ان کو ان کی غنڈہ گردی اور بدمعاشی پر للکارا۔

آپ کی شخصیت حد درجہ سادہ تھی، ساتھ ہی آپ علم و عرفان کی ایسی بلندیوں پر فائز تھے، جس کا ادراک آپ کے قریبی ساتھی بھی نہ کر سکے۔ آپ نے فقط اپنی خداداد قوت ارادی اور اللہ پر توکل کی بدولت درحقیقت ایک سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر دیا، ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے کا سلیقہ سکھایا اور قوم کے نوجوانوں کو شہادت جیسی رحمت عظمیٰ کا شوقین بنایا، خواتین کو غیرت مندی کا درس دیا اور بچوں، بوڑھوں سب کے ضمیر کو از سرِ نو زندہ کیا۔ اور یہ سب کچھ صرف ایک ہی ایمانی طاقت کی وجہ سے ہوا۔ آپ نے از حد تکالیف اور مصائب برداشت کرنے کے باوجود اپنے عظیم مقصد کو حاصل کیا اور اس راہ میں لامحالہ ہر طرح کی قربانی پیش کی۔ ایرانی قوم نے بھی جو شاہ ایران کے مظالم سے بہت تنگ آ چکی تھی، آپ کا مکمل ساتھ دیا۔

آپ صدق و صفا کا نمونہ، پیکر صبر و شکر اور تقویٰ کا زندہ اور تابندہ شاہکار تھے۔ تمام نفسانی خواہشات سے دور تھے اور خالق دو جہاں کی ذات پر مکمل توکل کرنے والے مثالی انسان تھے اور آپ نے انہی خطوط پر عمل کر کے دکھایا۔

مستند بزرگ شاعر، بالخصوص رباعیات کے حوالے سے معروف پروفیسر منظور حسین شورؔ علیگ (مرحوم و مغفور) فرماتے ہیں۔

تاریخ کا نغمہ بھی ہے کہرام بھی ہے
قتالِ رسُلؑ قاتلِ اقوام بھی ہے
یہ مجمعِ ضدّین تجھے کیا معلوم
انسان خمینیؒ بھی ہے، صدّام بھی ہے

آپ دنیا بھر کے مظلوموں کی دادرسی کرتے تھے اور فلسطین کے عوام کے لیے جان و مال کی قربانی دینا واجب سمجھتے تھے۔ آپ نے امریکا، اسرائیل اور دیگر یہودی لابی کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ آپ کی پرخلوص، ولولہ انگیز قیادت آپ ہی کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ آپ نے ان گنت کتابیں تصنیف و تالیف کیں، جو آج بھی آپ کا بہترین اور قابل تقلید ورثہ ہیں۔ دنیا بھر میں، ہر ملک اور ہر زبان میں آپ کی شخصیت اور کارناموں کے بارے میں بے انتہا لکھا گیا اور لکھا جاتا رہے گا۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی روحانی و معنوی زندگی کے جواہر و کمالات درک کیے جاتے رہیں گے۔ آپ نے ۴؍جون ۱۹۸۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایک شاعر نے الم و حزن کے اس موقع پر کیا عمدہ شعر تخلیق کیا۔

جس کی ہیبت سے تھے لرزاں عصرِ حاضر کے یزید
آج وہ مردِ حسینیؒ، وہ خمینیؒ اٹھ گیا

شاعر اہلبیتؑ حضرت سیّد مختار علی اجمیری دامت برکاتہ آپؒ کی یاد میں فرماتے ہیں۔

حضرتِ قائمؑ کی تا بہ زندگی کی نائبی
حجۃ الاسلام علاّمہ خمینیؒ سیّدی
آپؒ کا جب نام آتا ہے زباں پر دفعتاً
گونجتے ہیں بزمِ دل میں نعرہ ہائے یا علیؑ

حقیقتِ حال یہی ہے کہ آج ہمارے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اہل سنت، اہل

تشیع سے تعلق رکھنے والا ایک عام باشندہ بھی برملا یہ کہتا ہوا دکھائی دیتا ہے کہ ''پاکستان کو ایک امام خمینیؒ جیسے بندۂ خدا کی ضرورت ہے، جو اس ملک کے نظام کو واقعاً اسلامی انقلاب کے ذریعے سدھار سکے۔'' یہ آپ کی عظمت کردار کی دلیل ہے کہ نا صرف اپنے فرقے کے لوگ، بلکہ ہر فرقے کے مسلمان آپ کے شیدا اور گرویدہ ہیں۔ تعریف تو وہی ہے جو مخالف کی زبان سے نکلے اور مخالف بھی اُس کا دل سے اعتراف کرے۔

آپ کی وفات حسرتِ آیات سے تمام اسلامی دنیا میں رنج وغم کی فضا چھا گئی، بلکہ انسانیت سے ہمدردی رکھنے والا ہر شخص سوگوار ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تدفین لاکھوں عقیدت مندوں کے جلو میں جمہوریہ اسلامی ایران کے دارالحکومت تہران میں عمل میں آئی۔ بعد ازاں ایک شاندار مقبرہ تعمیر کیا گیا۔ آج بھی شب و روز آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ مرجع خلائق ہونا قدرت نے آپ کے بھی نصیب میں لکھا تھا، جس کو آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا۔ سچ ہے کہ ؎

ارادے جن کے پختہ ہوں، نظر جن کی خدا پر ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

خداوندِ قدوس پاکستان کو بھی صحیح معنوں میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' بنانے اور امریکی غلامی سے نجات دلانے کے لیے اپنے حبیب کریم آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، چہاردہ معصومینؑ اور کربلا والوںؑ کے صدقے میں کوئی خمینیؒ ثانی نصیب فرمائے، جو ایسا دیندار پاکستانی ہو، کہ لشکر امام زمانہؑ میں شامل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو اور پاکستانی قوم کی قیادت کا فریضہ بہ حسن و خوبی بجالائے، آمین۔

۱۰۱۔ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد شہاب الدّین مرعشی نجفیؒ

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ سیّد شہاب الدّین مرعشی نجفیؒ عالمِ تشیّع کی کم مثال شخصیتوں میں سے ایک تھے، جنہوں نے اپنی مبارک زندگی علم واسلام کی بیش قدر خدمات میں صرف کردی۔ یہ باعظمت ہستی ۲۰ر صفر المعظم ۱۳۱۵ھ مطابق ۲۱ر جولائی ۱۸۹۷ء کو شہر نجف میں ایک متدین گھرانے میں متولّد ہوئی۔ مثالی اور بہترین تربیت پا کر آپ مقامات مقدسہ کے حوزہ ہائے علمیہ میں علوم اسلامی کی تحصیل میں مشغول ہوگئے۔

آپ نے ۱۳۴۲ھ میں ایران کا سفر کیا اور تہران میں ایک سال قیام کر کے قم المقدسہ پہنچے اور آیۃ اللہ حائریؒ کے درس میں شریک ہوگئے۔ آیۃ اللہ حائریؒ کے درس میں شرکت کے وقت بھی آپ کا شمار حوزۂ جدید قم کے فقیہ، اصول و رجال کے بزرگ اساتذہ میں ہوتا تھا۔ آپ آیۃ اللہ بروجردی کی رحلت کے بعد مراجع بزرگ اور صاحبانِ فتویٰ کی صفِ اوّل میں شامل ہوگئے۔

اُن بزرگانِ دین میں آپ کا نام نمایاں ہے جنہوں نے حوزہ علمیہ قم میں اضافہ وندرت اور جدّت پیدا کی ہے۔ آپ نے سیکڑوں آزاد دانشمندوں کی تربیت کے ساتھ ساتھ علوم دین کے چار بڑے مدرسے بھی اپنی یادگار چھوڑے ہیں، جن کے نام "مومنیہ"، "مہدیہ"، "شہابیہ" اور "مدرسہ آیۃ اللہ مرعشی" ہیں۔

آپ کی ثقافتی خدمات میں وہ عظیم کتب خانہ ہے، جو آپ نے قم المقدسہ میں بنایا، جس میں ہزاروں مطبوعہ وقلمی کتابیں ہیں، اس کتب خانے کا شمار اسلامی ممالک کے اعلیٰ درجے کے کتب خانوں میں ہوتا ہے۔ آپ نے اس کتب خانے کے قیام کے سلسلے میں دن رات محنت کی، نماز اجارہ پڑھ کر ملنے والی رقم سے آپ نے اس کتب خانے کو قائم کیا۔

آپ نے کئی سال حرم حضرتِ معصومہؑ قم المقدسہ میں پیش امامی کے فرائض بھی انجام

دیے۔ آپ ۹۶ سال کی بابرکت عمر پا کر بروز بدھ ۲۹ / اگست ۱۹۹۰ء، ۱۴۱۱ھ کو سکتۂ قلبی کی وجہ سے اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِنّا للّٰہ وانّا اِلیہ راجعُون

آپ کے مرقد مطہر پر ایک نورانی جملہ لکھا ہوا ہے جو آپ سے منسوب ہے، یعنی آپ نے کچھ وصیتیں فرمائی تھیں کہ میرے مرنے کے بعد فلاں فلاں کام انجام دیا جائے جن میں ایک یہ جملہ بھی تھا:

"ستّر سال مسلسل جس مصلّے پر میں نے نمازِ شب پڑھی ہے، اُسے میرے ہمراہ دفن کردیا جائے۔"

آپ کی شان میں شاعرِ اہل بیتؑ مولانا محمد یعقوب شاہدؔ آخوندی لکھتے ہیں۔

درِ معبود سے ہٹتے نہیں تھے
کبھی حالات سے ڈرتے نہیں تھے
اطاعت کی عجب منزل تو دیکھو
نمازِ شب قضا کرتے نہیں تھے

❁❁❁❁❁

۱۰۲۔ جناب ڈاکٹر مصطفیٰ چمران شہیدؒ

آپ کی ولادت ۱۹۳۲ء میں شہر مقدس قم میں غریب وسادہ گھرانے میں ہوئی۔ آپ کے والدین انتہائی دینی و مذہبی اور انقلابی تھے، نیز حلال معاش کے سخت پابند تھے۔ کافی سخت معاشی حالات کے باوجود آپ نے اپنے تمام بیٹوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد تہران یونیورسٹی سے انجینئرنگ میں سند حاصل کی اور ۱۹۵۸ء میں اسکالرشپ پر امریکا روانہ ہوئے۔ امریکا میں آپ نے تعلیم کے ساتھ سیاسی و انقلابی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں، جس کی وجہ سے حکومت نے آپ کی اسکالرشپ ختم کردی۔

۱۹۶۳ء میں آپ نے پلازمہ (فزکس) میں ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ ترین سند امتیازی نمبروں کے ساتھ حاصل کی اور ۱۹۶۴ء میں آپ کو امریکا کے خلائی تحقیقی ادارے ناسا (NAS) میں پرکشش ملازمت کی پیش کش ہوئی، جو آپ نے مسترد کردی۔ آپ امریکا اور یورپ میں مختلف طلباء تنظیموں کا قیام عمل میں لائے اور ۱۹۶۸ء میں آپ نے مصر کا سفر اختیار کیا اور جہادی تربیت حاصل کی۔ آپ نے امریکا میں رہتے ہوئے شمع توحید کو فروزاں رکھا اور آخر کار امریکا کی لاکھوں ڈالر کی آمدنی کو خیرباد کہا اور تمام تر عیش وعشرت کو ٹھکرا کر مصر کا سفر اختیار کیا بقول علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ ؎

اپنی ملّت پر قیاس، اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ

آپ نے امریکا ہی میں ایک دینی گھرانے میں شادی کی، خداوند عالم نے آپ کو دو پیارے پیارے بچوں سے نوازا۔ قابل فکر بات یہ ہے کہ نفس کو موٹا اور خوش کرنے والے بہترین لوازمات بھی آپ کو حاصل تھے، لیکن اسرائیل کے مقابلے میں عرب مسلمانوں کی شکست آپ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

لہٰذا آپ نے تمام عیش و عشرت سے کنارا کیا اور قرآن حکیم کی متعدد آیات کے عین مطابق جہادی عسکری تربیت کے لیے مصر روانہ ہو گئے اور عرصہ دو سال تک محنت اور مشقت سے فوجی تربیت حاصل کی اور وہی جذبۂ جنوں بروئے کار رکھا، جو آپ نے امریکا میں پی ایچ ڈی کرنے کے لیے بروئے کار رکھا تھا۔ اسی دوران لبنان میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہو گئی اور شیعہ مسلمانوں پر زبردست ظلم و ستم کیا جانے لگا۔ ایسے میں مصلحت جانتے ہوئے جناب امام موسیٰ صدر نے آپ کو لبنان بلا لیا۔

آپ نے لبنان میں مظلوم مسلمانوں کے ساتھ وقت بسر کیا، اُن کی دل جوئی کرتے رہے اور ان کے لیے جناب سیّد موسیٰ صدر کے ساتھ مل کر ایک جامع حکمت عملی تیار کی، جس کے تحت جبلِ عامل میں ایک ٹیکنیکل اسکول کے قیام کے ساتھ ساتھ چند کارخانے (فیکٹریز) بھی قائم کیے، تاکہ شیعہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہتر ہو سکے۔ بقول شاعر ؎

راہ طلب میں جذبۂ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اُس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی

اس ٹیکنیکل اسکول کے آپ آٹھ سال تک پرنسپل رہے، اسی دوران آپ نے اس میں ہزاروں نوجوانوں کو اقتصادی، دینی، عسکری تربیت فراہم کی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ چمران شہیدؒ نے اپنی معروف کتاب ''لبنان'' میں لکھا ہے: ''یہ اسکول ہمارا فوجی مرکز، ہمارا تربیتی مرکز، اور یہی اسکول ہمارا گھر بھی تھا۔ ساتھ ہی یہاں طلباء کو اسلامی آئیڈیالوجی بھی سکھائی جاتی تھی۔ نماز جماعت، دین شناسی اور تنظیم سازی بھی ہوتی تھی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ چمران نے لبنان کے نوجوانوں کی عسکری تربیت کے لیے بھی ایک مثالی تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ اسی طرح وہ شیعہ نوجوان جنھوں نے آپ کی بدولت تربیت پائی تھی، آگے چل کر بحمداللہ حزب اللہ کے ہراول دستے ثابت ہوئے۔ یہی وہ شیعہ مسلمان تھے، جن کی روحانی و معنوی تربیت ڈاکٹر مصطفیٰ چمرانؒ نے اس

طرح کی تھی کہ وہ گویا فولاد کی طرح مضبوط سچے مؤمن بن گئے تھے۔

انقلاب اسلامی کے بعد آپ لبنان سے ایران واپس آئے اور سرحدی صوبہ اہواز میں جا کر دفاع وطن کے لیے کمر بستہ ہو گئے، نیز چند لمحوں کے لیے بھی فرصت اور آرام سے حتی المقدور گریز کرنے لگے۔ توکل بر خدا کے ساتھ آپ ہمہ وقت شہادت کی عظیم ترین تمنا رکھتے تھے اور شہادت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ چمران شہیدؒ نے امریکا کی عیش و عشرت کی زندگی ٹھکرانے اور بڑی بڑی مالیاتی کمپنیوں کی ملازمت کی پیش کشوں کو مسترد کر کے لبنان کے مصیبت زدہ، محروم اور جنگ سے متاثرہ لوگوں اور یتیم و مظلوم بچوں کے لیے اپنی زندگی وقف کردی اور اپنے نفس کو اپنا غلام بنا کر رکھا۔ جناب سید حسن نصراللہ آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں۔ جب آپ ایران تشریف لائے تو امام خمینیؒ نے چاہا کہ آپ ایران میں ہی قیام کریں۔ آپ نے ایران میں بھی عملی جدوجہد اور مظلوموں کی مدد کرنا جاری رکھا۔ آپ کو امام خمینیؒ نے عبوری حکومت میں وزیر دفاع مقرر کیا، لیکن آپ اپنی تنخواہ بھی غریبوں اور مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ آپ کا معیار زندگی بہت سادہ اور متوسط، بلکہ پست طبقے سے بھی نیچے تھا۔ ایک مرتبہ آپ جنگ کے دوران زخمی ہو گئے، آپریشن ہوا اور زخمی ٹانگ پر پلاسٹر بھی لگا، لیکن آپ وہی کھانا کھاتے، جو تمام مجاہدین کھاتے تھے۔ آپ کی اہلیہ امریکا واپس چلی گئیں، کیوں کہ وہ مصطفیٰ چمرانؒ کی طرح گزارہ نہیں کر سکتی تھیں۔

آج ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ ہمارے علماء و اساتذہ کا کھانا الگ ہوتا ہے اور طلباء کا الگ۔ طالب علم معمولی کھانا کھاتے ہیں اور علماء کے کھانے مختلف النوع ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شعلہ بیاں مقرر تو تیار ہوتے ہیں، لیکن عالم باعمل بہت خال خال ہی ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ چمرانؒ متعدد یتیموں کے ساتھ ایک معمولی کمرے میں رہتے تھے اور عید،

بقر عید بھی یتیم خانے ہی میں گزارتے تھے۔ امام خمینیؒ آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ "وہ پرہیز گار مجاہد اور ذمے دار معلم تھا اور ہمارے ملک کو اس کی اشد ضرورت تھی۔"

آپ کے زیرِ تربیت شاگردوں نے بھی بہت قربانیاں دیں اور ایثار سے کام لیا۔ آپ کی شخصیت کی روحانی و معنوی کشش سے آپ کے بہت سے مخلص دوست بھی عیش و عشرت اور ہوائے نفس کو ترک کرتے ہوئے آپ کے شانہ بہ شانہ غرباء اور مستضعفین کی مدد میں پیش پیش ہو گئے۔ استاد شہید مطہریؒ نے دکھ، درد اور مصائب کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:
"سختیوں اور مصیبتوں کے شکم میں خوش بختی اور سعادت پوشیدہ ہے اور انسان کو چاہیے کہ صبر و شکر کے ساتھ انہیں برداشت کرے تاکہ اپنے لائق وجود کو پا سکے۔"

ڈاکٹر مصطفیٰ چمرانؒ سختیوں اور دکھ درد کو اسی نظر سے دیکھتے تھے اور ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ شہید چمران کہتے تھے: "زبان کا شکر ذکرِ خدا ہے، دل کا شکر محبتِ خدا ہے، مال کا شکر خدا کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ ہر چیز کا شکر ہے مال دار اگر لا الہ الاّ اللہ کہے تو یہ اس کی دولت کا شکر نہیں ہے۔ دولت اور مال کا شکر راہ خدا میں انفاق کرنا ہے۔" اس کے بعد فرماتے ہیں: "درد و غم کی نعمت کا شکر فداکاری ہے، راہ خدا میں ایثار کرنا ہے۔ اے خدا میں اس درد و غم کے شکرانے کے طور پر تیری راہ میں قربانیاں دے رہا ہوں اور ایک لمحے کے لیے بھی چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

کردستان کے شورش زدہ علاقے میں آپ دو تین دن تک کھانا نہیں کھاتے تھے، علاوہ ازیں خشک روٹی کو بھی صبر و شکر کے ساتھ کھاتے تھے۔ آپ کی مجاہدانہ، صوفیانہ صفات و خدمات کی وجہ سے امام امت امام خمینیؒ آپ کو یاد کر کے بلاتے تھے اور فرماتے تھے "میرے مصطفیٰ کو تہران بلاؤ، مجھے اس کی یاد آ رہی ہے۔"

شہید چمران کے بھائی (انجینئر) جناب مہدی چمران کہتے ہیں: "ایک دن میں نے

تہران سے اہواز گوریلا دستوں کے مرکز میں فون کیا تو حضرت آیۃ اللہ خامنہ ای نے فون اٹھایا۔ آپ چمران کے محاذ پر امام خمینیؒ کے نمائندے تھے۔ میں نے ان سے کہا: مجھے مصطفیٰ سے بات کرنی ہے۔آپ نے جواب دیا کہ وہ رات کو محاذ پر تھے۔ دن بھر منصوبہ بندی (پلاننگ) کرنے میں مشغول تھے، ان کو تھوڑا سا سونے دو۔ میں نے کہا کہ ان کے لیے پندرہ منٹ یا آدھ گھنٹے کی نیند کافی ہے۔آپ نے کہا کہ چمران کو آدھ گھنٹہ سونے دو، پھر جگا دوں گا۔''

حزب اللہ کے سربراہ سیّد حسن نصراللہ خود کو آپ کا شاگرد کہتے ہیں اور برملا اعتراف کرتے ہیں کہ ان میں یہ شوق جہاد اور ذوق شہادت شہید ڈاکٹر مصطفیٰ چمران ہی کا فیضان ہے۔ بقول شاعر ؎

کافر ہے تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسا
مؤمن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آپ نے مسلسل خطروں میں زندگی کو نہایت اعتماد، یقین اور بہادری سے برتا اور نفسانی خواہشات کو حقیقی معنوں میں ترک کیا۔

ڈاکٹر چمرانؒ کی اہلیہ کہتی ہیں کہ ایک رات مصطفیٰ نے مجھ سے کہا کہ میں کل شہید ہو جاؤں گا۔ دوسرے دن ظہر کے وقت آپ کے ساتھی گھر آئے اور مجھے اسپتال لے گئے۔ میں اسی وقت سمجھ گئی کہ آپ کی شہادت واقع ہو گئی ہے۔ جب میں نے سرد خانے میں مصطفیٰ کا جسم دیکھا تو احساس ہوا کہ اب وہ ساری مشکلات اور پریشانیوں کے بعد آرام کر رہے ہیں۔

۱۹۸۱ء میں آپؒ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب امام خمینیؒ نے ڈاکٹر مصطفیٰ چمران کی شہادت پر جو پیغام دیا تھا، اُس سے شہید چمرانؒ کی عظمت، انسانی خصوصیات اور آپ کے اخلاص و عمل کا اندازہ ہوتا ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ایسے لوگ دنیا میں بہت نایاب ہی نہیں، کم یاب بھی ہوتے ہیں۔

۱۰۳۔ حضرت آیۃ اللہ سیّد موسیٰ صدر

حضرت آیۃ اللہ سیّد موسیٰ صدر، امام سیّد موسیٰ صدر کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ۱۴ اخرداد ۱۳۰۸ھ میں ایران کے شہر قم چہار مردان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا اسم گرامی جناب سید صدر الدین ہے، جو حضرت آیۃ اللہ شیخ عبدالکریم حائریؒ کے جانشین تھے۔ آپ کے دادا جان حضرت آیۃ اللہ سیّد اسماعیل صدرؒ ہیں، جو حضرت آیۃ اللہ میرزا حسن شیرازیؒ کے جانشین تھے۔ آپ نے قم مقدسہ اور نجف اشرف میں اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی تہران یونیورسٹی سے معاشیات (اکنامکس) میں ماسٹرز بھی کیا۔ آپ نے سیّد شرف الدین (جنوبی لبنان کے شیعوں کے مذہبی پیشوا) کی وصیت کی بنیاد پر لبنان میں اپنا گھر بنایا یعنی لبنان کو مرکز جدوجہد بنایا اور وہاں کے مظلوم مستضعفین شیعوں کی قیادت سنبھال لی اور ساتھ ہی ان مظلوم عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ایک جامع پروگرام کا نقشہ تیار کیا۔ شیعوں کی اقتصادی بدحالی کے خاتمے کے لیے محض چند برسوں میں آپ نے چار بڑی فیکٹریز قائم کر دیں اور ساتھ ہی ایسے مفید ادارے بھی قائم کیے، جہاں شیعوں کو معیشت کی مختلف راہیں ہموار کرنے کی تربیت دی جانے لگی۔ سب سے بڑے ادارے کا نام جبل عامل ٹیکنیکل اسکول تھا۔ یہ اسکول یتیم، محروم بچوں کے لیے تھا۔ یہ وہ بچے تھے، جن کے والدین اسرائیلی حملوں میں شہید ہو چکے تھے اور ان کے لیے کوئی جائے پناہ نہیں تھی۔ یہ یتیم و محروم بچے چوبیس گھنٹے اسکول ہی میں رہتے تھے اور اس میں کوئی فیس وغیرہ نہیں تھی، اسی مدرسے کے پرنسپل ڈاکٹر مصطفیٰ چمران تھے، جو کہ امریکا کی دنیاوی آسائشیں، عیش و آرام سب کچھ چھوڑ کر لبنان پہنچے تھے۔

اس اسکول میں ان یتیم و محروم بچوں کو جدید ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ بنیادی اسلامی نظریے (آئیڈیالوجی) کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، نیز ہر طالب علم کو اسرائیلی درندوں سے مردانہ وار مقابلہ کرنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں آیۃ اللہ سیّد موسیٰ صدر نے نوجوان لڑکیوں کے لیے

ایک تربیتی گھر بھی قائم کیا، جہاں انہیں سلائی، کڑھائی، کشیدہ کاری وغیرہ سکھائی جاتی تھی۔ ساتھ ہی نرسنگ ٹریننگ سینٹر بھی قائم کیا۔ غرض یہ کہ امام سیّد موسیٰ صدر نے ڈاکٹر مصطفیٰ چمران کے ساتھ مل کر جنوبی لبنان میں اس طرح کے بہت سے مراکز قائم کیے، جہاں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو روزگار کے مختلف فنون اور ہنر سکھائے جاتے تھے۔ اس علاوہ آپ نے شیعوں کے سیاسی اور فوجی محاذ کی مضبوطی اور استحکام کے لیے امل تنظیم کی داغ بیل ڈالی۔ یہی نوجوان آگے چل کر حزب اللہ کے ہراول دستے ثابت ہوئے اور یہ نوجوان ماشاء اللہ اتنے فولادی ہیں کہ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہیں۔ امام سیّد موسیٰ صدر نے لبنان اسلامی تحریک کی بنیاد مضبوط کی اور لبنان میں شیعوں کو زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سکھایا۔

الغرض آپ ایک انقلابی اور روشن فکر عالم دین ہیں آپ نے حوزۂ علمیہ قم میں درجۂ اجتہاد بھی حاصل کیا، لیکن میدان عمل میں آپ ایک تیز رفتار، پر از عمل اور درشہوار ہیں۔ حزب اللہ کے سربراہ جناب سیّد حسن نصر اللہ کا عقیدہ ہے کہ لبنان کی مزاحمتی تحریک امام سیّد موسیٰ صدر اور ڈاکٹر چمران شہیدؒ کی پر خلوص اور انتھک جدوجہد کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے۔ آج امام سیّد موسیٰ صدر نہ تو شہید ہیں کہ آپ کے لیے فاتحہ پڑھی جاسکے اور نہ ہی قید میں ہیں کہ آپ سے ملاقات کی جاسکے۔ آپ کے بارے میں صد افسوس کہ ہنوز کوئی حتمی اطلاع نہیں ہے۔

وہ ۲۵ راگست ۱۹۷۸ھ کا دن تھا، ایک ہوائی جہاز لیبیا کے دارالحکومت طرابلس کے ہوائی اڈے پر اترا۔ امام سیّد موسیٰ صدر اسی جہاز کے مسافر تھے۔ آپ کے ساتھی شیخ محمد یعقوب اور معروف روز نامہ نویس (صحافی) عباس بدرالدین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ امام موسیٰ صدر الدین لیبیا کے صدر کرنل معمر قذافی کی سرکاری دعوت پر لیبیا کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ اس وقت سے اب تک اکتیس سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے، لیکن درج ذیل سوالات کا کوئی بھی اطمینان بخش جواب میسر نہیں ہے:

(۱) کرنل قذافی نے موسیٰ صدر کے ساتھ کیا کیا؟

(۲) کیا امام موسیٰ صدر اب تک جیل میں ہیں یا شہید کیے جا چکے ہیں؟

(۳) اگر شہید ہوئے ہیں تو آپ کا مدفن کہاں ہے اور اگر قیدی ہیں تو کس جیل میں ہیں؟

(۴) کیا آپ لیبیا کے شہر تبرک میں ہیں؟ یا لیبیا کے کسی صحرا میں قید ہیں؟

یہ سب ایک ایرانی نژاد لبنانی فیلسوف اور معروف عالم دین امام سیّد موسیٰ صدر کی زندگی اور آپ کے غائب ہو جانے کے بعد کے واقعات و حوادث پر مبنی ولا یہ نیٹ ورک کی ایک دستاویزی فلم (ڈاکومینٹری) کے موضوعات ہیں، جو بہت جلد منظر عام پر آنے والی ہے۔ امام سیّد موسیٰ صدر نے ان تھک محنت کر کے لبنان کی شیعہ آبادی کا احیاء کیا، انہیں عزت و عظمت سے ہمکنار کیا اور ان کو آواز عطا کی۔ وہ آواز جس کو سننے کے لیے آج دوست تو دوست، دشمن بھی بے چین رہتے ہیں۔ آپ نے لبنان کے شیعیانِ اہلبیتؑ کو اندرونی اختلافات، خانہ جنگیوں اور دیگر سماجی مسائل سے نجات دلائی۔ امام موسیٰ صدر اور آپ کے دو ساتھی ۱۹۷۸ء میں قذافی حکومت کے اہل کاروں سے ملنے لیبیا چلے گئے اور وہیں سے غائب ہوئے۔ اسی وقت سے امام سیّد موسیٰ صدر کے مقدر کا علم کسی دنیاوی شخصیت کو نہیں ہو سکا ہے کہ آیا وہ زندہ ہیں یا شہید ہو چکے ہیں۔

آج امام موسیٰ صدر نہ تو شہید ہیں کہ آپ کے لیے فاتحہ پڑھی جا سکے اور نہ ہی قید میں ہیں کہ آپ سے ملاقات کی جا سکے، بلکہ ایک کمانڈر ہیں، جو نظروں سے اوجھل ہیں اور ہماری نظریں اور دل آپ کے دیدار کے لیے بے چین ہیں۔

۱۰۴۔ حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد محمد حسینی شیرازیؒ

آپ عراق کے مقدس ترین شہر نجف اشرف میں ۱۳۴۷ھ ش، مطابق ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا گھرانہ نہایت علمی وادبی گھرانہ تھا، جس میں بڑے بڑے عالم دین اور مرجعیت کے درخشندہ ستارے پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حضرت آیۃ اللہ العظمٰی سیّد مہدی شیرازیؒ تھا۔ آپ نے کم سنی ہی میں قرآن کریم والد بزرگوار کی نگرانی میں حفظ کیا۔ آپ ہی کے جد اعلیٰ، عظیم آیۃ اللہ مرزا حسن شیرازیؒ اس آئینی قرارداد کی وجہ سے بھی معروف ہیں، جو ایران میں ۱۸۹۰ء میں تمبا کو تحریک کے حوالے سے مشہور ہوئی، جس میں آپ نے تمبا کو کو حرام قرار دیا تھا۔

آپ نے دوران تعلیم اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور بہت جلد مسندِ اجتہاد حاصل کر لی۔ آپ نے تحقیق وتدوین کا کام بھی شروع کیا اور ایک ہزار سے زائد کتابوں کے ذریعے ایک عالم میں تہلکہ مچادیا۔ آپ کا اسلامی فقہ پر کام ''الفقیہ سیریز'' ایک سو پچاس جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر خدمات ومصروفیات اسلامی تعلیمات کے فروغ وترویج کے لیے وقف کر دی تھیں۔ یہی سبب تھا کہ آپ کو عراق میں بااختیار افراد کے دباؤ کا سامنا تھا۔ صدام جیسے ظالم حکمراں نے آپ کی کتابیں ضبط کرادی تھیں اور ان کی اشاعت پر بھی پابندی عائد کردی تھی۔ نیز جرمانہ کرنے کے بعد آپ کو قید وبند سے بھی دوچار کر دیا گیا، کیوں کہ آپ نے اپنی کتابوں کے ذریعے عراقی عوام کو بیدار اور فکر انگیز زندگی کے لیے تیار کر دیا تھا۔ لیکن ان تمام مظالم کے باوجود آپ نے عراق کی باطل حکومت سے خوف زدہ ہوئے بغیر اپنا کام دلجمعی کے ساتھ جاری و ساری رکھا۔ آپ کو ۱۹۷۱ء میں جلاوطن کیا گیا اور آپ نے کویت میں سکونت اختیار کی۔ بعد ازاں ۱۹۷۹ء میں انقلاب اسلامی ایران کے بعد قم مقدسہ میں ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

آپ کو علمی وادبی میدان میں ''مجلسی ثانی'' کہا جانے لگا۔ تفسیر، نہج البلاغہ، سیاسی، مذہبی، اقتصادی، بینکاری نیز نوجوانوں کے مسائل اور دیگر اہم موضوعات پر آپ کی گراں قدر تحریریں آج بھی روشنی حق فراہم کرنے کا باعث ہیں۔ آپ نے قرض حسنہ کے ذریعے بینک قائم کیے، بے گھر لوگوں کو چھت فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کیا، بے شمار دینی کام انجام دیے اور دینی مدارس کا جال پھیلایا۔ آپ نے شام میں بھی حوزۂ علمیہ قائم کیا، جو آج بھی آپ کے حسن عمل اور ثواب جاریہ کی یادگار ہے۔ ۱۷ر دسمبر ۲۰۰۷ء بمطابق ۱۴۲۸ھ کو آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

۱۰۵۔ خورشیدِ عرفانِ دوراں، فقیہِ اہلِ بیتِ اطہارؑ
حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد تقی بہجتؒ

حضرت آیۃ اللہ شیخ محمد تقی بہجتؒ کی ولادت ۱۳۳۴ھ میں ایران کے صوبے گیلان میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی شہر میں حاصل کی۔ بعدازاں چودہ سال کی عمر میں آپ مزید حصول علم کے لیے عراق روانہ ہو گئے اور تقریباً چار سال کربلائے معلیٰ میں مقیم رہے، جہاں آپ نے عظیم القدر اساتذہ سے کسب فیض کیا، جن میں سرفہرست حاج شیخ ابوالقاسم الخوئیؒ ہیں۔ یہ عالم دین مرجع تقلید آیۃ اللہ ابوالقاسم خوئیؒ سے پہلے گزرے ہیں اور آپ کے ہم نام تھے۔

آپ نے نجف اشرف کے عظیم علمی و روحانی جید علمائے حق سے بھی کسب علم کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ مرتضیٰ طالقانیؒ، آغا ضیا عراقیؒ، میرزا نائینیؒ اور شیخ محمد غروی اصفہانیؒ کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔ آپ کے اساتذۂ کرام میں شیخ محمد کاظم شیرازیؒ کا نام نامی بھی آتا ہے۔ عراق ہی میں آپ نے محدث کبیر شیخ عباس قمیؒ کے ساتھ علمی تعاون کیا، جو کہ اس وقت ''سفینۃ البحار'' کی تالیف کر رہے تھے۔ آپ کو زمانۂ بچپن ہی سے سیر و سلوک، علم و عرفان سے خاص لگاؤ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے نجف اشرف میں آیت حق علامہ قاضیؒ نے آپ کو دریائے علم سے کماحقہ سیراب کیا۔ یہاں پر آپ نے شب و روز عرفانی و معنوی تعلیم و تربیت میں بسر کیے۔ آپ علم و ادب کی بھٹی سے کندن بن کر ۱۳۶۴ھ میں واپس وطن روانہ ہوئے۔ وطن پہنچ کر کچھ عرصے بعد قم مقدسہ میں سکونت اختیار کی۔ اس وقت قم مقدسہ میں آیۃ اللہ بروجردیؒ بھی قیام پذیر تھے۔ آپ نے قم مقدسہ میں درس دیتے ہوئے غیر معمولی مقام و مرتبہ حاصل کیا اور رہبر انقلاب روح اللہ امام خمینیؒ سے بھی تعلق خاطر پیدا کیا۔

حضرت امام خمینیؒ فرماتے تھے کہ ''آپ بہت ممتاز معنوی مقام پر فائز ہیں۔'' علاوہ ازیں انقلاب اسلامی کے بعد بھی امام خمینیؒ اور آپ میں ایک خاص تعلق قائم تھا۔ آپ ایک خاص روحانی کشش رکھتے تھے اور علم و عرفان کی بلندیوں پر اپنے ہم عصروں میں سب سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں آقای محمد تقی بہجتؒ نے فرمایا: ''امام مہدی علیہ السلام کا ظہور بہت قریب ہے۔ آپ کو تیار رہنا چاہیے اور توبہ اور استغفار کرتے رہیے۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم القدر باطنی صلاحیت و روشنی سے بھی نوازا تھا کہ آپ جس کسی انسان سے ملاقات کرتے یا جو کوئی آپ سے ملاقات کرتا، تو آپ اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسکی باطنی کیفیت کا مشاہدہ کر لیتے تھے۔ کچھ لوگوں کو آپ جانوروں کی صورت میں دیکھتے تھے اور کچھ لوگوں کو انسانوں کی شکل میں۔ لوگوں سے ملاقات کرتے وقت عموماً آپ نظریں جھکائے رکھتے تھے۔ باطنی کیفیت کا یہ درک و مشاہدہ درحقیقت ایک طویل علمی اور رُوحانی ریاضت اور زبردست مجاہدے کے بعد حاصل ہوتا ہے، جب خدائے بزرگ و برتر کسی انسان کے خلوص دل کے پیش نظر نہ صرف اسے صاحب کرامات ہونے کا شرف عطا فرما دیتا ہے، بلکہ وہ صاحب کرامات اپنی اس خداداد صلاحیت و نعمت کو انسانیت کی فوز و فلاح اور بھلائی کے لیے استعمال کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ کے یہاں مزید اجر و ثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

عصر حاضر کے کم عمر عالمِ دین اور عالمِ باعمل، حجۃ الاسلام والمسلمین مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی قمی، جو خطیب و پیش نماز مسجد باب العلم (شمالی ناظم آباد، کراچی) اور مسئول ادارہ باب العلم دارالتحقیق ہیں، مجالس و محافل اور دروس وغیرہ میں آیۃ اللہ بہجتؒ کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔ وہ آپ کے طالب علم رہے ہیں اور آپ کی عظمتوں اور رفعتوں سے مؤمنین کرام کو روشنی بہم پہنچاتے رہتے ہیں۔ امام زمانہؑ کی ولادت باسعادت کی مناسبت سے خمسہ سلسلۂ دروس میں خطاب کرتے ہوئے انہوں نے ۱۵ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ کو ہم سب کے علم میں

اضافہ کرتے ہوئے بتایا کہ ایک مرتبہ آقائے بہجت ؒ جب نماز کی امامت کے لیے مسجد میں تشریف لائے تو مؤمنین نے پُر جوش انداز میں کہا: آقا آگئے، آقا آگئے۔ آقائے تقی بہجت ؒ بے حد خوش ہوئے اور استفسار کیا: کہاں ہیں امامؑ .....؟ لوگوں نے بتایا کہ قبلہ ہم آپ کے لیے کہہ رہے تھے کہ امام آگئے۔ آقا آگئے۔ آقائے بہجت ؒ نے فرمایا: ''آپ لوگ اتنے والہانہ انداز سے کہہ رہے تھے کہ میں سمجھا امام عصرؑ آگئے۔''

انتظار امامؑ کی یہ ایک بہترین مثال ہے۔ آپ چوں کہ امام زمانہؑ کے تصور میں شب و روز گزارتے اور انتظار امامؑ کے سلسلے میں صحیح معنوں میں منتظر رہتے تھے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ انتظار امام زمانہؑ کی یہی کیفیت اپنے دلوں میں پیدا کریں، تا کہ اسی کیفیت کی بدولت دل و دماغ و روح و نظر کی سرشاری پاسکیں اور جب امام زمانہؑ کا ظہور ہو تو آپ کے لشکر کے خوش نصیب ترین افراد میں شامل ہونے کے اہل ہو جائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اسی میں دنیاوی و اخروی کامیابی اور سرخروئی ہے۔

آقائے تقی بہجت ؒ ۱۷ رمئی ۲۰۰۹ء کو داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کی تدفین قم مقدسہ میں عمل میں آئی۔

❁❁❁❁❁

اقوالِ چہاردہ معصومین علیہم السلام

پیغمبر اسلام آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

☆ ''جو شخص اپنے عمل کو خلوص کے ساتھ پے در پے چالیس دن تک اپنے خدا کے لیے کرے تو خدا اُس کے قلب سے حکمت و معرفت کے چشمے اُس کی زبان پر جاری کر دیتا ہے۔''

☆ ''اے علیؑ! (پہلی بات تو یہی ہے کہ غصہ نہ کرو۔ اور) اگر غصہ آ جائے تو غصے کے وقت بیٹھ جاؤ اور خدا کے اپنے بندوں کے متعلق حلم و بردباری کے بارے میں غور کرو۔''

☆ ''نامحرم کی طرف نظر کرنا شیطان کا ایک زہریلا تیر ہے، لہٰذا جو شخص خدا کے خوف کی وجہ سے نامحرم پر نگاہ نہ کرے تو خدا اس کو ایسا ایمان عطا کرتا ہے، جس کی شیرینی وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔''

☆ ''اے ابوذرؓ! پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ (۱) بڑھاپے سے پہلے جوانی کو (۲) بیماری سے پہلے صحت کو (۳) فقیری سے پہلے مالداری کو (۴) مشغولیت سے پہلے فرصت کو (۵) موت سے پہلے زندگی کو۔''

☆ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا کہ: ''حضرت عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں سے کہا کہ ایسے شخص کی ہم نشینی اختیار کرو، جس کا دیدار تم کو خدا کی یاد میں مبتلا کر دے، اور جس کی گفتار تمہارے علم و دانش میں اضافہ کرے، اور جس کا کردار تم کو آخرت کا مشتاق بنا دے۔''

☆ ''آگاہ ہو جاؤ کہ جو محبت اہل بیتؑ پر مرتا ہے، جس طرح دلہن شوہر کے گھر بھیجی جاتی ہے، اس طرح اُس کو بہشت کی طرف بھیجا جاتا ہے۔''

معصومہ کبریٰ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا:

☆ ''خداوند عالم نے اپنی اطاعت پر ثواب اور معصیت پر عذاب اس لیے مقرر

کیا ہے، تاکہ اپنے بندوں کو عذاب و بلا سے باز رکھے اور بہشت کی طرف لے جائے۔''

☆ ''خداوند عالم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو معاشرے کی اصلاح کے لیے قرار دیا ہے۔''

☆ ''خداوند عالم نے والدین کے ساتھ نیکی کرنے کو اپنی ناراضگی کے لیے ڈھال بنایا ہے۔''

☆ ''خداوند عالم نے (خاندان رسالت کی) اطاعت کو معاشرے کے نظام کی حفاظت کے لیے اور امامت (ائمہ معصومینؑ) کو اختلاف سے بچانے کے لیے قرار دیا ہے۔''

☆ ''خدایا مجھے میری نظر میں ذلیل کردے، اور اپنی شان کو میری نظر میں عظیم کردے، مجھے اپنی اطاعت کا اور وہ عمل جو تجھ کو راضی کر سکے، اس کا الہام کردے، یا ارحم الراحمین اس بات کو بتادے جو تیری ناراضگی سے بچا سکے۔''

☆ ''رسول خدا ﷺ نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے پوچھا: عورت کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ معصومہؑ نے جواب دیا: نہ وہ کسی نامحرم مرد کو دیکھے اور نہ کوئی نامحرم مرد اُسے دیکھے۔''

پہلے امام مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام:

☆ ''تمہارے لیے صبر ضروری ہے، اس لیے کہ صبر کا ایمان سے وہی رشتہ ہے، جو سر کا جسم سے ہے۔ جس جسم کے ساتھ سر نہ ہو، اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح ایمان کا کوئی فائدہ نہیں ہے، جس کے ساتھ صبر نہ ہو۔''

☆ ''جنت عمل سے حاصل ہوتی ہے، امید سے حاصل نہیں ہوتی۔''

☆ ''انسان کو ایمان کا مزہ اس وقت تک نہیں ملتا، جب تک وہ جھوٹ ترک نہ کردے، حقیقی طور سے بھی اور مزاح کے طور سے بھی۔''

☆ ''غیرت مند آدمی کبھی زنا نہیں کرتا۔''

☆ ''جو زیادہ باتیں کرے گا، اس سے غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی اور جس کی خطائیں زیادہ ہوں گی، اس کی حیا و شرم کم ہوگی اور جس کی شرم کم ہوگی، اس کا تقویٰ کم ہوگا، اور جس کا تقویٰ کم ہوگا، اس کا قلب مردہ ہو جائے گا۔ اور جس کا قلب مردہ ہو جائے گا، وہ دوزخ میں جائے گا۔''

☆ ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یہ دونوں) موت کو جلدی قریب نہیں آنے دیتے اور روزی میں کمی نہیں ہونے دیتے، بلکہ ثواب کو دوگنا کرتے ہیں اور اجر کو عظیم کرتے ہیں۔ اور ان دونوں (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) میں افضل ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔''

دوسرے امام سبطِ رسولؐ حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام:

☆ ''حق اور باطل میں چار انگل کا فاصلہ ہے، جو اپنی آنکھوں سے دیکھو وہ حق ہے اور کانوں سے تو بہت سی غلط باتیں بھی سنا کرتے ہو۔''

☆ ''ایک شخص نے امام حسنؑ سے پوچھا۔ جواں مردی کیا ہے؟ فرمایا: دین کی حفاظت، نفس کی بزرگی، نرمی کی عادت، ہمیشہ احسان کی عادت، حقوق کی ادائیگی۔''

☆ ''برادری کا مطلب سختی اور آسائش میں وفاداری ہے۔''

☆ ''لوگوں کو ہلاک کرنے والی چیزیں تین ہیں، (۱) تکبر (۲) حرص (۳) حسد۔''

☆ ''ننگ و عار دوزخ سے بہتر ہے۔''

☆ ''تمہارے اور مواعظت یعنی وعظ و نصیحت کے درمیان غرور و تکبر کا پردہ ہے (جو اس کو قبول کرنے سے روکتا ہے)۔''

تیسرے امام سیّد الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام:

☆ ''اس قوم کو کبھی بھی فلاح حاصل نہیں ہوسکتی، جس نے خدا کو ناراض کر کے مخلوق کی

مرضی خرید لی۔"

☆ "اپنے برادر (مؤمن) کے پس پشت وہی بات کہو جو تم کو پسند ہو کہ تمہارے پس پشت تمہارے بارے میں کہی جائے۔"

☆ "عالم کی علامتوں میں سے دو علامتیں یہ بھی ہیں کہ وہ اپنی باتوں پر انتقاد کرتا ہے اور اقسام نظر کی حقیقتوں سے آگاہی رکھتا ہے۔"

☆ "جس کا مددگار خدا کے علاوہ کوئی نہ ہو، خبردار اس پر ظلم نہ کرنا۔"

☆ "اگر دنیا کو عمدہ اور نفیس شمار کیا جائے تو ثواب خدا کا گھر (آخرت) اس سے بھی بلند و برتر ہے۔ اگر جسموں کو مرنے ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو انسان کا راہ خدا میں تلوار سے قتل ہو جانا بہت ہی افضل ہے۔"

☆ "لوگوں کی حاجتوں کا تم سے متعلق ہونا، یہ تمہارے اوپر خدا کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا نعمتوں کو (یعنی صاحبانِ حاجت کو) رنج نہ پہنچاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ وہ نعمت نقمت، (یعنی عذاب و بلا) میں بدل جائے۔"

چوتھے امام زین العابدین حضرت امام علی ابن الحسین سیّدِ سجاد علیہما السلام:

☆ "پاک و منزّہ ہے وہ ذات، جس نے اپنی نعمت کے اقرار کو حمد اور شکر سے عاجزی کے اقرار کو شکر قرار دیا۔"

☆ "سچائی بہترین کلید امور ہے، اور وفاداری تمام امور کا بہترین خاتمہ ہے۔"

☆ "حضرت امام سیّدِ سجادؑ سے پوچھا گیا: سب سے زیادہ کس کو خطرہ ہے؟ فرمایا: جس نے اپنے لیے دنیا کو خطرہ نہ سمجھا۔"

☆ "خدا کی معرفت کے بعد شکم و شرمگاہ کی عفت سے زیادہ کوئی چیز خدا کے نزدیک محبوب نہیں ہے۔"

☆ ''برادر مؤمن کا برادر مؤمن کے چہرے کی طرف نظر کرنا مودّت ہے اور اس سے محبت کرنا عبادت ہے۔''

☆ ''لوگوں سے بہت کم ضرورتوں کو طلب کرنا، نقداً (یہی) مال داری ہے۔''

پانچویں امام حضرت امام محمد باقر علیہ السلام:

☆ ''جس کی زبان سچی ہوتی ہے، اس کا عمل پاک ہوتا ہے اور جس کی نیت اچھی ہوتی ہے اس کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور جو اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے، اس کی عمر طولانی ہوتی ہے۔''

☆ ''خبردار! دشمنی نہ کرنا، اس لیے کہ اس سے دل فاسد ہوتا ہے اور یہ باعث نفاق ہے۔

☆ ''جو خدا کے لیے دوستی اور دشمنی رکھے اور خدا کے لیے عطا کرے، وہی کامل الایمان ہے۔''

☆ ''جو ظالم حکمران کے پاس جا کر اس کو تقویٰ کا حکم دے، خوف خدا دلائے، اس کو نصیحت کرے، اس کو جنّ وانس کا اجر ملے گا اور ان کے اعمال کے برابر جزا ملے گی۔''

☆ ''قیامت کے دن سب سے زیادہ افسوس اس بندے کو ہوگا، جو لوگوں کو عدالت کا راستہ دکھائے، لیکن خود دوسرے راستے پر چلے۔''

☆ ''فروتنی یہ ہے کہ انسان مجلس میں اپنی جگہ سے کم تر مقام پر بیٹھے، اور جس سے ملاقات کرے، اس کو سلام کرے اور چاہے حق پر ہو، پھر بھی مجادلہ (لڑائی) نہ کرے۔''

چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام:

☆ ''جس مسلمان کو ہماری معرفت حاصل ہے، اس کا حق یہ ہے کہ ہر چوبیس گھنٹے میں اپنے عمل کو اپنے سامنے رکھے، تاکہ اپنے نفس کا محاسب بنے، اب اگر اس میں نیکیاں زیادہ ہیں تو اور اضافے کی کوشش کرے اور اگر برائیوں کی زیادتی کو دیکھے تو استغفار کرے، تاکہ

قیامت کے دن رسوانہ ہو۔''

☆ ''جو لوگوں سے معاملہ کرے اور اس میں ان پر ظلم نہ کرے اور گفتگو کرے اور جھوٹ نہ بولے۔ اور وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہ کرے تو اس کی غیبت حرام، اس کی مردانگی کامل، اس کی عدالت ظاہر اور اس کی اخوّت واجب ہے۔''

☆ ''شادی شدہ کی دو رکعت نماز غیر شادی شدہ کی ستر رکعت نماز سے افضل ہے۔''

☆ ''جو شخص بھی تکبر یا خودسری کرتا ہے، وہ صرف اس ذلت و رسوائی کی وجہ سے کرتا ہے، جو وہ اپنے اندر پاتا ہے۔''

☆ ''تم اپنے آباء کے ساتھ نیکی کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی، لوگوں کی عورتوں سے عفت برتو، تمہاری عورتوں سے بھی عفت برتی جائے گی۔''

☆ ''(جب وقت شہادت نزدیک آیا تو) امام جعفر صادقؑ نے آنکھیں کھولیں اور ارشاد فرمایا: ''بے شک ہماری شفاعت و سفارش کسی ایسے شخص کو نصیب نہیں ہوگی، جو نماز کو معمولی چیز سمجھتا ہو۔''

سا تویں امام باب الحوائج حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام:

☆ ''تمہاری آنکھیں جن چیزوں کو بھی دیکھتی ہیں، ان میں موعظت ہے۔''

☆ ''اطاعت خدا میں خرچ کرنے سے نہ رکو، ورنہ اس کا دوگنا معصیت میں خرچ کرنا پڑے گا۔''

☆ ''اے ہشام! عقلمند آدمی دانش و معرفت کے ساتھ تھوڑی سی دنیا پر راضی ہو سکتا ہے، لیکن بغیر حکمت و دانش پوری دنیا کے ساتھ بھی راضی نہ ہوگا۔''

☆ ''اے ہشام! زراعت نرم زمینوں پر اگتی ہے، پتھروں پر زراعت نہیں اگتی۔ اسی طرح تواضع سے قلب میں حکمت آباد ہوتی ہے، متکبر و جبار کے دل میں حکمت آباد نہیں ہوا کرتی۔''

☆ ''یہ جان لو کہ حکمت کا کلمہ مؤمن کی گمشدہ چیز ہے، لہٰذا تمہارے اوپر علم و دانش کا سیکھنا واجب ہے۔''

☆ ''اے ہشام! ہر شے کے لیے دلیل ہے اور عقل مند کی دلیل غور و فکر کرنا ہے اور غور و فکر کی دلیل خاموشی ہے۔''

آٹھویں امام حضرت امام علی الرضا علیہ السلام:

☆ ''دوستوں سے انکساری کے ساتھ، دشمنوں سے ہوشیاری کے ساتھ، عام لوگوں سے کشادہ روی سے ملو۔''

☆ ''نظافت و پاکیزگی انبیاءؑ کے اخلاق میں سے ہے۔''

☆ ''ایک شخص نے امام علی الرضاؑ سے پوچھا کہ خدا کے بندوں میں سب سے اچھا کون ہے؟ فرمایا: وہ لوگ کہ جو اچھا کام کرنے پر خوش ہوتے ہیں اور برا کام کرنے پر استغفار کرتے ہیں۔ جب اُن کو کچھ ملتا ہے تو شکر کرتے ہیں اور جب مبتلائے مصیبت ہوتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غضب ناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔''

☆ ''افضل ترین عقل خود انسان کے لیے اپنے نفس کی معرفت ہے۔''

☆ ''تم لوگوں کے لیے سلاحِ انبیاءؑ بہت ضروری ہے۔ پوچھا گیا کہ انبیاءؑ کا سلاح کیا ہے؟ فرمایا: انبیاءؑ کا سلاح (ہتھیار) دعا ہے۔''

☆ ''صدقہ دو چاہے تھوڑی سی چیز سے، اس لیے کہ خدا کے لیے تھوڑی سی چیز بھی اگر صدق نیت سے ہو تو عظیم ہے۔''

نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام:

☆ ''ایک دوسرے کی زیارت کرو، تاکہ آپس میں محبت بڑھے۔''

☆ ''چار باتیں انسان کو عمل پر ابھارتی ہیں، صحت، مال داری، علم اور توفیق۔''

☆ ''جو بولنے والے کی بات کان دھر کے سنے، اس نے گویا اس کی پرستش کی۔ پس اگر بولنے والا خدا کی بات کہہ رہا ہے تو اس نے خدا کی عبادت کی اور اگر بولنے والا شیطان کی زبان سے بول رہا ہے تو اس نے شیطان کی پرستش کی۔''

☆ ''جو شخص کسی کام میں موجود ہو، مگر اس سے راضی نہ ہو، وہ مثل غائب شخص کے ہے اور جو کسی کام میں غائب ہو مگر اس پر خوش ہو اور راضی ہو تو وہ موجود شخص کی طرح ہے۔''

☆ ''جس پر خدا کی نعمتیں عظیم ہوتی ہیں، لوگوں کی ضرورتیں بھی اس کی طرف زیادہ ہوتی ہیں۔ پس جو شخص (فراواں نعمتوں کے بعد) لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں مشقتوں کو برداشت نہ کرے، ان نعمتوں کے زوال کا انتظار کرے۔''

☆ ''خدا پر اطمینان ہر متاع گراں قیمت کی قیمت ہے اور ہر بلند جگہ کی سیڑھی ہے۔''

دسویں امام حضرت امام علی النقی علیہ السلام:

☆ ''خدا کی زمین پر ایسے بھی ٹکڑے ہیں، جہاں خدا دوست رکھتا ہے کہ ان مقامات پر دعا کی جائے تو خدا اس کو قبول کرے اور حائر یعنی روضۂ امام حسینؑ انہی مقامات میں سے ہے۔''

☆ ''طالب علم اور معلّم دونوں رشد میں شریک ہیں۔''

☆ ''شب بیداری نیند کو لذیذ بنا دیتی ہے اور بھوک غذا کو خوش مزہ بنا دیتی ہے۔''

☆ ''سرزنش و سختی کرنا شدید دشواریوں کا سبب ہے، مگر کینے سے بہر حال بہتر ہے۔''

☆ ''جو خدا سے ڈرے گا، لوگ اس سے ڈریں گے اور جو خدا کی اطاعت کرے گا، لوگ اس کی فرماں برداری کریں گے۔''

☆ ''جو اپنی ذات سے راضی ہوگا، اس سے بہت سے لوگ ناراض ہوں گے۔''

گیارہویں امام حضرت امام حسن العسکری علیہ السلام:

☆ ''اللہ وہ ذات ہے کہ ہر مخلوق شدید اور ضرورتوں کے وقت جب ہر طرف سے اس کی

امید منقطع ہو جائے اور اس کے علاوہ تمام مخلوقات کے وسائل ٹوٹ جائیں تو اس کی پناہ لیتی ہے۔"

☆ "ہر برائی کی کلید غصہ ہے۔"

☆ "تمہارا بہترین بھائی وہ ہے، جو تمہارے گناہ بھول جائے اور تم نے جو اس پر احسان کیا ہے، اس کو یاد رکھے۔"

☆ "جس نے اپنے برادر مؤمن کو پوشیدہ طور پر نصیحت کی، اس نے اس کو آراستہ کیا اور جس نے علانیہ نصیحت کی، اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔"

☆ "انکساری ایک ایسی نعمت ہے، جس پر حسد نہیں کیا جا سکتا۔"

☆ "کینہ رکھنے والے لوگ سب سے زیادہ ناراحت ہیں۔"

بارہویں امام حضرت امام محمد مہدی آخر الزمان علیہ السلام:

☆ "یہ جان لو! کہ خدا اور کسی کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے۔"

☆ "ہمارے قلوب مشیت الٰہی کے ظرف ہیں۔ جب وہ چاہتا ہے، ہم بھی چاہتے ہیں۔"

☆ "میں یقیناً اہل زمین کے لیے امان ہوں، تعجیل ظہور کی دعا بہ کثرت کیا کرو، کیوں کہ یہی دعا تمہارے لیے فرج ہے۔"

☆ "میں خاتم الاوصیاءؑ ہوں، میرے ہی ذریعے سے خدا بلاؤں کو میرے اہل اور میرے شیعوں سے دور کرے گا۔"

☆ "زمانۂ غیبت میں میرے وجود سے فائدہ ایسا ہی ہے، جیسے سورج سے ہوتا ہے، جب وہ بادلوں میں چھپ جائے۔"

☆ "تم میں سے ہر شخص وہ کام کرے، جس سے ہماری محبت سے قریب ہو جائے اور جو چیزیں ہماری ناخوشی اور غصے کا سبب ہوں، ان سے دوری اختیار کرے۔"

(ماخوذ از کتاب "گفتار دلنشین" اقوال معصومینؑ مترجم الحاج مولانا روشن علی نجفیؒ، ناشر: رحمت اللہ بک ایجنسی، کھارادر، کراچی)

تاثرات

از.............عالی جناب مولانا سجّاد مہدوی صاحب (ایڈیٹر ماہنامہ ''طاہرہ'' کراچی)

منزلِ عشق کا مسافر.........یوسف عبّاس

اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے کوئی خاص کام لینا چاہتا ہے، اُن کے دل میں اُس کام کی لگن پیدا کر دیتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ وہ کام دیکھتے ہی دیکھتے ''کارنامہ'' بن جاتا ہے۔

یُوسف عبّاس صاحب میرے پڑوسی ہیں۔ ایک دن ماہنامہ ''طاہرہ'' کے دفتر میں تشریف لائے اور شیعہ علماء کے بارے میں ایک کتاب کی تیاری کے بارے میں اپنا ارادہ بتایا، جس کا آغاز وہ کر چکے تھے۔ کتاب کا موضوع اور مصنف / مؤلف کا خوجہ کمیونٹی سے ہونا، یہ دونوں باتیں میری دلچسپی کا باعث تھیں۔ میں نے ان کی رہنمائی ذوالفقار حسین نقوی صاحب جیسی نستعلیق شخصیت کی جانب کر دی، جو اُردو ادب کے لحاظ سے ایک پڑھے لکھے اور باذوق انسان ہیں۔

برادرم یُوسف عبّاس صاحب اُن سے ملے اور پھر بابُ العلم دارُ التحقیق کے توسط سے یہ کام پھیلتا چلا گیا۔ اس دوران کئی بار یُوسف صاحب سے ملاقات ہُوئی۔ ہم ان سے کتاب کے بارے میں پُوچھتے رہے اور وہ علماء کے تذکروں کی تعداد میں اضافے کا ذکر کر کے ہمارے اشتیاق کو بڑھاتے رہے اور دیر آید درست آید کے مصداق، خدا خدا کر کے کتاب مکمل ہوئی۔ امید ہے کہ اُردو داں طبقے کے لیے یہ کتاب اب ایک سرمایہ ثابت ہوگی اور آنے والے وقت میں اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

اس اہم کاوش میں شرکت کرنے والے تمام افراد کی توفیقات میں اضافے کی دُعا کے ساتھ۔

خیر اندیش

سجّاد مہدوی

قطعہ تاریخِ طباعت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سیّد مختار علی اجمیری

''عبادالرّحمٰن فی کُلِ دھرٍ و زمان، ابوابِ ہدایہ برزبان و دربیان''

سنہ ۱۴۳۱ھ

''عبادالرّحمٰن اصلاحِ عصر اَسلافی اساس تالیفِ یوسف عباس''

سنہ ۲۰۱۰ء

نُور افزا ہے موٴلّف کا درخشاں رُجحان
اپنے اَسلاف کو ''یُوسف'' نے بنایا عُنوان
نام تالیف کا کیا خُوب مُرصّع رکّھا
بندے بندے کی زُباں پر ہے ''عبادُ الرّحمٰن''
اِس کا دیباچہ ''شہنشاہ'' نے لکّھا اعلیٰ
جوکہ تالیف کی دراصل حقیقت میں ہے جان
''ذوالفقارؔ'' اِس کے مُدوّن رہے اِک اِک لمحہ
اُن کی تدوین سے تالیف چڑھی ہے پروان
بابِ علمی سے برآمد ہُوئی تالیفِ جدید
دارِ تحقیق نے تازہ کیا سب کا ایمان
''یوسف عبّاس'' نے یہ کارِ نُمایاں کرکے
جنّتی ہونے کا کیا خُوب کیا ہے سامان

اپنے اَسلاف کو جو یاد مودّت سے رکھے
سائے میں آلِ عباؑ کے ہے وہی تو ہر آن
جن کو نسبت ہے محمدؐ سے مودّت میں حسینؑ
وہ ''کریمی'' کہ مساعی سے ہے جن کی عرفان
اِس کی تزئین میں مشغول تو ''یعقوب'' رہے
اِن کی محنت سے مُرقّع ہُوئی تالیفی شان
اِستفادہ کرے ہر طالبِ علمی پڑھ کر
علمی حلقوں میں بھی جاری رہے اِس کا فیضان
کاش مقبول یہ ہوجائے ''امامِ عصریؑ''
یُوسف عبّاس'' کا دارین میں نکلے ارمان
میں نے مختار جو ہے سالِ طباعت لکّھا
شمسی، قمری نے کیا اُس کو بہت ہی آسان

''منتظم قدرِ گرامی''۔ تو ہُوا شمسی میں
۲۰۱۰ء
اور قمری میں۔ ''حضوریِ عبادُ الرّحمان''
۱۴۳۱ھ

قطعۂ تاریخِ رحلت..................(سیّد مختار علی اجمیری)

"غمِ جانکاہِ امیر بانو"

۱۴۳۰ھ

ہائے افسوس جو تھیں اہلِ مودّت کی اَساس
چل بسیں دہر سے وہ مادرِ یُوسف عبّاس
تھیں مُحبّہ وہ نبیؐ آلِ نبیؐ کی دِل سے
جابسیں خُلد میں وہ سیّدہ زہراؑ ہی کے پاس
شہر بانوؑ کی کنیزی سے امیرِ بانو
اُن کی عظمت کا بھلا کیوں نہ کرے دل احساس
مومنہ ایسی کہ تاعُمر عزادار رہیں
لب پہ اُن کے سدا اصغرؑ تھے سکینہؑ، عبّاسؑ
گھر میں رونق تھی فقط اُن کے ہی دم سے قائم
وہ نہیں ہیں تو بھرا گھر بھی نظر آئے اُداس
کیسا حرماں ہے کہ سب یاد کیے جاتے ہیں
آنکھوں آنکھوں میں نبیؐ ہیں تو دلوں میں بھی یاس

وہ کفن پہنے تو گھر سے چلیں، لیکن اب تو
میرا ایماں ہے کہ پہنیں گی وہ جنّت کا لباس
مجھ کو معلوم ہے مختار، حقیقت یہ ہے
اُن کے دم سے تھی بندھی اپنے پرایوں کی آس
قصرِ فردوسِ بریں اُن کو ملے مولا علیؑ
صرف فردوس ہے۔ "نخلِ غمِ یُوسف عبّاسؑ"

۲۰۰۹ء

تاریخِ رحلت:
مورّخہ: ۱۷؍شعبان المعظّم ۱۴۳۰ھ
مطابق ۹؍اگست ۲۰۰۹ء بروز اتوار

اِسم پایا تھا خُدا بھاتا امیرِ بانو
عِشق شبّیرؑ رہا دِل میں تمہارے پیہم
کیوں نہ ہاتف کی صدا قصرِ اِرم سے آئے
عشقِ شبّیرؑ کا ثمرہ ہے جناں کا موسم

شریکِ غم، نتیجۂ فکر: سیّد ذوالفقار حسین نقوی عفی عنہ

بسم الله الرحمن الرحیم

اللھم صل علی محمد و آل محمد

''امام مہدیِ آخرالزّماں (امامِ عصر) علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک فرمان..... مومنین کے نام''

''ہم تمہارے تمام حالات سے واقف ہیں۔ان میں سے کوئی بھی (معاملہ) ہم سے چُھپا ہوا نہیں ہے اور وہ ساری لغزشیں جو تم سے (سرزد) ہوتی رہتی ہیں، ہم ان سے بھی (اچھی طرح) باخبر ہیں، اسی وقت سے جب تم میں سے اکثر (افراد) بعض ایسی برائیوں کی طرف مائل ہیں، جن سے تمہارے نیک بُزرگ دُوری اختیار کیے ہُوئے تھے۔ ہم تمہاری نگہداشت اور دیکھ بھال میں کوتاہی نہیں کرتے اور نہ تمہاری یاد کو دِل سے نکالتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو بے سر و سامانیاں اور مصیبتیں تم پر ٹوٹ پڑتیں اور دُشمن تمہیں کُچل کر رکھ دیتے۔ (لہٰذا) تقویٰ الٰہی اختیار کرو (اللہ سے ڈرو) ہماری نصرت کرو اور جو فتنہ تمہیں اپنے نرغے میں لیے ہوئے ہے، اس سے بچنے کے لیے مجھ سے تدبیر و رہنمائی کے طالب رہو۔''

(اقتباس از بحارالانوار، جلد ۵۳، ص ۱۷۵)

ماخذ و مصادر (کتابیات)

کتاب کا نام	مصنف / مؤلف	ناشر
قرآنِ کریم	ترجمہ و تفسیر: علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادیؒ مولانا حافظ سیّد فرمان علیؒ	 عمران کمپنی، لاہور امامیہ کتب خانہ، لاہور
نہج البلاغہ	مفتی مولانا جعفر حسینؒ علامہ سیّد ذیشان حیدر جوادیؒ	امامیہ کتب خانہ، لاہور محفوظ بک ایجنسی کراچی
تفسیر المتقین (تفسیرِ قرآن)	مولانا سیّد امداد حسین کاظمی	شیعہ جنرل کتب ایجنسی، انصاف پریس، لاہور
صحیفۂ علویہ	مرتضیٰ حسین	شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی
مفاتیح الجنان	شیخ عباس قمیؒ	العمران پبلی کیشنز، لاہور
من لایحضرہ الفقیہ	شیخ صدوقؒ	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
کمال الدین وتمام النعمۃ	شیخ صدوقؒ	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
ثواب الاعمال والعقاب	شیخ صدوقؒ	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
معانی الاخبار	شیخ صدوقؒ	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
علل الشرائع	شیخ صدوقؒ مترجم: مولانا سیّد حسن امداد	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
قصص العلماء	مرزا تنکابنیؒ ترجمہ: سیّدہ ملیکہ خاتون کاظمی	الکساء پبلشرز، نارتھ کراچی
احسن المقال (جلد اوّل و دوّم)	شیخ عباس قمیؒ ترجمہ: علامہ صفدر حسین نجفی	امام پبلی کیشنز، لاہور

نجم الثاقب	محدث نوری	
فقہ اور اُصولِ فقہ	اُستاد شہید مرتضیٰ مطہری	مدرسۃ مظہر الایمان، ڈھڈیال
مجالس المومنین	قاضی نور اللہ شوستری (شہیدِ ثالث) مترجم: محمد حسن جعفری	اکبر حسین جیوانی ٹرسٹ، کراچی
ملاقاتِ امامؑ	سیّد محمد صاحب قبلہ	افتخار بک ڈپو، اسلام پورہ، لاہور
غیبتِ صغریٰ میں نائبینِ امامؑ	الحاج عبّاس راسخی نجفی مترجم: سیّد افسر عبّاس زیدی	امامیہ پبلی کیشنز، حیدر روڈ، لاہور
مُنیۃ المرید فی آداب المُفید	شیخ زین الدّین بن علی عاملی شہیدِ ثانی مترجم: محمد شبیر عاملی	کریم پبلی کیشنز، لاہور
نفسِ مطمئنہ	آیت اللہ دستغیب شیرازی مترجم: محمد بن علی باوہاب	ادارہ حیاۃِ تراث اسلامی کراچی
حسینی حسینؑ کی راہ میں	ترتیب: ذاکر حسین	کتاب نگر، حسن آرکیڈ ملتان کینٹ
فاتحۃ الکتاب	آیت اللہ دستغیب شیرازی مترجم: سیّد جمال عبّاس نقوی سرسوی	الزہرا پبلشرز، سولجر بازار کراچی
آدابِ اہلِ منبر	آیت اللہ العظمیٰ میرزا حسین نوری طبرسی ترجمہ: سیّد سعید حیدر زیدی	دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
اصول وفروع کافی (حصہ اوّل)	یعقوب کلینیؒ مترجم: ادیبِ اعظم مولانا سیّد ظفر حسن	شمیم بک ڈپو، کراچی

بحارُالانوار (جلد۱۲) (درحالات امام مہدیؑ)	علاّمہ محمد باقر مجلسیؒ مترجم: مولانا سیّد حسن امداد	محفوظ بُک ایجنسی، کراچی
گفتارِ دل نشین (اقوالِ معصومینؑ)	مترجم: الحاج مولانا روشن علی نجفی	رحمت اللہ بُک ایجنسی، کراچی
ورفعنا لک ذِکرک (نعتیہ مجموعہ)	سیّد ذوالفقار حسین نقویؔ	احمد برادرز، ناظم آباد کراچی
شیعہ کُتبِ حدیث کی تاریخ وتدوین	حاج سیّد حسن مرتضیٰ	زہرؑا اکادمی کراچی، پاکستان
اہل بیتؑ کے شیعہ	آیت اللہ محمد مہدی آصفی مترجم: نثار احمد زین پوری	جمع جہانی اہل بیتؑ، قم۔ ایران
تاریخ العلماء (مولانا صادق حسن کی تقاریر کتابی صورت میں)	رائے افتخار احمد کھرل	انجمن غلامانِ امام رضاؑ ضلع ننکانہ صاحب۔
تقلید	علاّمہ سیّد ابنِ حسن نجفی	ادارۂ تمدّن اسلام کراچی
شہید علمائے حق	ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی	مکتبۂ زید شہید گلشن اقبال کراچی
آلِ حکیم پر مصائب	ابو ہیثم۔ ترجمہ: ابو مرجام	المجلس الاعلیٰ للشورة الاسلامیة فی العراق
مختلف اخباری تراشے، انٹرنیٹ		
وصیت نامۂ مرعشی (کتاب۔ کتابچہ)	پیغامِ وحدتِ اسلامی	حسن پرنٹرز، پیغام وحدت اسلامی کراچی
معاد	آیت اللہ دستغیبؒ شیرازی مترجم: شیخ علی ارشاد نجفی	انصاریان پبلی کیشنز قم المقدسہ (ایران)
درخشاں چہرے	رضا مختاریان مترجم: جمال احمد شہیدی	جامعۃ الاطہر پبلی کیشنز دارالثقلین، کراچی
ائمۂ اہلِ بیتؑ	رسُول جعفریان	

فکری وسیاسی زندگی	آیت اللہ دستغیب شیرازیؒ مترجم: مولانا سیّد سجاد حیدر رضوی	
سورۂ حدید (معارف القرآن)	مکتبِ اہل بیتؑ	C-12 رضویہ سوسائٹی کراچی
ثمرات الحیاۃ (جلد دوّم)	سیّد محمود امامی اصفہانی مترجم: مولانا ناظم علی	ثاقب پبلی کیشنز لاہور
اُفقِ گفتگو	سیّد علی شرف الدین موسوی	دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
اجتہاد و تقلید	شہید مرتضیٰ مطہریؒ	شہید مطہری فورم (نیٹ)
مثالی لوگ (شہید ڈاکٹر مصطفیٰ چمران)	غلام حسین مٹو	نشرِ شاہد، خیابان طالقانی تہران
پاسدارانِ اسلام	علاّمہ محمد حسین طباطبائیؒ ترجمہ: محمد فضل حق	ادارہ جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان
مکتبِ اسلام	علاّمہ محمد حسین طباطبائیؒ ترجمہ: محمد فضل حق	ادارہ جامعہ تعلیماتِ اسلامی پاکستان
امام صادقؑ اور مذاہب الاربعہ	علاّمہ سیّد اسد حیدر نجفی مترجم: علاّمہ سیّد ذیشان حیدر جوادی	مکتب تعمیر ادب، لاہور
محدّث نوری۔ محمد مجتبیٰ	نثار احمد زین پوری	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ ایران
سیّد ابن طاؤس، عبّاس عبیری	سیّد مسعود اختر	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ ایران
شرف الدّین عاملی، مصطفیٰ قلی زادہ	نثار احمد زین پوری	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ ایران
عبدالکریم حائری، سعید عباس زادہ	حسن عبّاس فطرت	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ ایران
علاّمہ مجلسیؒ، حسن ابراہیم زادہ	حسن عبّاس فطرت	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ ایران

کلینی، حسن ابراہیم زادہ	حسن عبّاس فطرت	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ایران
خواجہ نصیر الدّین طوسی، عبدالوحید وفائی	حسن عبّاس فطرت	انصاریان پبلیکیشنز، قم۔ایران
کاشف الغطاء	نثار احمد زین پوری	انصاریان پبلی کیشنز، قم۔ایران
حالات زندگی، اُستاد مطہری	مترجم: سیّد ذوالفقار علی زیدی	انجمن دانش جویان مقیم کراچی
فقیہ عالی قدر آیت اللہ منتظری	حجۃ الاسلام شیخ علی کورانی مترجم: جواد نقوی	مرکزِ علومِ اسلامی گارڈن ایسٹ کراچی
اظہارِ عقیدت (بیادِ سیّد محمد حسن شیرازی حسینی)	سیّد آصف شاہ حسینی	امام شیرازیؒ فاؤنڈیشن کراچی
افکار و کردار، آیت اللہ العظمیٰ منتظری	مصطفیٰ نجف آبادی ترجمہ: حسن عبّاس فطرت	مکتبۃ الرضا، لاہور
تذکرۂ مجید (شہیدِ ثالثؒ)	سیّد سبطِ حسن ہنسوی (مرحوم)	دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
زندگانی شہیدِ اوّل	محمد حسین الامانی، محمد حسین نجفی	انصاریان پبلی کیشنز قم۔ایران
گوہرِ یگانہ	سیّد آل احمد نقوی مہرجانسی ترجمہ: مولانا سیّد حسن امداد	محفوظ بک ایجنسی کراچی
(اخبار نوائے اسلام، جون ۲۰۰۹ء ۲۰ جمادی الثانی ہفت روزہ آوازِ حکیم، ۳۰ مارچ ۲۰۰۷ء خصوصی شمارہ نمبر ۱، اور دیگر متفرق اخبارات، رسائل اور کُتب وغیرہ)		

افق گفتگو	علی شرف الدین موسوی	دالثقافۃ الاسلامیہ پاکستان
دُعا اور اہل بیتؑ	آیت اللہ مہدی آصفی	مجمع جہانی اہل بیتؑ قم ایران
جنود عقل و جہل (شرح چہل حدیث، امام خمینیؒ)		مؤسسہ نشر و آثار امام خمینیؒ۔ قم
شرح چہل حدیث امام خمینیؒ		مؤسسہ نشر و آثار امام خمینیؒ

ENGLISH BOOKS

AL MIRZA ALQUMI

HUSSAIN IRFANI. ANSARIYAN PUBLICATIONS QUM (IRAN)

HUSSAIN NAJAFI(TRANSLATOR)

KHAUNSARI(SYED MUHAMMAD TAQI)

HASSAN IDREM, ANSARIYAN PUBLICATIONS QUM(IRAN)

ABBAS SAEEDI(TRANSLATOR)

AL MIZAN TAFSEER-HUSSAIN TABATABAI

WORLDORGANIZATIONFORISLAMICSERVICESTEHRAN(IRAN)

FIQH AND FUQHA

THE WORD FEDERATION OF KHOJA SHIA ASNA ASHRI MUSLIM

COMMUNITIES UK)

ECHO OF ISLAM-1981 EDITION

DAWN OF ISLAMIC REVOLUTION)

VOL 1 SPEACIAL ISSUE

MINISTRY OF ISLAMIC GUIDANCE

VARIOUS INTERNET SITE'S OF MARAJEH.